ابنِ صفی

لد نمبر
29

جاسوسی دنیا

88- پرنس وحشی

89- بیچارہ بیچاری

90- اشاروں کے شکار



پیشرس

ایک بار کا ذکر ہے کہ انگریزی کے ایک مشہور مصنف ایڈگر ویلس نے اپنے Fans کے ایک مجمع میں بڑے خلوص سے کہا۔ "پچاس ناول لکھ لینے کے بعد مجھے ناول لکھنے کا سلیقہ ہوا ہے۔"

چھوٹتے ہی ایک صاحبزادی نے فرمایا "کاش! ایسا نہ ہوا ہوتا۔ اب تو آپ بور کرنے لگے ہیں۔ شروع کی کتابوں کا کیا کہنا۔ کاش آپ اپنے ماضی میں چھلانگ لگا سکیں....!"

تو جناب میرا بھی ارادہ ہے کہ میں بھی ماضی میں دوبارہ چھلانگ لگاؤں۔ کیونکہ ایڈگر ویلس کو تو ایک نیم بالغ صاحبزادی نے یہ مشورہ دیا تھا یہاں دوسرا معاملہ ہے۔ اُس دن میں بہت شدت سے بور ہوا تھا جب ایک کالج کے پرنسپل صاحب سے کچھ اسی قسم کی گفتگو ہوئی تھی۔ کہنے لگے "صفی صاحب کیا بات ہے پچھلی کتابوں کی کئی کئی بار پڑھنے کے باوجود بھی اُن کا نیا پن بڑھتا ہی رہتا ہے۔"

میں نے سوچا ٹھیک ہی ہے۔ فریدی صاحب کرنل ہو جانے کے بعد سے صرف احکامات چلایا کرتے ہیں! خود زیادہ دوڑ دھوپ نہیں کرتے اس

لئے کہانیوں میں Action کا قحط پڑ جاتا ہے اور پڑھنے والے سوچتے ہیں کہ فلاں کہانی کچھ "پھیکی" رہی۔

زیرِ نظر کہانی "پرنس وحشی" کو میں نے ہر اعتبار سے دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس دوران میں علیل بھی رہا اور موسم کی سختیوں کا شکار بھی .... آپ جانتے ہیں کہ گرمیوں میں مجھ پر بے تحاشہ کھولت طاری ہوتی ہے.... کتابیں لیٹ ہوتی ہیں.... خطوط کے انبار لگ جاتے ہیں.... اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے کتاب لیٹ نہیں ہوئی بلکہ مجھ سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہے۔

بہر حال میں کوشش کر رہا ہوں کہ عمران کا خاص نمبر "ڈیڑھ متوالے" لیٹ نہ ہونے پائے.... دعا فرمائیے کہ آپ انتظار کی "بوریت" سے بچیں اور میری صحت ٹھیک رہے۔

ابنِ صفی

۱۸ر جون ۱۹۶۰ء

بچے کی چیخیں

وہ ۱۹۴۶ء کے دسمبر کی آٹھویں سرد ترین رات تھی۔ سارجنٹ حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسٹیئرنگ سے ہاتھوں کا چھٹکارا اسی صورت میں ممکن ہوگا جب اُن پر گھنٹوں گرم پانی کی دھاریں گرائی جائیں! گرفت غیر قدرتی سی محسوس ہونے لگی تھی۔ دیر سے گردن پر کھجلی ہو رہی تھی۔ لیکن اسٹیئرنگ کیسے چھوٹتا۔ چھوٹتا تو دوبارہ اُسے گرفت میں لینے کیلئے کتنی جدوجہد کرنی پڑتی۔

کیڈی ہوا سے باتیں کرتی رہی تھی اور حمید کا ٹھٹھرا ہوا ذہن اُس سے بھی زیادہ تیز رفتاری دکھا رہا تھا۔

اُس وقت اس کے لئے وہ تار جام والی سڑک نہیں بلکہ سوئٹزر لینڈ کی کوئی یخ بستہ پہاڑی سڑک تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اب راہ میں کوئی موٹیل نظر آئے جہاں رک کر وہ آتشدان کے سامنے پنچ کا ایک گلاس ختم کرے گا۔ پھر پائپ ہوگا اور "پرنس ہنری" تمباکو کا فرحت بخش دھواں.... موٹیل کی مالکہ اپنی جواں سال اور خوبرو لڑکی کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہو کر "شام بخیر" کہے گی.... اور وہ پائپ دانتوں میں دبائے ہوئے گردن اکڑا کر خالص ایرسٹو کریٹک انداز میں صرف "نائٹ" کہہ کر متحیرانہ پلکیں جھپکائے گا اور وہ بڑی لجاجت سے کہے گی۔

"میری لڑکی جناب.... مجھے افسوس ہے.... یہ کہہ رہی تھی کہ اس نے کبھی کوئی ہندوستانی نواب نہیں دیکھا.... جج.... جی ہاں.... جناب....!"

اور وہ لڑکی بڑے دلآویز انداز میں مسکرائے گی اور پھر یک بیک چونک پڑے گی.... اور اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی جائیں گی۔ مبہوت ہو جائے گی.... پلکیں جھپکنا اور پتلیاں جنبش کرنا ترک کر دیں گی.... تب اُس کی ماں اُسے جھنجھوڑے گی.... "لوسی! لوسی۔"

اور لوسی پلکیں جھپکائے یا پتلیوں کو جنبش دیئے بغیر آہستہ سے کہے گی۔

"ایڈگر.... ایڈگر.... میرے پیارے.... آہ تم مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو.... کہہ دو

کہ تم ایڈگر ہو۔ یہ جھوٹ ہے کہ تم لیبیا کے محاذ پر کام آئے تھے....!"

"لوسی.... لوسی....!" وہ اُسے پھر جھنجھوڑے گی.... اور حمید سے معافی مانگتی ہوئی لڑکی کو دروازے کی طرف دھکیل لے جائے گی۔

"پانی.... پانی....!" پچھلی سیٹ سے بھرائی ہوئی آواز آئی اور حسین خیالوں کا تاج محل ریت کی دیواروں کی طرح ڈھیر ہو گیا۔ حمید نے کیڈی کی رفتار کم کر کے اُسے سڑک کے کنارے لگاتے ہوئے بالآخر انجن بھی بند کر دیا.... اور اندر روشنی کر کے پچھلی سیٹ کی طرف مڑا۔

فریدی کا چہرہ بخار کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ لیکن آنکھیں کسی تکلیف کے احساس سے عاری نظر آتی تھیں۔

"پانی نہیں.... کافی.... کیا ڈاکٹر کی ہدایت بھول گئے۔"

"لاؤ....!" فریدی نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں.... لیکن حمید نے پھر تھرماس اٹھانے سے پہلے اُس کے جسم کے کھلے ہوئے حصوں کو کمبل سے اچھی طرح ڈھانک دینا مناسب سمجھا۔

"کیا وقت ہے....!" فریدی نے آنکھیں کھولے بغیر پوچھا۔

"ساڑھے گیارہ....!"

"ٹھیک سوا بارہ پر تمہیں لینڈس کسٹمز کی پہلی چوکی کے قریب رکنا ہے۔"

"میں بھولا نہیں ہوں۔" حمید نے بُرا سا منہ بنایا.... اور تھرماس سے کافی انڈیل کر اُس کی طرف بڑھا دی۔

فریدی کمبل پھینک کر سیدھا بیٹھتا ہوا بڑبڑایا۔ "یہ بخار بھی بڑی شاندار چیز ہے کیوں؟"

"بشرطیکہ کسی لڑکی کے اظہارِ عشق کی وجہ سے نہ چڑھ آیا ہو...." حمید کا لہجہ زہریلا تھا۔

چند لمحے خاموش رہ کر اُسے کافی کی چسکیاں لیتے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "منع کر رہا تھا کہ راجروپ نگر میں قیام نہ کیجئے۔"

"کیا مطلب....؟"

"میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ محترمہ غزالہ نے آپ کو دیکھ کر ٹھنڈی سانسیں نہ بھری ہوں۔"

"بکواس مت کرو....!"

"کرافٹ۔ ابنگ نے ایک کیس نقل کیا ہے، اپنے کسی مضمون میں۔" حمید لاپروائی سے

بولا۔ "ایک صاحب کا واقعہ ہے جنہیں ہر ہفتہ کی شب کو بخار ہو جاتا تھا اور پورا اتوار بخار ہی کی نذر ہو جاتا تھا.... دونوں شریف آدمیوں نے بخار کی وجہ کے لئے چھان بین شروع کی.... اور بالآخر چور پکڑ ہی لیا.... جانتے ہیں کیا قصہ تھا۔"

"بکے جاؤ....!"

"ہفتہ کی شب کو ایک لڑکی اُن سے اظہار عشق کی کوشش کیا کرتی تھی۔"

"ہوں.... مگر غزالہ تھی کہاں....!"

"نہیں تھی....؟" حمید کا لہجہ متحیرانہ تھا۔

"نہیں.... وہ آج کل شہر ہی میں کہیں مقیم ہے.... صرف نواب صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"اوہ تب پھر آپ نے کسی دوسرے کو کسی سے اظہار عشق کرتے سنا ہوگا.... واللہ اعلم بالصواب....!"

فریدی مسکرا پڑا.... پھر رسٹ واچ پر نظر ڈالی.... گیارہ بج کر پینتیس منٹ ہوئے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ ہم کسٹمز کی پہلی چوکی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔"

حمید نے صرف سر ہلا دیا۔ وہ بہت غور سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دو ماہ کی چھٹیاں کس قسم کی بھاگ دوڑ میں تباہ کی جا رہی ہیں۔

نصیر آباد سے راج روپ نگر.... اور راج روپ نگر سے پھر شہر کی طرف۔

پروگرام تھا کہ چھٹیوں کے دو ماہ نصیر آباد ہی میں گذارے جائیں جہاں اُن دنوں اُن سے جان پہچان رکھنے والا ایک آدمی بھی نہیں پایا جاتا تھا.... متواتر کام کرتے رہنے کی وجہ سے کم از کم حمید کو تو یہی محسوس ہونے لگا تھا جیسے اُس کا ذہن کچھ دنوں کے بعد مستقل طور پر ناکارہ ہو کر رہ جائے گا۔ لہٰذا اُس نے دو ماہ آرام کرنے کی تجویز پیش کی تھی جو کسی نہ کسی طرح فریدی کے حلق سے بھی اُتر گئی.... لیکن نصیر آباد میں بمشکل تمام ایک ہی ہفتہ گذرا ہوگا کہ ایک رات ایڈلفی کے ڈائننگ ہال میں حمید کا ذہنی سکون رخصت ہو گیا۔

اُن کی میز پر ویٹر کھانا لگا رہا تھا کہ دفعتاً اُس نے فریدی کو اس انداز میں اٹھتے دیکھا جیسے کسی پر جھپٹ پڑنے کا ارادہ رکھتا ہو.... پھر قبل اس کے کہ کچھ پوچھنے کے لئے زبان کو جنبش بھی دے

سکتا فریدی صدر دروازے کے قریب نظر آیا۔

حمید نے ٹھنڈی سانس لی تھی اور پھر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ اُس کے باہر نکل جانے کا منظر بھی دیکھتا.... ڈیڑھ بجے رات سے پہلے فریدی کی واپسی نہیں ہوئی تھی.... پھر ڈھائی بجے تک حمید اُسے بور کرتا رہا تھا۔ لیکن اُس نے اچانک اس طرح غائب ہو جانے کی وجہ نہیں بتائی تھی۔

پھر نصیر آباد سے راج روپ نگر دو دن نواب رشید الزمان کے محل میں قیام رہا تھا.... وہیں فریدی کو بخار نے بھی آ دبوچا.... لیکن اس کے باوجود بھی حمید کو اس کے حکم کے مطابق موجودہ سفر اختیار کرنا پڑا تھا.... روانگی کے وقت بخار کی شدت کی وجہ سے بار بار غفلت طاری ہو جاتی تھی مگر جب بھی ہوش آتا.... حمید کے کانوں میں یہی جملہ گونجتا تھا "ہم پہلی چوکی کی طرف جا رہے ہیں یا نہیں۔"

"کیا پہلی چوکی پر پہنچ کر بخار اُتر جائے گا...." حمید نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے....!" فریدی نے کافی کا خالی کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا.... دفعتاً چونک کر کلائی کی گھڑی دیکھی اور مضطربانہ انداز میں بولا۔ "چلو جلدی کرو.... دس پانچ منٹ پہلے ہی پہنچنا چاہئے۔"

"کیا آبکاری کا کوئی قصہ ہے....!" حمید نے پھر اُسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"آبکاری.... ہشت ان چھوٹے چھوٹے کاموں کے سلسلے میں چھٹیاں نہیں برباد کی جاتیں۔"

"تو پھر میری بربادکاری کا کوئی چرچہ ہوگا....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور کیڈی کا انجن جاگ اٹھا۔

اور پھر شروع ہو گیا سفر....

"بخار ہے ابھی....!" حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"اتنا زیادہ بھی نہیں ہے کہ تھوڑی سی دوڑ دھوپ گراں گذرے۔"

"کیا مطلب....!"

"ہم وہاں دعوت میں نہیں جا رہے.... لیکن تم فکر نہ کرو.... میرے سوٹ کیس میں دوسرا ریوالور بھی موجود ہے۔"

"اور میرا ماؤتھ آرگن....؟" حمید نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"ساری شوخیاں رخصت ہو جائیں گی تھوڑی دیر بعد.... میری دانست میں وہ کئی ہوں گے۔"

"جہنم میں جائیں....!" حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"نہیں.... اب تمہیں کم از کم اتنا تو ذہن نشین کر ہی لینا چاہئے کہ ہم کس قسم کی سچویشن سے دوچار ہونے والے ہیں۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے۔" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو.... سنو...." فریدی جھنجھلا گیا.... "یہ شہد کی مکھی والی کہانی ہے۔"

"خدا غارت کرے....!" حمید کی آواز بخار زدہ سی معلوم ہوئی اور فریدی نے قہقہہ لگایا۔

پھر فوراً ہی سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "آج سے چھ ماہ قبل تم نے اُسے میرا وہم سمجھا تھا لیکن اب میں تمہیں بہت کچھ دکھاؤں گا۔"

"مم.... مگر.... اُس رات وہاں ایڈلفی میں....!"

"وہاں.... پھر شہد کی مکھی میرے سامنے آئی تھی....!"

"کس طرح....!"

"میزوں کے درمیان تھرکنے والی لڑکی نے ایک چھوٹا سا کارڈ ایک میز پر پھینکا تھا اتفاق سے اُسکی وہی سطح اوپر کی طرف تھی جس پر شہد کی مکھی کی تصویر ہوتی ہے.... کارڈ تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ اُن کارڈوں کو اتنی اہمیت کیوں دیتے ہیں۔ میں اُن کے متعلق پوری طرح چھان بین کر چکا ہوں.... وہ ہائیو کرشرز لمیٹڈ[1] کا تجارتی نشان ہے۔ یہ فرم اعلیٰ پیمانے پر جنگلوں سے شہد اکٹھا کرتی ہے.... صدر دفتر اپنے شہر ہی میں موجود ہے۔"

"بس ختم کرو....!" فریدی نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی۔ "تفصیل پھر بتاؤں گا وقت نہیں ہے۔ رفتار بڑھاؤ.... بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا کہ کسی سے ہمارا ٹکراؤ بھی ہو سکتا ہے۔"

"کس سلسلے میں....!"

"پہلی چوکی کے قریب والے کوارٹرز میں سے ایک کے مکین اس وقت خطرے میں ہیں کیوں خطرے میں ہیں؟ یہ مجھے بھی فی الحال نہیں معلوم.... میں نے کہا تھا رفتار بڑھاؤ۔"

"اوہ.... کان کھلے رکھا کرو۔"

[1] Hive Crushers Ltd.

گاڑی کی رفتار پہلے سے تیز ہو گئی.... حد نظر تک سڑک ویران پڑی تھی کچھ دیر بعد فریدی بڑبڑایا... لیدر فیکٹری کی چمنی نظر آنے لگی ہے میرا خیال ہے کہ گاڑی یہیں کہیں چھوڑ دی جائے۔"

"روک دوں....!"

"نہیں.... یہاں نہیں.... فیکٹری کے قریب والے سہ راہے پر....!"

کچھ دیر بعد گاڑی وہیں رکی جہاں کے لئے حمید کو ہدایت ملی تھی۔ فریدی نے گاڑی سے اُترتے وقت ایک ریوالور اور کچھ فالتو راؤنڈز حمید کے حوالے کئے۔

"اوہ.... آپ کو اس وقت بھی خاصا بخار ہے....!" حمید نے کہا۔ اُس کا ہاتھ فریدی کے گرم ہاتھ سے مس ہوا تھا۔

"پرواہ مت کرو.... اوہ یہ السٹر کیوں نکال رہے ہو.... پڑا رہنے دو۔"

"اور آپ....!"

"میرے لئے بھی جیکٹ ہی کافی ہے۔"

"میں کہتا ہوں ایکسپوژر....!"

"خاموش رہو.... آؤ....!" فریدی نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا پھر خود ہی سنبھال بھی نہ لیتا تو میاں حمید منہ کے بل زمین ہی پر آئے ہوتے۔ کلائی پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ تپتے ہوئے لوہے کا پنجہ ہو.... کتنا تیز بخار تھا۔

کوارٹرز کے قریب جا کر وہ ایک جگہ رک گئے۔ مختصر سی آبادی تھی جس کا تعلق لینڈ کسٹمز کی چوکی اور نیشنل لیدر فیکٹری سے تھا۔

فریدی نے گھڑی پر نظر ڈالی اور پھر چل پڑا۔

وہ بستی میں داخل ہو رہے تھے۔ فریدی پھر ٹھٹکا....

"اوہ.... یہ کیسی بستی ہے؟"

"کیوں....؟" حمید کے لہجے میں تحیر تھا۔

"کیا یہاں کتے نہیں ہیں.... یہ سناٹا کتنا غیر فطری معلوم ہوتا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے....!" حمید بڑبڑایا۔ "دراصل مجھ سے غلطی ہوئی۔"

"کیا مطلب....!"

"مجھے چاہئے تھا کہ روانگی سے قبل یہاں کے کتوں کو ایک خط لکھ دیتا۔"

"شش.... آؤ....!" فریدی نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور ایک بار پھر ریڈیم ڈائیل والی گھڑی پر نظر ڈالی.... معینہ وقت پورا ہونے میں صرف دو منٹ باقی تھے۔

قدم تیزی سے اٹھنے لگے.... بستی سنسان اور تاریک پڑی تھی۔ حمید خود بھی متحیر تھا کہ آخر بستی کے کتے کہاں جا مرے۔

تھوڑے تھوڑے وقفے سے گیدڑوں کی صدائیں آئیں۔ لیکن کتوں کی آواز کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

ایک کوارٹر کے قریب پہنچ کر رک گیا اور آہستہ سے بولا۔ "بلاک کی شروعات پر جو نمبر میں نے ذہن میں رکھا تھا اُس کے اعتبار سے اسے اٹھارواں ہی کوارٹر ہونا چاہئے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ دفعتاً اندر سے کسی شیر خوار بچے کے چنگھاڑنے کی آواز آئی۔

"اوہ غلط جگہ آگئے شائد....!" فریدی بڑبڑایا اور پھر جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور روشنی کی لکیر دروازے کے اوپری حصے پر پڑ رہی تھی.... کوارٹر اٹھارواں ہی ثابت ہوا.... نمبر صاف پڑھے جاسکتے تھے۔

اندر: اب بھی روئے جارہا تھا۔

"آپ سی قسم کی غلط فہمی میں تو مبتلا نہیں....!" حمید نے سرگوشی کی۔

"دھوکا بھی ہوسکتا ہے.... ممکن ہے انہیں علم ہوگیا ہو کہ میں اُن کے پیچھے ہوں۔"

"لہٰذا انہوں نے آپ کو بہکادیا.... کیوں؟"

"ہاں.... اس کے بھی امکانات ہیں۔"

"سمجھ میں نہیں آتا.... آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"چپ چاپ کھڑے رہو.... فائر کرنے کے لئے ہر لحظہ تیار....!"

حمید پھر دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ اندر بچہ اب خاموش ہوگیا تھا۔

"کیا حماقت ہے....!" فریدی کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔ "اگر یہ صرف دھوکا تھا تب بھی اب تک کچھ نہ کچھ ہو ہی رہنا چاہئے تھا۔"

"جب تک مجھے پوری بات نہ معلوم ہوجائے.... میں کیا عرض کرسکوں گا۔" حمید جھنجھلا

کر بولا۔

"خاموش رہو....!" فریدی نے مضطربانہ انداز میں کہا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "اچھا تم ادھر کا خیال رکھنا.... میں مکان کی پشت پر جارہا ہوں۔"

"ہوں....!" حمید نے خلاء میں گھورتے ہوئے ہونٹ بھینچ لئے۔

وہ فریدی کے دھندلے سائے کو دیوار سے لگ کر دوسری طرف کھسکتے دیکھتا رہا.... ریوالور کا سرد دستہ اُس کی ہتھیلی سے چپک کر رہ گیا تھا۔

دفعتاً اُسے فریدی کی پنسل ٹارچ کی روشنی زمین پر پڑی ہوئی کسی کالی سی شے پر نظر آئی۔

پھر ٹارچ بجھا کر وہ بڑی تیزی سے حمید کی جانب واپس آیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں کچھ ہوچکا ہے....!" اُس نے سرگوشی کی۔ "ممکن ہے اسی کوارٹر میں.... اوہ....!"

شیر خوار بچے کی چیخوں نے اُسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

حمید جو پیر کے جوتے سے داہنی پنڈلی کھجانے کی کوشش کررہا تھا۔ دفعتاً توازن قائم نہ رکھ سکنے کی بناء پر لڑکھڑایا لیکن سہارے کیلئے دروازے پر ہاتھ رکھتے ہی بالکل بے سہارا ہوگیا۔ کیونکہ ہاتھ کا دباؤ پڑتے ہی دونوں پٹ کھل گئے تھے۔

پھر جتنی دیر میں فریدی اُسے سنبھالنے کے لئے آگے بڑھتا اُس کی پیشانی کوارٹر کے فرش سے ٹکرا ہی گئی۔

خود سے اٹھ بیٹھنا کم از کم ایسی صورت میں تو آسان نہیں ہوتا جب اس طرح غیر متوقع طور پر گرنا پڑے.... فریدی ہی نے جھپٹ کر اُسے اٹھایا تھا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ سامنے برآمدہ تھا اور شائد اُس برآمدے کے بعد کمرہ ہی تھا.... کمرے کے دروازے بھی کھلے ہی ہوئے نظر آئے۔ اندر غالباً کیروسین لیمپ روشن تھا۔

حمید کے گرنے اور دروازہ کھلنے سے خاصی تیز آواز پیدا ہوئی تھی۔ لیکن اُس کوارٹر کے رہنے والے گویا مردوں سے شرط باندھ کر سوئے تھے.... شیر خوار بچہ اب بھی روئے جارہا تھا۔ فریدی اور حمید اب صحن کے وسط میں تھے۔

بچہ پھر خاموش ہوگیا.... لیکن اس بار اُس کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز نہیں سنائی

دی تھی۔

سردی کے مارے حمید کا بُرا حال تھا اس لئے اُسے موجودہ سچویشن سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی.... بس کسی مشین ہی کی طرح اب تک فریدی کی تقلید کرتا رہا تھا۔

فریدی کو آگے بڑھتے دیکھ کر خود بھی آگے بڑھا۔

لیکن کمرے کا منظر.... حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اُس کی گردن شانوں سے اکھاڑ کر کہیں دور پھینک دی ہو۔

خون میں لتھڑا بچہ اپنی انگلیاں چوس رہا تھا.... اور وہ لاش غالباً اُس کی ماں ہی کی تھی۔ بستر خون سے تر تھا۔

یک بیک بچہ پھر چنگھاڑنے لگا.... اُس کی انگلیاں منہ سے نکل گئی تھیں۔

حمید نے فریدی کی طرف دیکھا جو ساکت و صامت کھڑا بچے کو گھورے جا رہا تھا۔ پلکیں جھپکائے بغیر.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس کی آنکھیں پتھرا گئی ہوں۔

دفعتاً وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "لیدر فیکٹری سے فون کرو.... جاؤ....!"

تصویر

لیدر فیکٹری کی رات والی شفٹ چل رہی تھی حمید سیدھا آفس میں چلا گیا.... اتنی رات گئے کسی اجنبی کو فون کے قریب دیکھ کر ڈیوٹی کلرک متحیر ہوا تھا۔

حمید نے شہر کی کوتوالی کے نمبر ڈائیل کئے اور اس حادثہ کی اطلاع دیتے ہوئے جیسے ہی کوارٹر نمبر کا حوالہ دیا ڈیوٹی کلرک اس طرح اچھل پڑا گویا کسی نے بیخبری میں پشت پر خنجر مارا ہو۔

"جی.... کیا کیا.... کوارٹر نمبر....!" وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اٹھارہ....!" حمید نے ریسیور رکھتے ہوئے اُسے گھورا....

"کہاں کی بات کر رہے ہیں....!"

"کسٹمز کوارٹرز....!"

"نہیں....!" وہ بے تحاشہ چیخا.... اُس کا جسم اس طرح کانپ رہا تھا جیسے اچانک شدید ترین

ملیریا کا حملہ ہوا ہو.... بدقت اُس نے خود کو سنبھالا اور گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔ "آپ کون ہیں....!"

"سم بوڈی فرام انٹیلی جنس بیورو....!" حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کرسی میں ڈھیر ہو گیا۔

کچھ دیر اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگا۔

"ٹھہرو....!" حمید نے اونچی آواز میں کہا لیکن وہ تو دروازے سے گذر چکا تھا۔

پھر جتنی دیر میں وہ بھی باہر نکلتا ڈیوٹی کلرک اندھیرے میں گم ہو چکا تھا۔

دو چپراسی بوکھلائے ہوئے اندر داخل ہوئے اور حمید کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔

"پولیس....!" حمید انہیں گھورتا ہوا بولا۔

"مم.... مگر بابو جی.... سیس.... سرکار....!" ایک چپراسی ہکلا کر رہ گیا۔

"کیا یہ منیجر تھا....!" حمید نے پوچھا۔

"نہیں ایک بابو....!"

"کہاں رہتا ہے....!"

"کوارٹروں میں....!"

"نمبر....!"

"اٹھارہ....!"

"اوہ....!" حمید نے کہا اور دفتر سے باہر نکل آیا۔

اُس کے پاس ٹارچ بھی نہیں تھی۔ اس لئے بستی تک جلد نہ پہنچ سکا۔ اب کوارٹر نمبر اٹھارہ کے سامنے خاصی بھیڑ نظر آئی۔ کئی لوگوں کے ہاتھوں میں لالٹینیں بھی تھیں.... اندر کوئی دہاڑیں مار مار کر رو رہا تھا.... غالباً اُس کی چیخیں ہی وہاں بھیڑ اکٹھا کرنے کا باعث بنی تھیں۔

حمید اندر داخل ہوا.... کوارٹر میں کئی لالٹینیں نظر آئیں۔ لیکن فریدی اور لیدر فیکٹری کے کلرک کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا... وہ صحن کے فرش پر لوٹیں لگاتا ہوا بُری طرح دہاڑیں مار رہا تھا۔

فریدی کمرے میں کیروسین لیمپ سنبھالے مختلف چیزوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

جیسے ہی حمید اس کے قریب پہنچا اُس نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "مقتولہ کے شوہر کو

"سنبھالو....!"

"بچہ کہاں ہے؟" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"پڑوس میں....!" فریدی نے کہا اور پھر جھنجھلا کر بولا۔ "جاؤ نا....!"

حمید چپ چاپ صحن میں آگیا۔ لیکن اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مقتولہ کے شوہر کو کس طرح سنبھالے.... اُسے قطعی احساس نہیں رہا تھا کہ وہ ایک پولیس آفیسر ہے۔

پھر جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو یونہی خواہ مخواہ صدر دروازے سے جالگا.... باہر کچھ لوگ نیچی آوازوں میں گفتگو کر رہے تھے۔

"ارے....! یہ نہیں دیکھا تم نے.... چار کتے تو نیم کے نیچے ہی مرے پڑے ہیں۔"

"کیا انہیں زہر دیا گیا ہوگا؟" کسی نے پوچھا۔

"اور کیا....؟ دیکھو.... غور کرو.... ایک کتے کی بھی آواز نہیں سنائی دیتی.... ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑا....!"

"اُف فوہ.... کس بُری طرح بھونکتے تھے اگر کوئی راہ گیر ادھر سے نکل جاتا تھا.... سونا دشوار کر دیتے تھے۔"

"آپ لوگ براہِ کرم اپنے گھروں میں جائیے....!" حمید نے دروازے سے سر نکال کر اونچی آواز میں کہا اور دروازہ بند کر دیا۔

اُسے ہوش نہیں تھا کہ وہاں اس طرح کھڑے رہ کر اُس نے کتنا وقت گذارا تھا.... پھر پولیس کاروں کے ہارن سنے تھے سناٹے میں ہلکا سا شور کچھ عجیب سا لگ رہا تھا.... کسی فلم کے بدلتے ہوئے مناظر.... نیند کے دباؤ اور سردی کی زیادتی کی وجہ سے ذہن گویا پتھر کی سیل بن کر رہ گیا تھا۔

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا.... اندھیرے میں کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش بھی اُسے نظر انداز ہی کر گیا تھا ورنہ اُس کی وجہ سے کچھ دیر تو زبان ہلانی ہی پڑتی۔

اُسے نہیں معلوم کہ پولیس کی آمد پر کیا ہوا تھا.... واپسی میں اُس کی بجائے جگدیش کا اسسٹنٹ کیڈی ڈرائیور کر رہا تھا۔

اُسے پچھلی سیٹ پر بیٹھنا پڑا تھا تاکہ فریدی کی دیکھ بھال کر سکے.... فریدی کا جسم اب کچھ

اسی طرح تپ رہا تھا جیسے لوہے کا کوئی بہت بڑا ٹکڑا بھٹی سے نکال کر ٹھنڈا ہونے کیلئے ڈال دیا گیا ہو۔

ذہنی کیفیت سرسامی سی تھی۔ لیکن باتیں ہوش کی تھیں.... ابھی تک زبان سے کوئی ایسا جملہ نہیں نکلا تھا جو موجودہ سچویشن سے متعلق نہ ہوتا۔ لیکن اس سے پہلے کبھی حمید نے اُسے بڑی بڑی قسمیں کھاتے نہیں سنا تھا.... اور اسی بناء پر اس نے اندازہ لگایا تھا کہ ذہن قابو میں نہیں ہے۔

کیڈی کچھ دیر بعد پولیس ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں رکی.... چار بجنے والے تھے۔ فریدی کو پرائیویٹ وارڈ کے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ انسپکٹر جگدیش حمید کا ہاتھ پکڑے اُسے میٹرن کے کمرے کی طرف لے جا رہا تھا۔

"مجھے تو تمہاری حالت بھی بہتر نہیں معلوم ہوتی....!" جگدیش کہہ رہا تھا۔

"تم ہی کچھ بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا....؟ اور تم وہاں کیسے جا پہنچے تھے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ حالانکہ اُسے اس شدت سے غصہ آنا چاہئے تھا کہ جگدیش کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کر دیتا۔

میٹرن کے کمرے میں دو نرسیں جن کی ڈیوٹی ختم ہونے والی تھی بیٹھی کافی پی رہی تھیں انسپکٹر جگدیش کو دیکھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"بیٹھیے بیٹھیے....!" جگدیش نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "کافی اور ہے....!"

"بہت جناب....!" ایک نے مسکرا کر جواب دیا۔ "تشریف رکھئے۔"

دوسری حمید کو اس طرح گھور رہی تھی جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

حمید نے پتہ نہیں کس طرح ایک کپ کافی حلق سے اتاری۔ وہ جلد از جلد فریدی کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔

جگدیش نے پھر اُسے ٹٹولنا چاہا.... لیکن اس بار حمید بُری طرح جھلا گیا۔

"بکواس بند کرو.... میں کچھ نہیں جانتا۔" اُس نے کہا غالباً کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ میٹرن کمرے میں داخل ہوئی۔

"اوہ.... انسپکٹر....!" اُس نے جگدیش کو مخاطب کیا۔ "سردی کا شدید ترین اثر.... حالت بہتر نہیں ہے.... ایسی حالت میں مریض کو یہاں لانے کی بجائے کوٹھی ہی پر طبی امداد طلب کی جانی چاہئے تھی۔"

"فریدی صاحب سفر میں تھے۔" جگدیش بولا۔

"آپ غالباً سارجنٹ حمید ہیں....!" اُس نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ دونوں نرسیں ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑائی تھیں اور ایک نے جھپٹ کر حمید کیلئے دوسرا کپ تیار کیا تھا۔

"شکریہ....!" حمید اُس کے ہاتھ سے کپ لیتا ہوا زبردستی مسکرایا۔

"آپ محتاط رہیئے جناب....!" میٹرن اُس سے بولی۔ "موسم بڑا واہیات جا رہا ہے۔"

"فریدی صاحب کی حالت زیادہ تشویش ناک تو نہیں....!"

"سرسام.... آپ خود اندازہ کر سکیں گے۔"

"مجھے جانا چاہیئے۔" حمید خالی کپ میز پر رکھتا ہوا بڑبڑایا۔

"پندرہ منٹ سے پہلے آپ نہیں مل سکیں گے جناب۔" میٹرن نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

دونوں نرسیں حمید کے قریب آ کھڑی ہوئیں.... وہ پائپ میں تمباکو بھرنے لگا تھا۔ پھر جب وہ لائٹر کے لئے جیبیں ٹٹولنے لگا تو ان میں سے ایک مینٹل پیس کی طرف جھپٹی اور دوسری نے کہا۔ "دیا سلائی حاضر ہے جناب۔"

"بہت بہت شکریہ....!" حمید شائد پہلی بار اُن کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ جگدیش میٹرن سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ اُسے بتا رہا تھا کہ کس طرح اُسے اس وقت ایک بڑی دردناک سچویشن سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

یک بیک ایک نرس کسٹمز کوارٹر کے نام پر چونکی۔

"کن کوارٹرز کا تذکرہ ہے جناب۔" اُس نے پوچھا۔

"نیشنل لیدر فیکٹری کے قریب والے....!"

"کیا....؟" وہ بُری طرح بوکھلا گئی۔

حمید نے جگدیش کو اشارہ کیا کہ اب وہ خاموش رہے اور خود نرس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اٹھارواں کوارٹر....!"

"اوہ....اوہ....!" وہ اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی کرسی میں ڈھیر ہو گئی۔

"کیوں....؟" حمید کا لہجہ اس بار کھردرا تھا۔

"جج....جی....!" نرس چونک پڑی۔ "کچھ نہیں....!"

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے نادانستگی میں اُس سے کوئی غیر مناسب حرکت سرزد ہوئی ہو اور اب فکر ہو کہ کسی طرح اس کا ازالہ ہو جائے۔

"آپ اٹھارویں کوارٹر کے حوالہ پر کچھ۔" حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"نہیں.... قطعی نہیں.... نہیں تو جناب بھلا میں کیوں۔" وہ زبردستی ہنستی ہوئی بولی۔

"واہ.... ٹھیک ہی سنا تھا.... آپ کے بارے میں۔ بس جس کے پیچھے پڑ جائیں۔"

حمید نے جگدیش کی طرف دیکھا جو پلکیں جھپکائے بغیر نرس کو گھورے جا رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے میٹرن کی طرف مڑا.... "بھئی سنیئے.... میں انسپکٹر تک جلد از جلد پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"پانچ منٹ اور انتظار کیجئے۔" میٹرن نے جواب دیا.... اور دوسری نرس سے بولی۔ "کافی اور ہو تو مجھے بھی دو۔"

حمید نے سبھوں کی نظریں بچا کر جگدیش کو اشارہ کیا کہ وہ کمرے سے چلا جائے۔

میٹرن کافی پینے میں محو تھی اور دوسری نرس غالباً اس فکر میں تھی کہ ہیٹر پر کچھ مزید پانی بھی رکھ دے۔

حمید اُسی نرس کی جانب متوجہ رہا جس سے کوارٹر نمبر اٹھارہ کے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ لیکن وہ خلاء میں گھورے جا رہی تھی۔

باہر کھڑکی میں جگدیش کا چہرہ نظر آیا.... غالباً وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ برآمدے میں بھی اُس کی موجودگی ضروری ہے یا نہیں۔

حمید نے اُسے رکنے کا اشارہ کیا اور خود بھی باہر آ گیا۔ اُس کی حالت کافی سنبھل گئی تھی اور ذہن کسی بھی مسئلے سے الجھنے کے لئے تیار تھا۔

"اس پر کڑی نظر رکھو۔" اس نے جگدیش سے کہا۔ "اگر اپنے گھر جائے تو وہاں بھی باہر تمہارے کسی آدمی کی موجودگی ضروری ہے۔ شائد تم اسے پہلے سے جانتے ہو۔"

"ہوں....اُوں....!" جگدیش کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کوارٹر نمبر اٹھارہ سے متعلق وہ ضرور کوئی خاص بات جانتی ہے.... میں دیکھوں گا.... رجنی نام ہے۔"

حمید پرائیویٹ وارڈ کی طرف بڑھ گیا.... فریدی کے کمرے میں ایک نرس موجود تھی۔ حمید نے دروازے میں قدم رکھتے ہی فریدی کی بڑبڑاہٹ سنی۔ لیکن یہ کہنا محال تھا کہ وہ نرس سے مخاطب ہے، یونہی بڑبڑا رہا ہے۔

آنکھیں چھت سے لگی ہوئی تھیں.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دیر سے پلکیں نہ جھپکی ہوں۔ حمید بہ آہستگی بستر کے قریب پہنچا۔

فریدی کہہ رہا تھا۔ "درندگی.... اوہ.... وہ تنہا سا بچہ.... اپنے اُس بڑے خسارے سے ناواقف جس کے لئے وہ زندگی بھر روئے گا.... میرے معبود.... کیا آدمی سے زیادہ وحشی جانور بھی تو نے پیدا کئے ہوں گے.... میں پھر قسم کھاتا ہوں.... اُن میں سے ایک ایک کا سر کچل دوں گا.... نرس پانی....!"

پھر اُس نے حمید کی طرف گردن گھمائی تھی اور اُسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے اُس دردناک قتل میں اُس کا بھی ہاتھ رہا ہو۔

"گٹ آؤٹ....!" وہ یک بیک دہاڑا۔

"او کے.... باس....!" حمید نے سلیوٹ کرنے کے سے انداز میں ہاتھ اٹھایا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ نرس نے بھی اُسے اشارہ کیا تھا کہ وہ چلا ہی جائے۔

کیفیت سرسامی ہے۔ حمید نے سوچا لیکن زبان سے نکلنے والے الفاظ مفہوم رکھتے تھے۔ انہیں آنمل یا بے جوڑ نہیں کہا جا سکتا۔ تو گویا.... یہ آدمی.... بیہوشی کے عالم میں بھی عجیب ہی ثابت ہوا ہے۔

غیر متوقع طور پر راستے میں جگدیش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

"کیوں....؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ بیہوش ہو گئی ہے....!" جگدیش نے کہا۔

"کیسے....!"

"اس کا وینٹی بیگ سامنے والی میز پر رکھا ہوا تھا۔ دوسری نرس نے میٹرن کے لئے کافی بنائی تھی پیالی.... رکھنے کے لئے اُس نے وینٹی بیگ ایک طرف ہٹانا چاہا تھا۔ دفعتاً رجنی بوکھلائے ہوئے انداز میں کہتی اٹھی.... "ٹھہرو اسے ہاتھ نہ لگانا"....اور چار قدم چل کر ڈھیر ہو گئی۔"

"زہر....!"

"نہیں.... بس بیہوشی.... چہرہ پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔"

"ہوں.... تم نے وینٹی بیگ تو چیک کیا ہی ہو گا۔"

"اب.... ابھی تو نہیں....!"

"آؤ....!" حمید تیزی سے آگے بڑھتا ہوا بولا۔

بیہوش رجنی کو اسٹریچر پر لٹا کر باہر لے جایا جا رہا تھا.... حمید کی نظر سب سے پہلے وینٹی بیگ ہی پر پڑی.... وہ اب بھی میز پر ہی تھا.... یہاں شائد کسی نے اُس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

"کیا آپ یہیں تشریف رکھیں گے...." میٹرن نے دروازے میں رک کر پوچھا۔

"جی....!" حمید نے اُس کی طرف مڑے بغیر جواب دیا۔

اب اُن دونوں کے علاوہ کمرے میں اور کوئی نہیں تھا۔ حمید نے وینٹی بیگ اٹھایا۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا....!" جگدیش نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ساڑھے گیارہ روپے...." حمید نے گھٹی گھٹی سی آواز میں جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"اس بیگ میں صرف ساڑھے گیارہ روپے ہیں۔"

"پھر....؟" جگدیش نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"میں کیا بتاؤں۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ "ساڑھے گیارہ روپے کی اہمیت.... نہیں.... میرے بس سے باہر ہے.... میں کسی بنئے کی اولاد نہیں....!"

"پھر چوٹ کی تم نے....!" جگدیش جھنجھلا گیا۔ حمید اُس کی طرف دھیان دیئے بغیر بیگ کے دوسرے خانوں کا جائزہ لینے لگا.... جگدیش اُسے بدستور گھورے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد حمید نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور کنکھیوں سے جگدیش کی طرف دیکھا اور پھر پوری طرح متوجہ ہو کر بولا۔ "فریدی صاحب بے ہوش نہیں ہیں۔"

"ذرا لپک کر پوچھنا تو کہ تین بٹا چار کی چوتھائی کا کیا بنا۔"

"کیا مطلب....!"

"ہمارے نجی اشارے ہیں۔" حمید نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جلدی کرو۔"

"تین بٹا چار کی چوتھائی....!" جگدیش ذہن نشین کرنے کے سے انداز میں بڑبڑایا۔ "اچھا" اور پھر وہ دروازے کی جانب مڑ گیا۔

حمید کھڑکی سے دیکھتا رہا۔ جب وہ سامنے والی عمارت کے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گیا اُس نے وینٹی بیگ سے ایک پیکٹ نکالا اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

پھر وینٹی بیگ کو بھی دوبارہ اُس کی اصل جگہ پر پہنچانے میں دیر نہیں لگائی۔

چند لمحوں بعد وہ آرام کرسی میں پڑا ہوا پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔

دھندلکے پر افق کی سرخیوں کی چھوٹ پڑنے لگی تھی۔ پائپ سلگانے سے پہلے اُس نے ایک طویل انگڑائی لی۔

باہر برآمدے میں کھڑکی کے قریب ایک چہرہ نظر آیا.... لیکن وہ انسپکٹر جگدیش نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ کھڑکی سے ہٹ کر دروازے کے قریب آگیا۔ کوئی میل نرس معلوم ہوتا تھا۔ غالباً ڈیوٹی ہی پر تھا ورنہ جسم پر ایپرن کیوں ہوتا۔

"رجنی کا وینٹی بیگ یہی ہے نا....؟" اُس نے وینٹی بیگ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"پتہ نہیں....!" حمید نے شانوں کو جنبش دی۔

"وہ ہوش میں آگئی ہے....!" اُس نے کہا اور بیگ سنبھال کر کمرے سے نکل گیا۔

حمید کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوئی جارہی تھیں۔ لیکن اُس نے سو رہنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ اب وہ اپنی حرکت کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔ ایک ساتھ دو پانسے پھینکے تھے ایک تفریحاً تھا اور دوسرا کام کا۔ مگر تفریحی کیوں؟ کام ہی کے سلسلے میں تو وہ تفریح ہاتھ آئی تھی۔ یعنی جگدیش کی موجودگی میں وہ اُس وینٹی بیگ پر ہاتھ نہیں صاف کرنا چاہتا تھا۔

اُس نے سوچا.... "تین بٹا چار کی چوتھائی۔" فریدی کو فارسی بولنے پر مجبور کر دے گی.... پھر جگدیش پر جو کچھ بھی گذرے.... یقینی طور پر اُس کی حجامت بن گئی ہو گی.... حمید بے ساختہ مسکرا پڑا۔

پھر اُس کا ذہن بیہوش رجنی کی طرف منتقل ہو گیا۔ اب اُس نے اپنا وینٹی بیگ کھولا ہو گا....

اور وہ چیز تلاش کر رہی ہو گی جس کے لئے اُس نے وینٹی بیگ میں ہاتھ لگانے سے منع کیا تھا.... منع کیا تھا.... اوہ.... وہ یک بیک اچھل کر کھڑا ہو گیا.... ایک خیال تیزی سے اُس کے ذہن میں آیا تھا.... ہوش آنے پر تو وہ خود ہی دوڑی آتی.... کسی دوسرے سے بیگ منگوانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... تو پھر کیا وہ دھوکا تھا....؟ کوئی تیسری پارٹی بھی اس بیگ میں دلچسپی لے سکتی ہے.... کیا اور کوئی اُسے اڑا لے گیا۔

حمید تیزی سے اٹھا لیکن ابھی دروازے کی طرف مڑا بھی نہیں تھا کہ خود رجنی مخبوط الحواس لوگوں کے سے انداز میں کمرے میں داخل ہوئی۔

"میرا بیگ....!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی.... اور پھر دروازے کی طرف مڑی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس نے حمید کی طرف دیکھا ہی نہ ہو۔

اب وہ میٹرن سے مخاطب تھی۔ "میرا بیگ.... میرا بیگ....!"

میٹرن نے حمید کی طرف دیکھا۔

"یہاں میز پر ایک وینٹی بیگ موجود تھا۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

"پھر.... وہ کہاں گیا....!" رجنی وحشیانہ انداز میں چیخی۔

"کچھ دیر ہوئی ایک میل نرس تمہارے حوالے سے اٹھا لے گیا۔ اُس نے کہا کہ رجنی کو ہوش آگیا ہے.... اپنا وینٹی بیگ مانگ رہی ہے.... بس وہ لے گیا۔"

"یہ جھوٹ ہے....!" رجنی میٹرن کی طرف مڑی۔ "کھلا ہوا جھوٹ۔"

"ہاں.... یہ تو ابھی ہوش میں آئی ہے۔" میٹرن متفکرانہ انداز میں بولی پھر چونک کر پوچھا۔

"تم اُس کے لئے پریشان کیوں ہو۔ اُس میں کیا تھا.... کوئی بڑی رقم....!"

"رقم.... نہیں.... تت.... تصویر...." وہ شرابیوں کے سے انداز میں جھکولے لیتی ہوئی بولی۔ "بچاؤ.... مجھے بچاؤ سارجنٹ پلیز...." بیہوشی کا دوسرا حملہ۔

دوسری چوٹ

حمید ایک بار پھر فریدی کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

صبح کی پہلی کرنیں عمارت کی بالائی منزلوں پر رینگنے لگی تھیں۔

برآمدے میں پہنچ کر حمید نے رفتار کم کردی۔ اتنی احتیاط سے قدم اٹھا رہا تھا کہ پیروں کی چاپ قریب سے بھی نہ سنی جا سکتی۔

کمرے کا دروازہ بند تھا اور اندر سے آواز آرہی تھی۔ "تین بٹا چار کی چوتھائی.... تین بٹا چار کی چوتھائی.... تین بٹا چار کی چوتھائی۔"

جگدیش کی آواز پہچان لینے کے بعد حمید بدقت تمام اپنا قہقہہ روک سکا۔ پتہ نہیں اُس پر کیا گزری کہ وہ "تین بٹا چار کی چوتھائی۔" کا وظیفہ اتنی تیزی سے کئے جا رہا تھا۔

اُس نے ایک انگلی سے دروازے پر آہستہ آہستہ دستک دی.... دروازہ تھوڑا سا کھلا اور نرس کا سر باہر نکل آیا۔

"اوہ... سارجنٹ... پلیز... کسی طرح انسپکٹر کی جان بچایئے۔" نرس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب....!" حمید چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"وہ شاید آپ ہی کا کوئی پیغام لائے تھے.... فریدی صاحب کو غصہ آگیا۔ بولے کہ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ اور جب تک مجھ سے کوئی جواب نہ ملے بلند آواز میں پیغام دہراتے رہو۔"

حمید بے ساختہ ہنس پڑا لیکن نرس اُسے اس طرح گھورنے لگی جیسے اُس کی ذہنی صحت مندی پر بھی شبہ کر رہی ہو۔

"مجھے اندر جانے دو...." حمید نے سنجیدگی اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں... معافی چاہتی ہوں جناب انہوں نے کہا ہے کہ اب کسی کو بھی اندر نہ آنے دوں۔"

"تو پھر جگدیش کیسے باہر آئے گا۔"

"دیکھئے میں پھر کوشش کرتی ہوں....!" نرس نے کہا اور سر اندر کھینچ کر پھر دروازہ بند کر لیا۔

کچھ دیر بعد دروازہ پھر کھلا اور چشم زدن میں بند ہو گیا۔ جگدیش حمید کے قریب کھڑا ہانپ رہا تھا۔ ایسا لگا جیسے اُسے کمرے سے دھکیل کر دروازہ بند کیا گیا ہو۔

"کیا ہوا....؟" حمید نے بڑی صفائی سے قہقہہ ضبط کیا۔

جگدیش نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ بس ہانپتا اور خواہ مخواہ مسکراتا رہا.... جھینپی ہوئی

مسکراہٹ بار بار ہونٹوں پر نظر آتی اور اس طرح غائب ہو جاتی جیسے کسی آٹو میٹک کنٹرول کی رہین منت ہو.... پھر یک بیک وہ بالکل سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"کیا بات ہے.... تم بولتے کیوں نہیں۔"

"انسپکٹر صاحب کی ذہنی حالت....؟" جگدیش نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"اوہ تو کیا.... وہ اب بھی سرسام کے زیر اثر ہیں۔"

"خدا جانے.... لیکن.... اوہ تم خود سوچو.... میں نے تمہارا پیغام اُن تک پہنچانے سے پہلے نرس سے پوچھ لیا تھا.... اُس نے بتایا کہ وہ ہوش میں ہیں اُن سے گفتگو کی جا سکے گی.... میں نے تمہارا پیغام پہنچایا بس ایک دم بھڑک اٹھے.... کہنے لگے دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ اور اس وقت تک پیغام دہراتے رہو جب تک کہ میں کوئی جواب نہ دوں.... پون گھنٹہ ہو گیا.... اب بتاؤ۔"

حمید کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار نظر آئے.... وہ پھر دروازے کی طرف بڑھا اور دستک دی۔

"دفع ہو جاؤ" اندر سے فریدی کی غراہٹ سنائی دی۔ "چلے جاؤ ورنہ جان سے مار دوں گا۔"

حمید پھر پیچھے ہٹ آیا۔

"ب.... بیچاری.... نرس....!" جگدیش ہکلایا۔

"کیوں.... نرس کو کیا ہوا....!"

"دم نکلا جا رہا ہے غریب کا.... مگر ڈیوٹی.... ڈیوٹی ہے۔"

"بیوٹی۔" حمید نے بائیں آنکھ دبائی.... پھر یک بیک سنبھل کر بولا۔ "چلو.... رجنی پھر بیہوش ہو گئی ہے۔"

ساتھ ہی اُسے بعد کی کہانی بھی دہرانی پڑی۔

"م.... مگر.... وینٹی بیگ میں تو کوئی ایسی خاص چیز بھی نہیں تھی۔" جگدیش نے کہا۔

"خدا جانے....!" حمید لاپروائی سے بولا۔ وہ میٹرن کے کمرے کے قریب پہنچ چکے تھے۔

کمرہ خالی نظر آیا.... برآمدے میں ایک مڈوائف نے بتایا کہ وہ لوگ بیہوش رجنی کو آپریشن تھیٹر کی طرف لے گئے ہیں اور اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔

حمید نے تیزی سے قدم بڑھائے اور پھر دوڑنے لگا۔ وہ آپریشن تھیٹر کی طرف جا رہا تھا۔

"ٹھہرو تو.... سنو تو سہی۔" جگدیش نے آواز دی لیکن رکنا تو درکنار حمید نے مڑ کر دیکھا تک نہیں۔

آپریشن تھیٹر والے برآمدے میں میٹرن سے مڈبھیڑ ہوئی۔

"اوہ سارجنٹ.... خدا اُسے زندہ رکھے میرا خیال ہے کہ برین کی کوئی رگ پھٹ گئی ہے۔" میٹرن نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "وہ بہت زیادہ مضطرب نظر آ رہی تھی۔"

"پھر....!"

"ڈاکٹر بنرجی اُسے دیکھ رہے ہیں۔"

"آپریشن....!"

"فوری طور پر نا ممکن ہے۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے جیب میں پڑے ہوئے سخت سے پیکٹ کو ٹٹولا اور پھر جگدیش کو گھورنے لگا۔

"کتنے میل نرس اس وقت ڈیوٹی پر ہیں...." تھوڑی دیر بعد اُس نے میٹرن سے پوچھا۔

"رجسٹر دیکھ کر بتا سکوں گی۔"

ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ تمام میل نرس بھی طلب کر لئے گئے جو رات کی ڈیوٹی ختم کر کے اپنے کوارٹرز میں آرام کر رہے تھے.... لیکن حمید کو وہ آدمی نہ مل سکا جو رجنی کا وینٹی بیگ لے گیا تھا۔

پھر وہ پیکٹ حمید کے ذہن میں بُری طرح چبھنے لگا.... اُس کا اندازہ تھا کہ اُس میں کچھ رنگین لفافے اور تصاویر ہیں.... جن کے گوشے پھٹے ہوئے پیکٹ سے جھانکتے نظر آئے تھے۔

فریدی کا رویہ سمجھ سے باہر تھا۔ وہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اسے کیا سمجھا جائے۔

اب تو بھوک اور نیند کی وجہ سے حالت غیر ہونے لگی تھی.... اُس نے سوچا کھسک ہی جانا چاہئے.... لیکن فریدی.... اور رجنی تو اب بھی بیہوش پڑی تھی۔

ماہرین کی رائے تھی کہ فوری طور پر آپریشن خطرناک ثابت ہوگا۔ اس لئے وہ آپریشن تھیٹر سے باہر نہ لائی گئی۔

کچھ دیر بعد فریدی پر بھی ماہرین کی ایک ٹیم جھک پڑی.... لیکن حمید اُن کا فیصلہ سننے کے

لئے وہاں نہ ٹھہر سکا۔ بھوک نیند اور جیب میں پڑے ہوئے پیکٹ نے اُسے کوٹھی کی راہ لینے پر مجبور کر ہی دیا۔ سب سے زیادہ اضطراب پیکٹ سے متعلق تھا.... آخر کیا تھا اس میں؟

بھوک کی شدت نے اُسے آرلکچو کی کمپاؤنڈ میں رکنے پر مجبور کر دیا۔

کیڈی سے اُترا اور سیدھا انکوائری کیبن کی طرف چلا گیا۔ فون پر پولیس ہسپتال کے نمبر رنگ کئے۔ فریدی اور رجنی کے متعلق تازہ ترین اطلاعات چاہتا تھا۔

رجنی اب بھی بیہوش تھی اور فریدی کا بخار ہلکا تھا لیکن ذہنی کیفیت اعتدال پر نہیں آئی تھی۔ حمید نے ریسیور رکھ کر ایک طویل سانس لی اور ڈائننگ ہال کی طرف چل پڑا۔

بھوک کی شدت میں اکثر پہلا ہی نوالہ ذہن پر کچھ ایسے ناگوار اثرات مرتسم کرتا ہے کہ کھانے سے توبہ ہی کرتے بن پڑتی ہے.... حمید نے بھی سلائس رکھ دیا اور فی الحال صرف چائے پر ٹالنے کی کوشش کی.... وہ جانتا تھا کہ شائد دن میں سونا بھی نصیب نہ ہو۔ اس لئے معدے کو جتنا ہلکا رکھا جائے اتنا ہی بہتر ہوگا۔

چائے کی دو پیالیاں حلق میں انڈیل کر اُس نے کوٹ کی اندرونی جیب ٹٹولی۔

کہاں دیکھا جائے اسے؟.... اُس نے سوچا۔ گھر تک پہنچنے میں تقریباً بیس منٹ صرف ہوتے.... اور یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ آرلکچو سے نکلتے ہی وہ گھر کی طرف روانہ ہو جاتا۔

تھوڑی دیر تمباکو نوشی کے بعد وہ اٹھا اور سیدھا غسل خانوں والی لائین کی طرف چلا گیا.... تصویر....؟ کیسی تصویر ہوگی.... وہ سوچ رہا تھا۔

باتھ روم کا دروازہ بہت احتیاط سے بند کیا.... سوئچ آن کر کے بلب روشن کیا.... اور جیب سے پیکٹ نکال کر متفکرانہ انداز میں اُسے اُلٹتا پلٹتا رہا.... پھر فیتہ کھولنے لگا۔

"اوہ....!" اُس کے ہونٹوں نے تنگ سا دائرہ بنایا.... تصویر....؟ مگر تصویر کیوں؟

وہ تو درجنوں تصویریں تھیں.... مختلف افراد کی....

عورتیں.... مرد اور بچے.... بہتیرے کارڈوں پر صرف مناظر تھے ایک بھی ایسی تصویر نہ دکھائی دی جسے وہ کسی قسم کی اہمیت دے سکتا۔

پیکٹ دوبارہ باندھ کر جیب میں ٹھونستا ہوا باتھ روم سے نکل آیا۔ اُس کے ہونٹوں کے کھنچاؤ سے بیزاری مترشح تھی۔ پھر گھر پہنچتے پہنچتے اُسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے پلکیں متورم ہو گئی

ہوں۔ آنکھوں میں شدید قسم کی جلن موجود تھی۔

چار بجے شام تک اُس کی خواب گاہ میں خراٹے گونجتے رہے اور خراٹے بھی ایسے کہ دروازہ پیٹے جانے کا شور بھی اُن میں مدغم ہو کر رہ جاتا۔ بھلا پھر آنکھ کیسے کھلتی۔ ملازموں کو دانتوں پسینہ آگیا تھا اور جگدیش اُن کے سروں پر مسلط تھا.... بدقت تمام حمید جاگا.... اور اچھی طرح ہوش آ ے پہلے ہی اُس نے رجنی کی موت کی خبر سنی.... آپریشن ہو جانے کے بعد ڈاکٹر مطمئن تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ خطرے سے باہر تھی۔ آپریشن کامیاب ہوا تھا.... لیکن اچانک تین بجے بیہوشی کی حالت میں اُسے خون کی قے ہوئی اور پھر اُس نے دم توڑ دیا۔

ن ماہرین اس پر متفق ہیں کہ حقیقتاً اُس کی موت کسی قسم کے زہر سے واقع ہوئی ہے۔" جگد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" حمید نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"آپریشن کے بعد ہی زہر انجکٹ کیا گیا تھا....!"

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... ابھی پوسٹ مارٹم نہیں ہوا۔ لیکن زہر کی ساری علامات موجود ہیں۔"

"ہوں....!" حمید کسی سوچ میں پڑ گیا.... جگدیش اُسے اپنے ساتھ باہر لے جانا چاہتا تھا۔ کسٹمز کوارٹر کے اٹھارویں مکان تک جہاں پچھلی رات ایک دردناک قتل ہوا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اُن کی جیپ سڑک پر نظر آئی۔

"کیا رجنی کی موت...." جگدیش نے کچھ کہنا چاہا لیکن حمید نے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

"میری سنو....!" وہ سامنے نظر جمائے ہوئے بولا۔ "فریدی صاحب اب کس حال میں ہیں۔"

"وہ ابھی تک مجھے نہیں پہچان سکے۔" جگدیش نے طویل سانس لی۔

"بخار....!"

"بخار قطعی نہیں ہے....!"

"میں نہیں سمجھ سکتا۔ کیا چکر ہے...." حمید بڑبڑایا۔ "پچھلی رات تو سرسامی کیفیت کے دوران میں ہذیان بھی بے ربط نہیں تھا۔ اب کیا ہوا۔"

جگدیش کچھ نہ بولا۔ جیپ پرنسٹن کے علاقے میں فراٹے بھر رہی تھی۔ اس وقت جیپ غالباً

اسی لئے نکالی گئی تھی کہ وہ سڑک سے جانے کی بجائے مختصر ترین راستہ اختیار کریں۔ لیکن منزل مقصود تک پہنچنے سے قبل ہی سورج غروب ہو گیا۔

"کیا مصیبت ہے۔" کچھ دیر بعد حمید بڑبڑایا۔ "کیا ہم راستہ بھٹک گئے ہیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"سوچ رہے ہو۔" وہ اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "اور یہ جیپ تمہارے خیالات کی پابند ہے!"

"یار سمجھ میں نہیں آتا کہ تم جیسے لوگ اس محکمے کا رخ کیوں کرتے ہیں۔"

"اسے تو مجھے کیوں کھانے دوڑتے ہو.... اسٹیئرنگ تمہارے ہاتھ میں ہے یا میرے۔"

"غلط جا رہے تھے تو ٹوکنا چاہئے تھا مادھو جی....!"

"اتنے عقلمند آدمی کو ٹوکنا بھی حماقت ہے۔" جگدیش بھی شائد تفریح کے موڈ میں تھا۔

"ایڈیٹ....!" حمید ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑایا۔ پھر جھلا کر بولا۔ "پتہ نہیں ہم کدھر جا رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ لیدر فیکٹری دور نہیں ہے.... کیا تم ایک خاص قسم کی بو نہیں محسوس کر رہے....!"

"اتنی تیز بو رکھنے والوں کے گلے میں پٹہ نظر آتا ہے اور وہ باندھ کر رکھے جاتے ہیں۔" حمید نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"فکر نہ کرو.... اس راستے پر گاڑی لگائے رکھو.... پہنچیں گے ضرور۔" جگدیش اُس کی جھلاہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

راستہ کچا تھا جس پر بیل گاڑیوں کے پہیوں کے گہرے نشانات تھے اور دونوں طرف اونچی اونچی کھائیوں پر سرکنڈے کی جھاڑیاں تھیں۔

دفعتاً بائیں جانب سے کسی سیاہ سی چیز نے جیپ پر چھلانگ لگائی اور ٹھیک پچھلی نشست پر آئی.... اور دو فولادی پنجے اُن دونوں کے گردنوں میں پیوست ہو گئے۔

"گاڑی روکو....!" پتہ نہیں آدمی کی آواز تھی یا کسی چیتے کی غراہٹ.... حمید نے یکلخت گاڑی روک دی۔ لیکن انجن نہیں بند کیا۔

پھر یک بیک اُس نے دیکھا کہ جگدیش اپنی سیٹ سے اچھل کر دائیں جانب والی جھاڑیوں میں

جا گرا۔

”خبر دار.... جہاں ہو وہیں ٹھہرو۔“ میرے ہاتھ میں ریوالور ہے.... اور اُس کا رخ تمہاری ہی طرف ہے۔“ غراہٹ نما آواز پھر حمید کے کانوں سے ٹکرائی غالباً حملہ آور نے جگدیش کو مخاطب کیا تھا۔ اُس کا داہنا ہاتھ تو اب بھی حمید کی گردن ہی پر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فولادی انگلیاں گوشت اور پٹھوں کو چھیدتی ہوئی گردن کی ہڈی تک پہنچ جائیں گی۔

دوسری طرف جگدیش سوچ رہا تھا خود اُس کے ہولسٹر میں ریوالور تو موجود ہے.... لیکن وہ کرے گا کیا؟.... اگر فائر کرے تو ہو سکتا ہے کہ حمید ہی کے گولی لگ جائے.... اندھیرے میں دونوں کے درمیان فرق کرنا بڑا مشکل کام تھا۔

پھر یک بیک وہ مجسم جھلاہٹ بن گیا۔ بُری طرح تاؤ آیا حملہ آور پر کیونکہ اُس نے اُسے ایک ہلکے پھلکے بچے کی طرح جیپ سے اچھال کر پھینکا تھا۔ اگر وہ ذرہ برابر بھی مزاحمت کرتا تو اُس وقت شائد گردن شانوں پر موجود نہ ہوتی۔ حملہ آور کی گرفت اتنی ہی مضبوط تھی۔

ادھر حمید نے چاہا تھا کہ اسٹیئرنگ سے ہاتھ ہٹائے دفعتاً حملہ آور غرایا۔

”نہیں.... دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر رکھو.... ورنہ ختم ہی کر دوں گا۔“

ساتھ ہی گردن پر اُس کی گرفت کچھ اور تنگ ہو گئی۔ حمید نے محسوس کیا کہ اُس کی دھمکی غلط نہیں ہو سکتی۔ دم گھٹ جانے میں کوئی کسر باقی نہ رہے گی۔“

پھر اُس کی کوٹ کی اندرونی جیب میں تصویروں کا پیکٹ اس طرح غائب ہو گیا جیسے خود اُسی کے پر لگ گئے ہوں۔

داہنی جانب کی جھاڑیوں میں زوردار قسم کی کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔ حملہ آور ایک ہی جست میں اوپر پہنچ کر غائب ہو چکا تھا۔

حمید کا سر اسٹیئرنگ سے اس طرح ٹکرایا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ کنپٹیاں سنسنا رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اب وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہی نہ ہو سکے گا۔ پتہ نہیں اُس گرفت نے کون سی رگیں بھینچ ڈالی تھیں....

دوسری طرف جگدیش ان حالات سے بے خبر زمین سے چپکا ہوا کسی تیندوے کی طرح آہستہ آہستہ کھائی سے نیچے اتر رہا تھا۔

جیپ کی پشت پر پہنچ کر اُس نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑیں۔ اسٹیئرنگ پر ایک گٹھر سا نظر آیا.... بے حس و حرکت.... البتہ گہری گہری سانسوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

پھر جیب سے سگریٹ لائٹر نکالنا پڑا.... کیونکہ چھوٹی ٹارچ اس اُچھل کود کے دوران کہیں گر گئی تھی۔

حمید اسٹیئرنگ پر ڈھیر تھا.... اُس نے اُسے ہلا جلا کر آوازیں دیں....

حمید نے سر اٹھایا.... آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں.... انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی۔

”مجھے ہسپتال لے چلو....!“ اُس نے کہا۔

”اُس نے کیا.... کیا....؟“

”بکومت....!“ حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔ ”اسٹیئرنگ کرو....!“

”کہاں.... چلو گے۔“

”جہنم میں....!“ حمید آگے پیچھے جھولتا ہوا بولا۔ ”کیونکہ وہاں والد صاحب سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔ بہت مذہبی آدمی ہیں....!“

”کوارٹر نمبر اٹھارہ....!“

”دس آٹھ.... اٹھارہ.... دس نوانیس.... دس دہائیں.... دہائیں.... دہائیں....!“

اُس کی گردن پشت گاہ پر ڈھلک گئی.... بیہوش ہو چکا تھا۔

واپسی

جگدیش بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔ بمشکل تمام اُس نے حمید کو پچھلی سیٹ پر ڈالا اور لائٹر جلا کر بیہوشی کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی کیونکر ہوتی.... گردن پر زخم تو نہیں تھے۔

ایک بار پھر اُسے پولیس ہسپتال کا رخ کرنا پڑا.... یہ اور بات ہے کہ کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے ہی حمید پوری طرح ہوش میں آگیا ہو۔

”کہاں لے آئے....!“ اُس نے کہنی کے بل اٹھتے ہوئے پوچھا۔

”ہسپتال....!“ جگدیش خوش ہو کر بولا۔

"گدھے ہو.... نیاگرا لے چلو.... آج وہاں کا کیبرے ہے۔"

"کیا مصیبت ہے....“ جگدیش ہونٹوں میں بڑبڑایا۔

"کیبرے مصیبت ہے.... کیوں....؟“ حمید غرایا۔

"ابھی تو مر رہے تھے.... اور اب کیبرے....!“ جگدیش جھنجھلا گیا۔

"چلو مارٹینی پلاؤں گا.... بھوک کھل جائے گی....“ حمید نے نرم لہجے میں کہا۔

"گدھے ہو.... مجھے انسپکٹر صاحب کی فکر ہے۔"

"کسی پاگل کی فکر میں مرے تو اگلے جنم میں پاگل کتا بنا دیئے جاؤ گے۔"

"تمہیں پرواہ نہیں ہے۔"

"مجھے ایسے آدمیوں سے ذرہ برابر دلچسپی نہیں جو سرسام کی حالت میں ڈھنگ کی باتیں کریں اور نارمل کنڈیشن میں کاٹنے دوڑیں۔"

"چلو.... کم از کم.... خیریت تو دریافت ہی کر لیں۔" جگدیش نے نرمی سے کہا۔ کیبرے کے نام پر خود اُس کے دل میں بھی گدگدیاں سی ہوا ٹھی تھیں.... پھر خیریت بھی دریافت ہو گئی.... اور ایسی کہ حمید بائیں ٹانگ پر ناچ کر رہ گیا۔

ڈیوٹی ڈاکٹر نے بتایا۔ "وہ سر شام ہی گھر چلے گئے.... بالکل ٹھیک تھے۔ ہم نے ٹیکسی منگوانی چاہی تھی.... لیکن انہوں نے کہا ضرورت نہیں.... ٹہلتا ہوا نکل جاؤں گا۔"

"سنا تم نے....!" حمید نے اتنی اونچی آواز میں کہا جیسے جگدیش بہرہ ہو۔

اور پھر وہ سچ مچ نیاگرہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ دونوں کی گردنیں بُری طرح دکھ رہی تھیں۔ جگدیش کو حملہ آور پر پھر تاؤ آ گیا تھا اور حمید سوچ رہا تھا کہ آخر کار پکٹ ہاتھ سے نکل ہی گیا.... رجنی کی موت اور نمبر اٹھارہ کے قتل کا تعلق کسی حد تک واضح ہو ہی گیا تھا۔

"آخر حملہ آور تھا کون.... مقصد کیا تھا....!" دفعتاً جگدیش نے پوچھا۔

"ہمارا ایک بہت بڑا ہمدرد جو ہمیں ان الجھیڑوں سے نجات دلانا چاہتا تھا مگر بدنصیبی کہیں بھی ساتھ نہیں چھوڑتی.... ایسی بھی کیا سخت جانی.... اُف فوہ! خیر ٹالو.... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ اسپینی پارٹی بڑی شاندار ہے.... پچھلے سال بھی آئی تھی۔ اس میں ایک لڑکی میلی رون ہے.... آرکسٹرا کے ساتھ گاتی ہے.... جب والٹز کی موسیقی پر کوئی اسٹار لائٹ سیرے نیڈ

چھیڑتی ہے تو ہائے.... ارے میں تو پچھلے سال بھی ساڑھے تین مہینے تک اُس پر عاشق رہا تھا۔"

"یار تمہارے عشق میری سمجھ میں نہیں آتے۔"

"اپنے ہی کب آتے ہیں! تم کہتے ہو کہ تمہیں اپنی سالی سے عشق ہے....!"

"کیا بکتے ہو....!" جگدیش جھنجھلا گیا۔

"اچھا تو پھر.... مجھے ہی ہو گا۔"

"گاڑی سے نیچے پھینک دوں گا۔"

"کوشش کرو.... اور اپنی سالی کا دل توڑ دو.... اُف فوہ.... یہ سالی بھی کیا چیز ہوتی ہے۔"

"ٹھہر تو سالی بتاتا ہوں....؟ مگر ایک بات ہے پیارے.... سالی اگر کالی نہ ہو تو اُسے سالی سمجھنے کو جی نہیں چاہتا.... سالی.... کالی.... گالی.... اور اُس کے بعد مولانا حالی

بجے سر پہ طبلہ تو ٹھینگے سے اُنکے"

"جیب میں بوتل بھی تھی کیا....؟" جگدیش نے حیرت سے کہا۔ "نشے میں ہو؟"

"کسی کی بھی سالی ہو میرے لئے بے حد نشہ آور ہوتی ہے.... اس لئے دو چار سالیوں کے پتے لکھوا دو.... اپنی یا پرائی کی قید نہیں۔"

"حمید بھائی اب پٹ جاؤ گے۔"

اور حمید نے موج میں آکر انگلش ٹون میں گانا شروع کر دیا۔

"میلی رون.... میلی رون....!

کتا ہیزائے ڈرائی بون

میلی رون.... ای اُو.... ای اُو ای

میں دکھیا کتے سے بھی بدتر....

سمجھ مجھے اک اداس خچر

وہاٹ آہیٹر یڈیو ہیوشون

فارمی رون

ای اُو ای.... ای اُو ای.... ای اُو"

جگدیش قہقہے لگاتا رہا۔ حمید اُن ناخوشگوار اثرات سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا جو پچھلی رات سے

اس وقت تک اُس کے ذہن پر مرتسم ہوتے رہے تھے۔

نیاگرا کے ڈائننگ ہال میں تل رکھنے کی بھی جگہ نہ دکھائی دی۔

یہاں کی میزوں کی بکنگ دن ہی دن ہو جاتی تھی.... اور خصوصیت سے جب کوئی اسپیشل پروگرام ہو تب تو تین چار دن پہلے بکنگ کرائے بغیر مناسب جگہ نہیں ملتی تھی۔

انکوئری بوتھ ہی سے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ کیمرے ڈنر میں جگہ نہ مل سکے گی۔

جگدیش نے اس ناکامی پر طنزاً کہا "واقعی بڑے بااثر آدمی ہو....!"

اور حمید کو باقاعدہ طور پر تاؤ آگیا.... کہنے لگا۔ "اچھا ٹھہرو دیکھو.... اثر بھی دیکھو.... بتاؤ کہاں بیٹھو گے۔"

"فرنٹ رو....!"

"یہیں ٹھہرو....!" کہتا ہوا وہ اُس راہداری میں مڑ گیا جہاں منیجر کا کمرہ تھا۔

جگدیش نے بُرا سا منہ بنا کر سر کو جنبش دی اور بوتھ کے کاؤنٹر سے کمر لگا کر کھڑا ہو گیا۔

تقریباً دس منٹ بعد حمید کی واپسی ہوئی۔ لیکن موڈ بہت زیادہ خراب معلوم ہو رہا تھا۔

"کیوں کیا ہوا....؟" جگدیش کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا لیکن اب کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔"

"منیجر پر رعب نہیں پڑا شاید....!"

"خدا کی قسم شدت سے بور ہوں.... بکواس مت کرو۔"

جگدیش نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور حمید کے پیچھے چلتا رہا۔ لیکن جب وہ باہر جانے لگا تو جگدیش نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "ٹھہرو.... اب میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ میں کتنا بے اثر ہوں۔"

"خود ہی دیکھو....!" حمید جھلا کر مڑا۔ "مجھے تو ملک الموت نے آواز دی ہے۔"

"کچھ بکو بھی تو....!"

جیسے ہی میں نے منیجر کو اپنا وزیٹنگ کارڈ دیا دیکھتے ہی اچھل پڑا اور بے حد مسرور ہو کر بولا۔ "آپ نے بڑی مشکل آسان کر دی.... بھلا میں آپ کو کہاں ڈھونڈتا پھرتا۔"

"کالنگ سسٹم یہاں ختم کر دیا گیا ہے.... ہاں تو جناب آپ کے لئے آپ کے آفیسر کا پیغام

ہے.... فوراً کوٹھی پہنچئے۔"

"اچھی بات ہے۔" جگدیش نے طویل سانس لی۔ "جاؤ بھئی۔ میں ٹیکسی سے آجاؤں گا۔"

"کیا....؟" حمید نے آنکھیں نکالیں.... "تم ہوش میں ہو یا نہیں۔ یعنی تم یہاں عشق کرو گے.... اور میں....!"

"آہستہ بولو یار....!" جگدیش چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اب بات دراصل یہ ہے کہ.... یعنی کہ....!"

"ایڈیٹ.... " حمید مسکرایا۔ "میں دس عدد آنکھیں رکھتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ یہاں تمہیں کچھ دیر پہلے لتا نظر آئی تھی۔"

"مار ڈالا....!" جگدیش کے حلق سے کراہ سی نکلی۔

"اور وہ اس وقت اپنے انکل کی بجائے کسی ایسے آدمی کے ساتھ تھی جسے تم کینہ توز نظروں سے دیکھتے ہو۔"

"اس لئے مجھ پر رحم کرو۔" جگدیش گھگھیایا۔

"ہوں....!" حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اچھی بات ہے! لیکن یاد رہے کہ تم آج رات کے واقعہ کا تذکرہ کسی سے بھی نہیں کرو گے۔"

"نہیں پیارے بھائی ہرگز نہیں.... " جگدیش احمقانہ انداز میں چہکا۔ "مجھے تو اٹھا کر پھینک دیا تھا سالے نے.... یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔"

"جاؤ.... لتا حافظ....!" حمید تیزی سے پورچ کی طرف مڑ گیا۔

جیپ جو آندھی اور طوفان کی طرح شہر کی جانب روانہ ہوئی تھی ٹھیک سولہویں منٹ پر کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں نظر آئی۔

فریدی بیرونی برآمدے ہی میں ملا اور اوور کوٹ میں تھا۔ سر کی پشت پر جمی ہوئی فلٹ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ابھی ابھی باہر سے واپس آیا ہے۔

"تمہارا چہرہ اترا ہوا ہے.... " فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"ٹٹو سے نہیں جیپ سے اترا ہے.... اس لئے فکر نہ کیجئے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"بیٹھ جاؤ....!" فریدی نے سامنے والی آرام کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں.... ہاں....!"

"آدمیوں کی طرح بات کرو.... میں الجھن میں ہوں....!"

"ہونا بھی چاہئے.... میں یہاں آپ کیلئے کوئی ایسی نرس مہیا نہ کر سکوں گا جو آپ کیساتھ کمرے میں بند ہو سکے.... خدا رحم کرے میرے حال پر.... لیکن یہ تو بتایئے جناب یہ آپ کا دورہ اتنی جلدی کیوں مفقود ہو گیا۔ وہ نرس بیچاری اپنی زندگی میں خلاء سی محسوس کرنے لگی ہے۔"

"بکواس بند کرو....!" فریدی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔ "وہ تصویر مجھے دو۔"

"کونسی تصویر....!"

"جو رجنی کے بیگ سے نکالی تھی۔"

"اڑتی پڑتی سن لی ہوگی....!" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ایک تصویر نہیں درجنوں تھیں اُس میں۔"

"جگدیش کو تم نے غالباً اسی لئے میرے پاس بھیجا تھا کہ وینٹی بیگ پر ہاتھ صاف کر سکو....!" فریدی مسکرایا۔

"آپ کا خیال غلط نہیں ہے۔"

"پھر میں کیوں نہ اُسے روک کے رکھتا۔"

حمید اچھل پڑا اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے گھورنے لگا جیسے وہ اسپنوزا کی فلاسفی پر اظہار خیال کرتے ہوئے اچانک دادرہ الاپنے لگا ہو۔

"ہوں.... تصویریں نکالو....!" فریدی نے سگار کیس سے ایک سگار منتخب کرتے ہوئے کہا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے.... فریدی سختی سے باز پرس کرتا آخر تک بھی کیا تھی تصویریں جیب میں لئے پھرنے کی.... کیسی حماقت سرزد ہوئی تھی....؟ شام کو جگدیش کے ساتھ روانگی سے پہلے اُس نے تصویروں کا پیکٹ رکھنے کے لئے تجوری کھولی تھی.... پیکٹ رکھا تھا.... اور پھر نکال کر کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا تھا.... کس خیال کے ماتحت یہ حرکت سرزد ہوئی تھی.... اس وقت اُسے یاد نہ آیا۔

مجبوراً فریدی سے سب کچھ بتا دینا ہی پڑا۔

"تم سے بڑا گدھا آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔" فریدی غرایا۔

"کل پھر نہ گذرے گا.... لہٰذا آج ہی تصویر کھینچ کر رکھ لیجئے....!" حمید کو غصہ آ گیا۔

"تم دونوں نے اس کا اندراج روزنامچوں میں کیا یا نہیں۔"

"میں تو اس وقت بھی کر سکتا ہوں.... لیکن وہ لتامچے میں تمامچہ کر رہا ہوگا۔"

"کیا بک رہے ہو.... اُسے فوراً یہاں بلاؤ۔"

"مشکل ہے! نیاگرہ والوں نے یہاں سے کالنگ کا سسٹم ختم کر دیا ہے۔"

"اس وقت وہ اپنا اصول توڑنے پر مجبور ہوں گے.... میں منیجر کو رنگ کرتا ہوں۔" فریدی اٹھ کر اندر چلا گیا اور حمید وہیں بیٹھا رہا۔

دس منٹ گذر گئے.... اور حمید اونگھنے لگا.... نیند پوری نہیں ہوئی تھی اس لئے سردی کے باوجود بھی آنکھ لگ گئی۔

پھر شائد فریدی کے جھنجھوڑنے ہی پر اٹھا تھا.... بوکھلا کر گھڑی دیکھی تب اُسے معلوم ہوا کہ وہ تقریباً پون گھنٹے تک آرام کرسی ہی میں پڑا سوتا رہا ہے۔

"رمیش نے اپنی رپورٹ درج کر دی ہے.... اب تم لکھو۔" فریدی نے کہا۔

"خدا سمجھے۔" حمید آنکھیں ملتا ہوا بڑبڑایا اور پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ چہرے کے قریب گرم گرم بھاپ محسوس ہوئی۔

کافی کا پیالہ فریدی نے اس انداز میں بڑھایا تھا جیسے ہونٹوں ہی سے لگا دے گا۔

"جھلاہٹ کے باوجود بھی شکریہ۔" حمید کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

کافی سے بڑا سکون ملا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی نے ساری جسمانی اور ذہنی تھکن نچوڑ لی ہو۔

فریدی بڑبڑا رہا تھا۔ "اب ان جرائم پیشہ لوگوں کو اتنی جرأت ہونے لگی ہے کہ ہم پر اس طرح حملہ کر سکیں.... میرا دل چاہتا ہے کہ تم دونوں کو گولی مار دوں، وہ تنہا تھا.... اگر تم چاہتے....؟"

"پلیز....!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "زندگی میرے لئے ایک کھلونا سہی لیکن اندھیرے سے آئے ہوئے تیر کا رخ کون موڑ سکا ہے۔"

"کسی تھرڈ کلاس اسٹنٹ فلم کا مکالمہ....!" فریدی نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ختم کیجئے ورنہ میرے دماغ کی شریانیں بھی پھٹ جائیں گی۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا تھا کہ میں نیاگرہ میں ملوں گا۔"

"پچھلے سال بھی میلی رون کے عشق میں مبتلا رہ چکے ہو.... سب سے پہلے نیاگرہ کے اشتہا ہی پر نظر پڑی ہو گی۔"

"ہوں.... خیر.... کیا دوسرا کپ بھی مل سکے گا۔"

"اپنی مدد آپ کرو...." فریدی نے ٹرالی کی طرف اشارہ کیا۔

"خیر.... خیر.... لیکن شہد کی مکھی سے کب تک محروم رہوں گا۔"

"ابھی بتاؤں گا کیونکہ تمہیں صبح کی گاڑی سے رتن پور پہنچنا ہے۔"

"رتن پور....!" حمید ٹرالی کے قریب رک کر مڑا۔

"ہنی کلکٹرس سنڈیکیٹ کا ہیڈ آفس وہیں ہے....!"

"لیکن بات تو کوارٹر نمبر اٹھارہ کی تھی....!"

"اب بھی ہے.... موت کے فرشتے نے وہاں تک رہنمائی نہیں کی تھی۔ رام گڈھ میں جس آدمی کا تعاقب کیا تھا وہ شہد کی مکھی ہی والی تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس کے ذریعہ دو چار مزید ممبروں سے روشناسی ہوئی تھی۔ راجروپ نگر تک اُن کا تعاقب کرتا ہوا آیا تھا۔ اور وہیں یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ وہ کوارٹر نمبر اٹھارہ کے کسی مکین پر کسی سلسلے میں تشدد کرنا چاہتے ہیں۔"

حمید کافی کا پیالہ سنبھالے ہوئے پھر آرام کرسی کی طرف پلٹ آیا تھا۔ دو تین چسکیاں لے کر بولا۔ "رجنی اُس عورت کو جانتی تھی دیکھئے.... مجھے اس کے الفاظ اچھی طرح یاد ہیں.... تصویر.... تصویر.... سارجنٹ.... مجھے بچاؤ.... قتل....!"

"ممکن ہے کہ اُس کے پاس کوئی ایسی تصویر رہی ہو جسے کوارٹر نمبر اٹھارہ والی عورت کے پاس ہونا چاہئے تھا.... کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ مقتولہ کے کمرے میں کتنی ابتری تھی.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں کسی چیز کی تلاش رہی ہو.... اور.... وہ.... اوہ....!"

وہ خاموش ہو گیا.... نہ جھپکنے والی آنکھیں باہر اندھیرے میں گھور رہی تھیں۔

"وہ بچہ.... خدا کی قسم وہ تازندگی میرے ذہن سے چمٹا رہے گا.... مجھے سکون نہیں مل سکتا تاوقتیکہ انہیں صفحۂ ہستی سے نہ مٹادوں.... خدایا.... وہ اپنی ماں کا خون چوس رہا تھا.... میرے

معبود.... آدمی کب تک درندہ رہے گا۔"

آواز کی شناخت

دوسرے درجہ کی ریاستوں میں رتن پور کا رقبہ سب سے زیادہ تھا۔ لیکن تقریباً دو تہائی حصہ ریگستانوں کی نظر ہو گیا تھا۔ پھر ایک تہائی حصہ جنت نظیر کیوں نہ ہوتا.... ریگستان بھی بے مصرف نہیں تھے اُنکے بعض حصوں سے شورے اور سوڈا کاسٹک کی وافر مقدار دستیاب ہوتی تھی۔

ریاست کا سابقہ حکمران بہت پڑھا لکھا اور باسلیقہ آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عوام کی گاڑھی مشقت کی کمائی کا مصرف کیا ہونا چاہئے۔

ریگستانوں سے حاصل کی ہوئی دولت ریگستانوں ہی پر صرف ہوتی.... نخلستانوں کو بہت زیادہ کارآمد بنانے کی کوشش کی جاتی۔

حمید سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ رتن پور اتنی دلچسپ جگہ ہو گی.... فلیٹی یہاں کا سب سے زیادہ شاندار ہوٹل تھا.... اور اُس سے بھی زیادہ شاندار بات یہ تھی کہ حمید کو یہاں صرف قیام کرنا تھا.... یعنی فی الحال کوئی کام بھی نہیں سپرد کیا گیا تھا.... فریدی کی ہدایت کے مطابق وہ رتن پور آیا تھا اور ریلوے اسٹیشن ہی پر فلیٹی کے ایک نمائندے نے اُس کی ذمہ داریاں خود سمیٹ لی تھیں۔ غالباً فریدی نے پہلے ہی فلیٹی والوں کو مطلع کر دیا تھا۔

"فلیٹی.... فلیٹی۔" وہ ہوٹل میں قدم رکھتے ہی بڑبڑایا تھا۔ "مجھے علم نہیں تھا کہ تم بھی مجھ سے صرف ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر واقع ہو.... اب میں اکثر تمہارے درشن کیا کروں گا۔"

تین مربع میل کا علاقہ فلیٹی ہی کی ملکیت تھا.... تین مربع میل میں چاروں طرف باغات ہی باغات بکھرے ہوئے تھے.... اور وسط میں یہ چھ منزلہ عمارت تھی۔

حمید نے پہلی رات تو پانچویں منزل پر پہنچنے کے لئے لفٹ استعمال کی تھی لیکن دوسری صبح جب زینوں پر بے شمار لہراتے ہوئے آنچل نظر آئے تو اُس نے لفٹ پر لعنت بھیج دی اور سوچنے لگا کہ پیروں کو زیادہ سے زیادہ تکلیف دینا صحت کے لئے بے حد مفید ہے۔

آج فرسٹ فلور پر چار بجے اسکیٹنگ کا پروگرام تھا۔ حمید ساڑھے تین ہی بجے اپنے کمرے

سے نکل آیا.... لیکن وہ بہت شدت سے بور تھا۔ کیونکہ کچھ ہی دیر پہلے اُس نے ملک کے سب سے زیادہ چھپنے والے روزنامہ میں ایک خبر دیکھی تھی.... اپنی اور جگدیش کی داستان۔ تصویروں کے پیکٹ کی کہانی جو اُس کی جیب سے کوئی بہت ہی چالاک اور طاقت ور آدمی نکال لے گیا تھا۔

کلیجہ خون ہو گیا اپنا نام دیکھ کر.... کیا سوچا ہوگا اُن لڑکیوں نے جو اُسے کسی فلمی ہیرو کی طرح عزیز رکھتی تھیں.... گرلز فرینڈز جو اُسے کسی تفریح گاہ میں داخل ہوتے دیکھ کر اپنے ساتھیوں کی میزوں سے اٹھ جایا کرتی تھیں کیا سوچ رہی ہوں گی۔ اس کے بارے میں.... سوچتا اور بور ہوتا رہا۔

اگر وہ پُر اسرار آدمی کبھی روز روشن میں بھی سامنے آگیا تو....؟

اُس نے سوچا اور اس سے آگے نہ سوچ سکا کیونکہ اُس کی نفرت انگیز آواز ذہن میں گونج رہی تھی.... شائد وہ اُس آواز کو کبھی نہ بھلا سکے۔ ہزاروں میں پہچان لے گا.... مگر.... مگر.... آخر وہ خبر پریس میں کیوں دی گئی تھی.... اب فریدی پر غصہ آگیا.... اور وہ زینے طے کرتے ہوئے ایک اینگلو انڈین لڑکی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"سس سوری....!" حمید اُس کا راستہ روک کر خواہ مخواہ ہکلایا۔

"ہٹو سامنے سے....!" وہ جھلا کر چیخی۔

اور حمید اس طرح ایک طرف ہٹا کہ دوسری لڑکی سے ٹکرا گیا جو نیچے جا رہی تھی۔

"اندھے ہو گیا....؟" وہ غرائی۔

"جی....؟" حمید نے بہروں کے سے انداز میں اونچی آواز میں پوچھا۔

اینگلو انڈین لڑکی تیزی سے زینے طے کرتی ہوئی اوپر چلی گئی تھی.... دوسری لڑکی کی ساتھی ہنس کر بولی۔ "اندھے نہیں بہرے ہیں۔"

دونوں اُسی زینے پر رک گئی تھیں۔ نہ جانے کیوں حمید نے چہرے پر حماقت کے آثار طاری کر لئے۔

یک بیک اوپری منزل سے کسی کے چیخنے کی آوازیں آئیں.... پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی زینوں پر گر کر لڑھکنے لگا ہو۔

"اوہ....!" حمید اچھل پڑا.... اور پلٹ کر اوپر بھاگا.... زینوں کے موڑ پر ایک لڑکی منہ کے بل گری ہوئی کہنیاں ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ارے....!" وہ چونک کر پیچھے ہٹا۔ یہ تو وہی اینگلو انڈین لڑکی تھی جس نے کچھ دیر پہلے اُسے ڈانٹ پلائی تھی اور وہ بوکھلاہٹ میں دوسری لڑکی سے ٹکرا گیا تھا۔ لڑکی کہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے یکلخت بے حس و حرکت ہو گئی۔

وہ دونوں دیسی لڑکیاں بھی حمید کے بعد ہی اُس طرف جھپٹی تھیں.... قبل اس کے کہ حمید بیہوش لڑکی کو ہاتھ لگاتا وہ اُس پر جھک پڑیں۔

پھر تو ذرا ہی سی دیر میں وہاں کافی بھیڑ اکٹھا ہو گئی.... حمید نے سوچا اب کھسک ہی لینا چاہئے ورنہ پوچھ گچھ کا بار.... بوریت بن کر ذہن پر مسلط ہو جائے گا۔

بھیڑ سے گذرتا ہوا وہ ڈائننگ ہال میں آ پہنچا.... وہاں پندرہ منٹ رکا.... چائے پی.... اور پھر ریکریئشن ہال کی طرف چلا آیا.... اسکیٹنگ شباب پر تھی درجنوں جوڑے چوبی فرش پر چکراتے پھر رہے تھے۔

"پارٹنر کے بغیر اسکیٹنگ پر لعنت....!" وہ بڑبڑایا۔ اور بائیں جانب والی گیلری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جہاں کئی میزیں خالی تھیں۔

ایک میز منتخب کر کے بیٹھا ہی تھا کہ وہی دونوں لڑکیاں نظر آئیں جنہیں بیہوش لڑکی کے قریب چھوڑ کر وہ زینوں سے فرار ہوا تھا۔ نظریں ملتے ہی دونوں نے معنی خیز انداز میں سر ہلائے اور تیر کی طرح اُس کی میز کی طرف آئیں۔

"بغیر اجازت....!" نارنجی ساری نے غصیلے لہجے میں کہا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"یہ حقیقت ہے کہ تم بہرے نہیں ہو۔" دھانی ساری غرائی اور وہ بھی بیٹھ گئی۔

"اسکیٹنگ میری ہابی ہے۔" حمید مسکرایا۔

"ہوش کی دوا کرو.... تم بڑی مشکلات میں پھنس گئے ہو۔" نارنجی ساری آنکھیں نکال کر بولی۔

"میں نہیں جانتا کہ یہاں ہوش کی دوا کس بھاؤ بکتی ہے۔"

"بے بھاؤ....!" دھانی ساری خواہ مخواہ ہنس پڑی۔

نارنجی ساری نے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر حمید سے پوچھا۔ "کہاں سے آئے ہو؟"

"کنچن چنگا سے۔"

"اچھی بات ہے۔" نارنجی ساری سر ہلا کر بولی۔ "تم سنجیدگی سے بات نہ کرو.... لیکن یاد رکھو کہ یہ رتن پور ہے.... انگریزی عملداری سے آئے ہوئے بڑے بڑے تیس مار خانوں کو جھک مارنی پڑتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا محترمہ.... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔"

"لڑکی کے چوٹیں آئی ہیں... بیہوش ہو گئی ہے... ہم نے تمہیں اس کا راستہ روکتے دیکھا تھا۔"

"نہیں صاحب آپ بھول رہی ہیں.... دھکیلا تھا میں نے آپ صرف راستہ روکنے کی بات کر رہی ہیں۔"

"کام نہیں چلے گا۔" وہ سر ہلا کر کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "لڑکی کا اسکرٹ پیچھے سے پھٹا ہوا ملا ہے۔ کسی نے چوتھی منزل کے زینوں پر اُسے پکڑنے کی کوشش کی ہوگی۔ وہ بوکھلا کر پھر نیچے بھاگی۔ پیر پھسل گیا۔"

"چوتھی منزل پر میرا ہمزاد موجود نہ تھا...." حمید نے زہریلا سا قہقہہ لگایا۔

"تمہارا کوئی ساتھی.... میں فلیٹی کی ہاؤز ڈیٹیکٹو ہوں سمجھے۔" نارنجی ساری آنکھیں نکال کر بولی۔ "پولیس تم میں بہت زیادہ دلچسپی لے سکتی ہے بشرطیکہ میں اپنی زبان کھولوں۔"

"اور یہ کون ہیں....!" حمید نے دھانی ساری کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"ہوں تو تم اب بھی سنجیدہ نہیں ہوئے....!"

"سنجیدگی کی بات نہ کرو.... سنجیدہ دیکھنا ہو تو اس وقت قبر کے سرہانے آموجود ہونا جب میں دفنایا جانے لگوں.... اسکیٹنگ کی کیا رہی.... سنگاپور میں میں نے کپ جیتا تھا۔"

اتنے میں ایک بُغاوری سا سب انسپکٹر اُسی گیلری کے زینوں کے قریب نظر آیا.... زینے طے کر کے وہ انہیں کی طرف بڑھنے لگا! نارنجی ساری سر ہلا کر مسکرائی تھی۔

"کیا اجازت ہے۔" سب انسپکٹر نے قریب پہنچ کر دانت نکالے۔

"ضرور.... ضرور....!" حمید اٹھ کر تعظیماً جھکا۔

"آپ کی تعریف....!" انسپکٹر نے بیٹھتے ہوئے نارنجی ساری کو مخاطب کیا۔

لیکن اُس کے ہونٹ ہلانے سے قبل ہی حمید بول پڑا۔ "یہ میری کزن ہیں.... اور میں

بسمل.... عام طور پر سارجنٹ بسمل کے نام سے مشہور ہوں۔"

"بڑا عجیب نام ہے.... سب انسپکٹر خواہ مخواہ ہنسنے لگا.... اور نارنجی ساری نے دھانی ساری کی طرف دیکھ کر بُرا سا منہ بنایا۔

"بسمل نام نہیں تخلص ہے.... بظاہر بڑی عجیب بات ہے.... فوجی شاعر.... لیکن اُفتادِ طبع کو کیا کہا جائے۔"

"خیر....!" سب انسپکٹر نارنجی ساری سے مخاطب ہوتا ہوا بولا۔

"سمجھ میں نہیں آتا مس روزا.... بھلا آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ کسی نے اُسے پکڑنے کی کوشش کی ہوگی.... میں نے سنا ہے آپ کا یہی خیال ہے.... غالباً سدھیر سے کہا تھا آپ نے۔"

"اچھا تو روزا میں چلی....!" دھانی ساری اٹھتی ہوئی بولی۔

"ارے.... واہ.... اور یہ اسکیٹنگ....!" حمید نے کہا اور احمقانہ انداز میں منہ کھول کر رہ گیا۔

"شکریہ.... پھر کبھی۔" وہ مسکرائی.... اور حمید دانت پر دانت جمائے سوچتا رہ گیا۔

رفتار تو شرمندہ کند کبک دری را

وہ اُسے دیکھتا رہا.... چلنے کا انداز بڑا دلکش تھا۔ پھر اُس نے اس کا رومال گرتے دیکھا۔ لیکن وہ آگے ہی بڑھتی گئی غالباً بے خبری میں گرا تھا۔

حمید اٹھا اور تیزی سے اُس جانب جھپٹا رومال اٹھا کر دھانی ساری کو روکنے کے لئے پھر آگے بڑھ گیا۔

"آپ کا رومال محترمہ....!" اُس نے رومال اُس کی جانب بڑھایا اور ٹھٹک گیا.... رومال کے گوشے پر شہد کی مکھی کی تصویر نظر آئی تھی۔

"چھوڑیئے....! دھانی ساری نے رومال کا وہی گوشہ پکڑ کر جھٹکا دیا۔

"جی....!" حمید متفکرانہ انداز میں اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ یک بیک وہ سنبھلا اور مسکرا کر بولا۔ "رومال کی خوشبو مسحور کن ہے۔"

"شکریہ....!" لڑکی نے بُرا سا منہ بنایا اور دوسری طرف مڑ گئی۔

حمید میز کی طرف واپس ہوتے وقت ایک بار پھر ٹھٹکا۔ روزا اور انسپکٹر کے علاوہ اب وہاں ایک بوڑھا اینگلو انڈین بھی موجود تھا۔

حمید نے محسوس کیا کہ وہ غصے سے کانپ رہا ہے۔ غالباً پہلے کچھ کہہ رہا تھا۔ حمید پر بھی اُس نے قہر آلود نظر ڈالی۔ لیکن حمید روزا کی طرف متوجہ تھا۔ دفعتاً اینگلو انڈین غرایا۔ "اُس کے وینٹی بیگ میں شہد کی مکھیاں بھری ہوئی تھیں.... یہ کیسا ہوٹل ہے.... کیا ہوتا ہے۔ یہاں.... میں ابھی ریزیڈنٹ سے ملوں گا.... اُس نے بیگ کھولا تھا مکھیاں نکل کر چمٹ گئیں.... پورٹر نمبر تیس نے دیکھا تھا۔ اُس سے پوچھو.... میں ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا سمجھے۔"

"مگر سنئے جناب۔" روزا بول پڑی۔ "میں یہاں کی ہاؤز ڈیٹیکٹو ہوں جس وقت آپ کی صاحبزادی اوپر سے پھسل کر تیسری منزل کے زینوں پر آئی تھیں.... میں وہیں موجود تھی.... میں نے شہد کی مکھیاں نہیں دیکھیں۔"

"جاؤ تو اب جاکر دیکھو....! وینٹی بیگ چوتھی منزل کے زینوں پر موجود ہے اور اس پر اب بھی کئی مکھیاں رینگ رہی ہیں.... اور ڈالی کے چہرے پر ورم ہے.... داہنا ہاتھ بھی متورم ہے۔ جاؤ دیکھو.... میں ریزیڈنٹ....!"

"پلیز.... پلیز....!" روزا بول پڑی.... "جلد بازی سے کام نہ لیجیے۔ فلیٹی ہز ہائی نس کا ہوٹیل ہے.... ذرا محتاط ہو کر کوئی قدم اٹھائیے گا۔"

"میں ریزیڈنٹ کی بات کر رہا ہوں۔"

"ریزیڈنٹ صاحب کا دم نکلتا ہے.... ہز ہائی نس کے نام پر.... یہ رتن پور ہے مسٹر۔ ویسے اگر آپ خواہ مخواہ کی تھکن مول لینا چاہتے ہوں تو دوسری بات ہے۔"

"میں دیکھوں گا....!" اُس نے پھر میز پر گھونسہ مارا اور وہاں سے اٹھ گیا۔

انسپکٹر اور روزا ہنستے رہے.... حمید البتہ سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے بیٹھا رہا کیونکہ وہ بھی شہد کی مکھیوں کا قصہ تھا۔

"میں اسے دیکھتا ہوں۔" سب انسپکٹر بھی اٹھ گیا۔

حمید نے روزا کی طرف دیکھا اور یک بیک اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے۔

"م.... میں معافی چاہتی ہوں جناب۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" حمید نے اپنے چہرے سے حیرت نہ ظاہر ہونے دی۔ ویسے حیرت کا کیا

پوچھنا۔ اُس کے رویہ میں اچانک اس قسم کی تبدیلی پر حیرت کیوں نہ ہوتی۔

حمید اُس کی خوفزدہ سی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "اسکیٹنگ کی کیا رہی۔"

"ج.... جی ہاں۔" وہ چونک پڑی۔ "ضرور.... ضرور.... م.... مگر میں ذرا اسکرٹ پہن آؤں۔"

"میں بھی چل رہا ہوں....!"

"ضرور.... چلئے....!" وہ بدحواسی کے عالم میں مسکرائی۔

حمید بھی اُس کے ساتھ اٹھ گیا! وہ دوسری منزل پر آئے۔ روزا نے اپنا کمرہ کھولا۔ یہ نشست کا کمرہ تھا.... اُسے بٹھا کر وہ برابر والے کمرے میں چلی گئی.... چار منٹ گذر گئے.... یک بیک حمید اچھل پڑا کوئی چیز اُس کے شانوں سے پھسلتی ہوئی گود میں آگری تھی۔

کپڑے کا گولا.... وہ تیزی سے روشن دان کی طرف مڑا۔ پھر دروازے کی جانب جھپٹا لیکن راہداری ویران نظر آئی.... وہ کپڑے کا گولا رومال ثابت ہوا۔ جس کی تہوں میں ایک مڑا تڑا کاغذ تھا۔ حمید نے تیزی سے چاروں طرف نظر دوڑائی.... اور تحریر پر توجہ مرکوز کر دی.... رائٹنگ فریدی ہی کی تھی۔

"تمہاری حماقت سے انہوں نے اندازہ کرلیا ہے کہ ہم کس طرح اُن کی راہ پر لگے ہوں گے۔ لڑکی کا رومال اٹھانا.... زبردست غلطی تھی۔ پھر تم شہد کی مکھی دیکھ کر اپنے تحیر پر بھی قابو نہ پاسکے۔ لڑکی دو دن سے تمہاری نگرانی کر رہی تھی۔"

"ہاؤز ڈیٹیکٹو کار آمد ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ تم رومان کی وادیوں میں نہ بھٹکنے لگو۔"

حمید نے پرچے کو رومال سمیت جیب میں ٹھونس لیا کیونکہ درمیانی دروازے کا ہینڈل گھومتا محسوس ہوا تھا۔

دروازہ کھلا اور روزا اندر داخل ہوئی۔ اس کا اسکرٹ بھی نارنجی ہی تھا۔ شائد وہ کسی دوسرے رنگ میں اتنی دلکش نہ دکھائی دیتی۔

سراسیمگی کے آثار اب بھی اُس کے چہرے پر موجود تھے.... وہ چپ چاپ تھوڑے فاصلے پر رک گئی۔ سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے چھ منزلوں کے زینے طے کئے ہوں۔

"کیوں....؟" حمید نے متحیرانہ کہا۔ "آپ اس طرح ہانپ کیوں رہی ہیں۔"

"آپ نے مجھے معاف کر دیا یا نہیں....!" اُس نے زندھی سی آواز میں پوچھا۔

"بیٹھ جائیے....!" حمید نے صوفے کی طرف اشارہ کیا.... اور وہ بے سدھ سی ہو کر صوفے میں گر گئی۔

"یک بیک آپ کا رویہ کیوں بدل گیا.... کیا اب یہ رتن پور نہیں ہے۔"

"میں پھر معافی چاہتی ہوں جناب.... خدارا معاف کر دیجئے۔" وہ گڑگڑائی۔ "میں ہز ہائی نس کی ایک ادنیٰ کنیز ہوں.... جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ شہد کی مکھیوں کا معاملہ ہے تو....!"

"بھلا شہد کی مکھیوں اور ہز ہائی نس....!"

"یہ کیا بیہودگی ہے.... یہ کیا ذلالت ہے...." باہر سے غراہٹ سی سنائی دی۔ "کہاں ہے ہاؤز ڈیٹکٹیو یہ ہوٹل ہے یا بھٹیار خانہ۔"

روزا تیزی سے باہر نکلی حمید بھی فوراً ہی اٹھا تھا۔

"تم ہو.... ہاؤز ڈیٹکٹیو...." اجنبی نے تحقیر آمیز لہجے میں پوچھا۔ یہ ایک لمبا تڑنگا لیکن بدہیئت آدمی تھا.... آگے کے دونوں دانت سائیان کی طرح نچلے ہونٹوں پر ٹکے ہوئے تھے۔

"فرمائیے جناب....!"

"میرے کمرے میں چوری ہو گئی ہے۔" وہ خوفناک انداز میں غرایا.... اور حمید یک بیک چونک پڑا.... یہ غراہٹ.... یہ آواز اُس نے کہاں سنی تھی؟

ذہن پر زور دینے لگا.... اوہ.... اوہ.... سو فیصدی وہی تھا.... اُسی پُر اسرار حملہ آور کی آواز جو اُس کی جیب سے تصاویر کا پیکٹ نکال لے گیا تھا۔

پیغام

"میرا کیمرہ کسی نے چرا لیا.... جو بہت قیمتی تھا.... تم تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ وہ کتنا قیمتی رہا ہوگا۔" اجنبی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نے غلط طریقہ اختیار کیا ہے۔" حمید کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"کیا مطلب....؟"

"سپروائزر سے رپورٹ کیجئے.... براہِ راست ہاؤز ڈیٹکٹیو کے پاس چلے آنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اس طرح یہ بیچاری کیا کر سکیں گی۔"

"مجھے سپروائزر ہی نے بھیجا ہے....!" وہ غرایا۔

"نہایت بیہودہ معلوم ہوتا ہے۔" حمید نے جواب دیا۔ "آپ کو تکلیف دی! غالباً وہ بھی بے قاعدگی کا شکار ہو گیا ہے.... بہرحال....!"

"چلئے جناب۔ میں دیکھتی ہوں۔" روزا نے اُسے مزید کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔

"اور وہ اسکیٹنگ....!" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"پلیز....!" وہ گھگھیائی۔ "میں بہت جلد واپس آؤں گی۔ آپ یہیں تشریف رکھئے۔"

پھر حمید بیس منٹ تک وہاں بیٹھا بور ہوتا رہا.... وہ واپس آئی اُس کا چہرہ بھی غصے کے مارے نارنجی ہو رہا تھا۔

"خدا ان گدھوں کو عقل دے....!" وہ ہانپتی ہوئی بولی اور صوفے میں ڈھیر ہو گئی۔

"کیا ہوا....!"

"کمبخت غسل خانے میں کیمرہ بھول کر یہاں بھاگا آیا تھا۔"

"کون ہے۔"

"کوئی مسٹر خضران.... کیا نام ہے.... ہچ....!"

حمید نے چند لمحے کچھ سوچا اور شہد کی مکھیوں والی بات جہاں تہاں چھوڑ دی.... اب تو اُس کا ذہن خضران میں الجھ کر رہ گیا تھا.... سو فیصدی وہی آواز تھی جسے دوبارہ سننے کے لئے وہ بُری طرح بیتاب تھا۔

اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"بے حد غصہ آیا تھا اُس کی بدتمیزی پر.... لہٰذا میں سب سے پہلے آئس کریم کھاؤں گا۔"

"دسمبر میں....؟"

"مئی جون میں انگارے چبایا کرتا ہوں.... آج تک مجھے اپنا جواب نہیں مل سکا۔"

"بہت دلچسپ آدمی ہیں آپ....!" وہ زبردستی مسکرائی۔

"اسکیٹنگ....!"

”چلئے.... چلئے....“ وہ اٹھ گئی۔

نیچے ریکریئیشن ہال میں دونوں جانب کی گیلریاں بھر گئی تھیں اور اس وقت صرف ایک جوڑا اسکیٹنگ کے کمالات دکھا رہا تھا۔

”پروفیشنلز....؟“ حمید نے روزا سے پوچھا۔

”جی ہاں.... فلیٹی کا بہترین جوڑا....!“

پھر دونوں نے اسکیٹس پہنے اور روزا نے کہا۔ ”کیا ہم اُن دونوں سے بہتر مظاہرہ کر سکیں گے۔“

”پتہ نہیں....!“ حمید نے لاپروائی سے جواب دیا۔ ”آؤ....!“

وہ اُس کا ہاتھ پکڑے کھینچتا ہوا ڈھلان میں لیتا چلا گیا.... لیکن ٹھیک اُسی وقت موسیقی تھم گئی۔

”کیا لغویت ہے....!“ حمید بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا اور اُس کے ہاتھ پکڑے گیلری کے زینوں کی جانب تیرتا چلا گیا۔

زینوں کے قریب ایک آدمی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا لیکن روزا کا سر اُس کے بازو سے ٹکرا ہی گیا۔ گرانڈیل آدمی غرا کر پلٹا.... یہ خضران تھا.... وہی آدمی جو کچھ دیر پہلے کیمرے کی چوری کے سلسلے میں روزا پر بگڑا تھا۔

”اندھے ہو....!“ اُس نے آنکھیں نکالیں۔

”آج کا دن ہی واہیات ہے کچھ دیر پہلے زینوں پر ان محترمہ نے بھی مجھے اندھا ہی سمجھا تھا۔“

”جھگڑا کرو گے....؟“ خضران باچھیں پھاڑ کر دہاڑا۔

”چلو یہاں سے....!“ روزا اُس کا ہاتھ پکڑ کر دوسری طرف گھسیٹ لے گئی اور ڈھلان کے سرے پر دیوار سے اپنا ایک ہاتھ ٹکا کر اُسے بھی رکنے پر مجبور کر دیا۔

”میں لڑائی بھڑائی سے ڈرتی ہوں۔“ اُس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”وہ بہت بد تمیز آدمی معلوم ہوتا ہے۔ کاش بڑے ہوٹلوں میں داخل ہونے سے پہلے عادات و اطوار کا امتحان دینا بھی ضروری ہوتا۔“

”تب تو ہم جیسے گدھے کسی اور ہی تھان پر بندھا کرتے۔“ حمید نے قہقہہ لگایا۔

”تم ڈرتی کیوں ہو.... بڑا اچھا موقع ہاتھ سے نکال دیا.... میں تو بہانہ تلاش کر رہا تھا کہ اُس سے کسی طرح بھڑ جاؤں۔“

”کیوں....؟“

”کچھ دیر پہلے اُس نے تمہاری توہین کی تھی.... اور میں تیل کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔“

”تیل کے گھونٹ....!“ وہ ہنس پڑی۔ ”خون کے گھونٹ محاورہ ہے۔“

”گھن آتی ہے....!“ حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔ ”پتہ نہیں یہ محاورہ گھڑنے والے کیسے لوگ تھے.... مثال کے طور پر قارورہ ملنا....!“

”ربش....!“ روزا اُس کا ہاتھ جھٹک کر تنہا چڑھائی پر دوڑتی چلی گئی۔

حمید کی توجہ زیادہ تر خضران کی طرف تھی جو اب بھی وہیں کھڑا اُسے گھورے جا رہا تھا.... اُس نے اسکیٹس اُتار کر گیمز کیپر کے حوالے کئے اور خود بھی خضران کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتا ہوا پھر ڈائننگ ہال میں چلا آیا۔

روزا ریکریئیشن ہال ہی میں چکراتی رہی تھی۔

دس بجے تک وہ مختلف تفریحات میں الجھا رہا۔ روزا پھر نہیں دکھائی دی تھی۔ غالباً سوا دس بجے تھے.... ڈائننگ ہال کے اسٹیج پر تین لڑکیاں ”ہوائین ہُلا“ پیش کر رہی تھیں۔ دفعتاً کسی نے اُس کی پشت پر ہاتھ مارا اور وہ اچھل پڑا....

”کیا مطلب....!“ وہ آنکھیں نکال کر غرایا۔

”میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔“ بوڑھے اینگلو انڈین نے ہانپتے ہوئے کہا۔ وہ بہت زیادہ نروس نظر آ رہا تھا۔ حمید نے اُسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا وہ اُسی لڑکی کا باپ تھا جو زینوں پر بیہوش ہو گئی تھی۔

”بیٹھ جاؤ....!“ حمید نے لاپروائی سے کہا۔

”میں نے غالباً تمہیں ہاؤز ڈیٹیکٹیو کے ساتھ دیکھا تھا.... وہ کہاں ہے۔“

”پتہ نہیں....!“ حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ ”میں بھی یہاں نووارد ہی ہوں۔“

”اس اسٹیٹ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں....!“

”نہیں.... میں صرف ایک ٹورسٹ ہوں....!“

”میں بھی نووارد ہی ہوں۔ لیکن شائد یہ میری زندگی کی آخری رات ہے۔“

حمید نے اُسے غور سے دیکھا اور پھر ہمدردانہ لہجے میں بولا۔ ”بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ کیا پیو گے۔“

"شکریہ.... برانڈی.... تم پہلے آدمی ہو جس نے اس منحوس ریاست میں مجھ سے ہمدر
لہجے میں گفتگو کی ہے۔"

حمید نے ویٹر کو بلا کر برانڈی کے بڑے پگ کا آرڈر دیا۔

"میری بچی کی حالت ابتر ہے.... مکھیاں زہریلی تھیں چہرہ اتنا متورم ہو گیا ہے کہ پہچ نہیں جاسکتی۔ پوری طرح ہوش میں بھی نہیں ہے۔ ریزیڈنٹ نے سچ مچ مجھے دھتکار دیا.... ا میں کیا کروں.... کیا کروں۔" وہ بازوؤں میں منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگا۔

"مجھے بتاؤ.... شائد میں کسی کام آسکوں.... تم ریزیڈنٹ کے پاس کیوں گئے تھے بھلا کی مکھیوں کے سلسلے میں ریزیڈنٹ کیا کر سکے گا....!"

"میں کیا بتاؤں.... کاش مونا یہاں نہ آتی.... تین ماہ پہلے کی بات ہے وہ ملازمت کا اشتہ دیکھ کر یہاں آئی تھی۔ ہزہائی نس کے سیکریٹریٹ میں چار آسامیاں خالی تھیں۔ معقول تنخواہ دوسری آسائش کے لالچ میں وہ بھی اپلائی کر بیٹھی تھی۔ انٹرویو کارڈ آیا اور وہ دارالحکومت سے یہاں آئی۔ انٹرویو میں کامیاب ہوئی اور فوری طور پر تقرر بھی ہو گیا۔ لیکن وہ سب فریب تھا.... ہزہائی نس اول درجے کا سور ہے!"

"ذرا آہستہ بولو پیارے....!" حمید نے اُس کے ہاتھ پر تھپکی دی۔ اتنے میں ویٹر برانڈ بھی لایا.... اور گلاس میں سائیفن سے سوڈے کی دھار ماری۔

بوڑھا دو چار چسکیاں لینے کے بعد کرسی کی پشت سے ٹک گیا چند لمحے سر اٹھائے چھت کی طرف گھورتا رہا پھر تیزی سے آگے جھکا اور میز پر کہنیاں ٹیک کر حمید کی آنکھوں میں دیکھتا آہستہ سے بولا۔ "میں ہزہائی نس کو قتل کر دوں گا.... اگر مونا کا چہرہ بگڑ گیا.... میں اُسے زند دفن کر دوں گا.... جانتے ہو وہ کتنا کمینہ ہے.... جب لڑکیاں اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوتیں وہ انہیں اسی قسم کی اذیتیں دے کر مار ڈالتا ہے.... یہ بات مجھے مونا ہی سے معلوم ہوئی تھی یہاں آکر.... وہ ایک شریف بچی ہے.... ضدی بھی ہے.... مر جائے گی۔ لیکن سر نہیں جھکا گی.... اُسے آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ انکار پر سزا ملی کہ ملازمت سے برطرف کر دیا گیا اور کہا گیا کہ وہ اسٹیٹ سے باہر قدم نہ نکال سکے گی.... یہی ہوا.... اُس نے مجھے خط لکھا کہ م فوراً پہنچوں اور فلیٹی ہوٹل میں اُس سے ملوں.... خط میں اُس نے اصل واقعہ کی طرف اشارا

تک نہیں کیا تھا.... ورنہ میں اس طرح تنہا نہ آتا۔

آج وہ زینے طے کر کے اوپر جا رہی تھی۔ چوتھی منزل کے زینوں پر کسی ویٹر نے اُس سے ایک روپیہ مانگا.... اُس نے وینٹی بیگ کھولا ہی تھا کہ خونخوار مکھیاں ابل پڑیں.... میرے خدا میں کیا کروں.... کس سے فریاد کروں.... ریزیڈنٹ کے سیکریٹری کو میں نے سارے واقعات بتائے تھے اُس نے کہا کہ ریزیڈنٹ بہت مصروف ہے وہ ایک ہفتے تک نہ مل سکے گا۔ اُس لڑکی ہاؤز ڈٹیکٹیو نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ریزیڈنٹ بھی ہزہائی نس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہے میں کیا کروں تم ہی بتاؤ۔"

ہال کے بلب بجھے پڑے تھے۔ صرف اسٹیج پر تیز قسم کی روشنی کا دائرہ رقاصاؤں کے جسموں پر گردش کر رہا تھا۔ غیر ملکی موسیقی کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھی۔

یک بیک ایک لمبے تڑنگے آدمی نے جو قریب ہی کھڑا ہوا تھا اینگلو انڈین کی گردن دبوچ لی اور اُسے اس طرح کرسی سے اٹھا لیا جیسے وہ ایک حقیر سا بندر چہ ہو۔

اینگلو انڈین پلٹ پڑا۔ لیکن اُسے اتنی مہلت نہ مل سکی کہ وہ اپنے ہاتھوں کو استعمال بھی کر سکتا۔ قریب ہی کی میز سے دو آدمی اور بھی اٹھ کر اُس سے لپٹ گئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے....!" حمید دہاڑتا ہوا اٹھا۔

"شٹ اپ....!" لمبا آدمی غرایا۔ "اِٹ از اِن دی نیم آف ہزہائی نس....؎!"

آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ صرف گردنیں اونچی کر کے انہیں دیکھتے رہے۔ کوئی اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ اینگلو انڈین چیخ رہا تھا حلق پھاڑ رہا تھا.... لیکن غیر ملکی موسیقی اُس کی چیخوں سے بھی زیادہ بلند آہنگ ہوتی گئی۔

وہ اُسے کھینچ لے گئے۔ حمید چند لمحے ساکت و صامت کھڑا رہا پھر تیزی سے صدر دروازہ کی جانب بڑھ گیا۔

باہر لان پر وہ کسی مردے کی طرح گھسیٹا جا رہا تھا.... اب اُس کے حلق سے صرف کربناک قسم کی غراہٹیں نکل رہی تھیں۔

ایک بڑی سی اسٹیشن ویگن کا پچھلا دروازہ کھلا اور اُسے اس میں دھکیل دیا گیا۔

حمید بھی ٹیکسیوں کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کسی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا وہ جھلا کر

؎ ہزہائی نس کے نام پر

مڑا.... لیکن کچھ کہہ نہ سکا.... کیونکہ اس طرح پیش آنے والا فریدی تھا۔

"انرجی برباد کرنے کی ضرورت نہیں۔!" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "جلد ہی ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اُسے کہاں لے گئے ہیں۔"

"آپ کی دلچسپی کی وجہ....!" حمید نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"یہاں میں پہلے کبھی نہیں آیا۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"پہلے کبھی آیا ہوتا تو ساری دلچسپیاں پہلے ہی ختم ہو گئی ہوتیں۔"

"یہاں نہیں چلے گی....!" حمید نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔ "وہ اُسے کسی خارش زدہ کتے کی طرح گھسیٹ لے گئے تھے ہزہائی نس کے نام پر.... آس پاس کئی باوردی پولیس آفیسرز موجود تھے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔"

"وہ وائسرائے کا کلاس فیلو رہ چکا ہے آکسفورڈ میں....!"

"اس لئے ریزیڈنٹ کا بھی دم نکلتا ہے اس کے نام پر....!" حمید نے اطلاع دی۔

"مجھے علم ہے....!"

"آپ یہاں کب سے مقیم ہیں۔"

"دوسرے دن میں بھی چل پڑا تھا۔"

"ساتھ آنے میں کیا دشواری تھی۔"

"صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ باخبر ہیں یا نہیں....؟"

"پھر....؟"

"قطعی طور پر باخبر ہیں! انہوں نے اندازہ کر لیا ہے کہ ہم مقتولہ کے کوارٹر تک کس طرح پہنچے ہوں گے.... یہی معلوم کرنے کے لئے وہ تمہاری نگرانی کر رہے تھے! آج اتفاق سے تم ایک رومال پر شہد کی مکھی کی تصویر دیکھ کر گڑبڑا گئے۔"

"میں یہاں لان پر سردی محسوس کر رہا ہوں۔" حمید نے غصہ سے دانت کٹکٹائے۔

"آؤ.... اب ڈائننگ ہال میں چلیں....!"

"کیوں.... الگ رہنے والی اسکیم ختم ہو گئی....!"

"ضرورت باقی نہیں رہی....!"

"میں اس بوڑھے کے لئے پریشان ہوں۔"

"ہم بوڑھے کے لئے یہاں نہیں آئے....!" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

وہ ڈائننگ ہال میں آئے۔ حمید چند لمحے خاموش رہا پھر شہد کی مکھیوں کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"فی الحال یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اُن مکھیوں کا تعلق مکھی کی تصویر سے بھی ہو گا جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں۔"

"شہد کی مکھی کی تصویر کا مقصد بھی بتایئے گا یا میں بھی اسٹیج پر پہنچ کر دیسی ہلا گلا شروع کر دوں۔"

فریدی نے اسٹیج پر کولہے مٹکانے والیوں پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور بولا۔ "یہ تصویر دراصل ایک قسم کا امتیازی نشان ہے! گروہ کے افراد ایک دوسرے سے کما حقہ واقف نہیں اس لئے اس تصویر کے ذریعہ آپس میں رابطہ قائم کرتے ہیں۔"

"کیا اُن کا مرکز رتن پور ہی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"شائد....!" فریدی کا مختصر سا جواب تھا۔

"گروہ کس قسم کا ہے....!"

"لڑکیوں کا اغوا اُن کے خاص مشاغل میں سے ہے۔"

"تب تو یہ سور کا بچہ.... یہ ہزہائی....!"

"نتائج نہ اخذ کرو...." فریدی نے اُسے جملہ نہ پورا کرنے دیا۔

حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے ایک بار پھر مقتولہ کا تذکرہ شروع کر دیا۔

"کملا....!" فریدی نے طویل سانس لی۔ "اس کا نام کملا تھا۔ اُس کے شوہر نے بتایا کہ وہ اور رجنی گہری دوست تھیں۔ کملا بھی نرس تھی اور اُن دونوں نے چند سال رتن پور ہی کے ایک ہسپتال میں گذارے تھے۔ یہ شادی سے پہلے کی بات ہے۔ کسی تصویر کے متعلق وہ کچھ نہیں بتا سکا۔"

"تو یہ قتل کسی تصویر ہی کے لئے ہوا تھا....!"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید تھوڑی دیر تک پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا پھر چونک کر بولا۔ "میں سمجھا تھا شائد مجھ سے الگ رہ کر اُن لوگوں پر نظر رکھنا چاہتے ہیں....!"

"ختم کرو.... کتنی بار پوچھو گے.... ہاں مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا کر چکا.... وہ مجھے بھی

اچھی طرح پہچانتے ہیں۔"

"میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ آپ نے میک اپ کا چرخہ کیوں نہیں چلایا.... اوہ ٹھہریئے۔"

حمید خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ "میرے پاس ایک ایسی اطلاع بھی ہے جو آپ کو شاید چونکا دے۔"

"چونکنے کے موڈ میں نہیں ہوں.... خیر بتاؤ۔"

"شائد میں اُس آدمی کو ڈھونڈھ نکالنے میں کامیاب ہو گیا ہوں جس نے میری جیب سے تصویروں کا پیکٹ اڑایا تھا۔" اُس نے لہک کر کہا۔ "اور خضران کے متعلق بتانے لگا۔"

فریدی چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "ضروری نہیں ہے کہ تمہارا اندازہ درست ہی نکلے۔"

"پھر اُس نے سگار لائٹر کی روشنی میں رسٹ واچ پر نظر ڈالی اور یہ کہتا ہوا اٹھ گیا۔

"آؤ.... شاید ہمارے لئے کوئی پیغام ہو....!"

وہ ہوٹل کے ٹیلی فون ایکسچینج میں آئے.... فریدی نے احمد کمال کے نام سے کسی پیغام کے بارے میں دریافت کیا.... جواب میں آپریٹر نے ایک پرچہ اُس کی طرف بڑھا دیا جس پر تحریر تھا۔ "گرین اسٹریٹ.... کوٹھی نمبر بارہ۔"

میدان عمل

"اس پیغام کا مطلب۔" حمید نے دروازے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

"اینگلو انڈین اس وقت اُسی کوٹھی میں ہے۔"

"پھر اب کیا ارادہ ہے...." حمید نے پوچھا۔ وہ لان پر نکل آئے تھے۔

"گرین اسٹریٹ....!"

"کوٹھی نمبر بارہ بھی فرمایئے سرکار۔" دفعتاً پشت سے کسی نے کہا اور حمید کی گدی سے کوئی ٹھنڈی سی چیز چپک کر رہ گئی۔

دونوں ہی رک گئے۔ فریدی کے پیچھے بھی ایک آدمی نظر آیا جس نے ریوالور کی نال اُس کی گردن سے لگا رکھی تھی۔

"چلتے رہیئے حضرات۔" کسی تیسرے آدمی نے کہا۔ "ہم آپ کو کوٹھی نمبر بارہ تک ضرور پہنچائیں گے۔ ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے اگر ہماری اسٹیٹ میں احمد کمال فریدی جیسے آدمی کو کسی قسم کی تکلیف اٹھانی پڑے۔"

"شکریہ....!" فریدی کا لہجہ بے حد شیریں تھا۔ ساتھ ہی اُس کے قدم بھی اٹھ گئے۔ حمید کو پھر ایک ویسی ہی اسٹیشن ویگن دکھائی دی جیسی اینگلو انڈین کے لئے استعمال کی گئی تھی۔ پچھلا دروازہ کھلا ہی تھا۔ گردنوں پر ریوالور کے دباؤ نے انہیں چپ چاپ اندر داخل ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ دروازہ باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔ گاڑی حرکت میں آ گئی....

"بے حد شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" حمید نے خوش ہو کر کہا۔ "وہ دیکھئے سامنے کریٹ میں بیئر کی بوتلیں بھی رکھی ہوئی ہیں۔"

"گزک کے لئے تمہارے کباب بھی خاصے لذیذ ثابت ہوں گے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں تو ضرور پیوں گا.... خدا کی پناہ کیسی سردی ہے۔ میرا خیال ہے کہ بیئر حرام نہیں ہوتی کیونکہ میں نے اکثر گدھوں کو بھی بیئر پیتے دیکھا ہے۔"

"بکواس بند کرو.... مجھے سوچنے دو....!"

"آج تو آپ مجھے ہی سوچنے دیجئے جب آپ یہ جانتے تھے کہ وہ ہمیں اچھی طرح پہچانتے ہیں تو فون پر کوئی پیغام ریسیور کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ٹیکسی کا کرایہ بچانا چاہتا تھا۔"

"اوہ.... تو آپ دیدہ و دانستہ....!"

"کوئی دوسری گفتگو....!" فریدی کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"اچھا تو سنئے.... پچھلے سال میں نے ایک لڑکی کے سر پر مینار دیکھا تھا اُس نے کچھ اسی انداز میں اپنے بال سمیٹ کر سر کے وسط میں جوڑا سجایا تھا کہ وہ ایک چھوٹا سا مینار معلوم ہوتا تھا.... لیکن پرسوں کی بات ہے۔"

حمید نے خاموش ہو کر ایک طویل سانس لی اور پھر بولا۔ "پرسوں ایک ایسی لڑکی بھی ٹکرائی تھی جس نے اپنے بال سمیٹ کر اس طرح باندھے تھے کہ اپنے لنگڑے گھوڑے کی دم یاد آ گئی میں

نے پوچھا اس اسٹائل کو کیا کہتے ہیں بولی "پونی ٹیل" میں نے کہا تو اردو میں ٹٹو کی دم کہتے ہو کیوں دم نکلتا ہے.... چراغپا ہوگئی کرسی پیچھے نہ کھسکا لیتا تو تھپڑ گال ہی پر پڑا ہوتا۔ کیونکہ میں بھی تھی.... ہا.... کیا مصیبت ہے۔ دس سال پہلے کی گھٹیا چیزیں آج فیشن بن گئی ہیں دس سال پہلے میرے گاؤں کی چماریاں اس طرح اپنے بال باندھا کرتی تھیں.... میرے پ ایک محبوبہ تھی شیو کلی چمارن.... وہ اُس سے اکثر کہا کرتے تھے۔

"اُو شیو کلی او حرافہ یہ سر پر جھاڑو کیوں لٹکالی ہے.... چوٹی گوندھا کر مری جان۔"

"آنٹی چمارن کا تذکرہ بڑی بدتمیزی سے کر رہے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

"آپ اتنے مطمئن کیوں ہیں....!" حمید جھنجھلا اٹھا۔

"بے اطمینانی زمین پر جنت نہیں تعمیر کرتی ہے....!"

"اب کچھ نہیں پوچھوں گا۔" حمید پھر جھلا گیا۔

گاڑی کے اس حصے میں اُن دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا.... دفعتاً ڈرائیور والی سیٹ درمیانی دیوار میں ایک چھوٹی سی خلا پیدا ہوگئی اور دوسری جانب سے کسی نے انہیں مخاطب کیا۔ "سفر طویل نہیں ہے.... بیئر کے علاوہ سوڈا اور وہسکی بھی وہاں موجود ہیں۔ شوق فرمائیے۔"

"شکریہ....!" فریدی نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں صرف خون پیتا ہوں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے.... ہز ہائی نس کو جانوروں سے بڑی دلچسپی ہے۔"

"وہ خود کسی زمانے میں پکڑے گئے تھے...." حمید نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔

"گستاخ....!" کوئی دوسرا غرایا۔ "خاموش رہو.... ورنہ زبان گدی سے کھینچ لی جائے گی۔"

"خاموش رہو.... فرزند ابھی ہم خود ہی دیکھ لیں گے کہ وہ کس پائے کا جانور ہے؟" فریدی بولا.... ساتھ ہی اگلی نشست والی کھڑکی بھی بند ہوگئی۔ حمید پھر تھوڑی دیر خاموش رہا بولا۔ "بھاگتے.... راستہ نہ ملے گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے.... لیکن اب کیا ہو سکتا ہے.... پھر بھی اتنا یاد رکھو کہ تم زیادہ ہاتھ پیر نہیں ہلاؤ گے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اگر میں گاڑی سے اترتے ہی کچھ شروع کردوں تو میرے ہاتھ بٹانے کی ضرورت نہیں۔"

"یعنی میں دم بخود کھڑا رہوں گا۔"

"قطعی....!"

"مصلحت....؟"

"فضول بکواس نہ کرو۔ جتنا کہا جائے اُس سے زیادہ نہ کرنا۔" فریدی کی آواز اتنی ہی نیچی تھی کہ حمید کے علاوہ اور کوئی نہ سن سکتا تھا۔

"پھر میں اپنے بچاؤ کے لئے کیا کروں گا۔"

"مجھ سے نفرت کا اظہار اور ان کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش۔"

"اور اگر کام آگیا تو....!"

"میں صبر کرلوں گا....؟" فریدی کی سنجیدگی برقرار رہی۔

پھر وہ دونوں ہی کسی سوچ میں گم ہوگئے۔ انجن کے ہلکے سے شور کی یکسانیت حمید کے ذہن کو بیداری کی سطح سے نیچے لئے جا رہی تھی کچھ دیر بعد یک بیک اُس نے جھرجھری لی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا.... کم قوت والے بلب کی دھندلی سی روشنی میں فریدی کے چہرے پر اُسے نہ جانے کیوں اجنبیت سی نظر آرہی تھی۔

"ہوشیار....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ حمید نے بھی محسوس کیا تھا کہ گاڑی کی رفتار کم ہو رہی ہے۔

گاڑی کے رکنے کے دھچکے کے ساتھ ہی فریدی ایک جانب تھوڑا سا جھکا اور پھر اُسی پوزیشن میں ساکت و صامت ہوگیا.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس دھچکے کے ساتھ جسم و روح کا رابطہ بھی منقطع ہوگیا۔

حمید بوکھلائے ہوئے انداز میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازہ کھولا۔

"نیچے آؤ....!" تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔ ریوالور کی نال اُن کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

فریدی اُسی طرح جھکا ہوا دروازے کی جانب کھسکا اور پھر حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اُن دونوں مسلح آدمیوں کے درمیان سے تیرتا ہوا گزر گیا ہو۔ اُن دونوں کے سر ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے اور پھر جتنی دیر میں وہ سنبھلتے فریدی نے دو فائر جھونک مارے اور پھر اچھا خاصا ہنگامہ برپا

ہو گیا۔ پے در پے فائر.... اور چیخیں.... حمید نے اوسان خطا نہ ہونے دیئے.... وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فریدی کیا چاہتا ہے.... اس لئے وہ چپ چاپ گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔ حالانکہ جیب میں ریوالور موجود تھا۔

اُس کا اندازہ تھا کہ گاڑی کسی عمارت کی کمپاؤنڈ میں روکی گئی ہے۔ "وہ گیا.... وہ اُدھر....!" کوئی چیخا اور بیک وقت کئی فائر ہوئے۔ حمید نے سوچا اس طرح بیٹھے رہنا تو مناسب نہیں ہے.... قطعی غیر منطقی کہ ایک ساتھی تو اس طرح نکل گیا اور دوسرا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا.... وہ کبھی یقین نہ کریں گے کہ اس میں بھی کوئی چال نہ ہو گی۔ پھر کیا کیا جائے؟ اُس نے چاروں طرف دیکھا.... بالآخر ایک ایسی جگہ نظر آ ہی گئی جس سے سر ٹکرا دینے پر پیشانی کی کھال یقینی طور پر پھٹ جاتی۔

پھر قبل اس کے کہ کوئی گاڑی کی طرف دوبارہ متوجہ ہوتا وہ فرش پر ڈھیر نظر آیا.... پیشانی سے خون کی چادر چہرے پر آ گئی تھی۔

وہ مطمئن تھا کہ سردی کی شدت کی وجہ سے خون کی زیادہ مقدار ضائع نہ ہو سکے گی۔ زخم پر خون جلد ہی جم جائے گا۔

پیشانی درد سے پھٹی جا رہی تھی۔ لیکن چوٹ اتنی شدید بھی نہیں تھی کہ وہ بیہوش ہو جاتا۔ ویسے مقصد ہی تھا کہ وہ اُسے بیہوشی ہی کی حالت میں اٹھائیں۔

کچھ دیر بعد اُس نے اپنے قریب ہی آوازیں سنیں.... پہلے کسی نے چیخ کر کہا تھا۔ "دوسرا گاڑی ہی میں بیہوش پڑا ہے۔"

پھر وہ اُسے گاڑی سے اٹھا کر کہیں لائے.... لیکن حمید فی الحال آنکھیں نہیں کھولنا چاہتا تھا۔

کوئی گرج رہا تھا۔ "حرام زادو ایک آدمی نہ پکڑا گیا.... میں تمہاری بوٹیاں اڑا دوں گا۔ اگر پانچ گھنٹے کے اندر اندر اُس کی لاش میرے سامنے نہ لائی گئی۔"

اس کے جواب میں حمید نے کچھ نہ سنا ویسے اُس کا اندازہ تھا کہ وہاں کم از کم ایک درجن آدمی موجود ہیں۔

"اسے ہوش میں لاؤ....!" وہی آدمی پھر گرجا۔

پھر تین منٹ کے اندر ہی اندر حمید نے اپنے بائیں بازو میں انجکشن کی چبھن محسوس کی۔

"فوراً ہوش میں آنا چاہئے۔" کوئی غرایا۔

"اَن داتا.... چوتھا منٹ نہیں گذرنے دے گا۔" گڑگڑا کر جواب دیا گیا۔ حمید نے سوچا اچھی بات ہے بیٹے ڈاکٹر صاحب میں تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں لگنے دوں گا۔

اُس نے کراہ کر کروٹ بدلی لیکن آنکھیں نہ کھولیں.... پھر وہ اس طرح ہاتھ پیر پٹخنے لگا جیسے کسی نے ادھ کٹی گردن سمیت اُسے تڑپنے کے لئے چھوڑ دیا ہو۔

"کیا یہ مر رہا ہے....!" بڑی لاپرواہی سے پوچھا گیا۔

"پ.... پتہ نہیں.... ان داتا....!"

"شراپ....!" شائد یہ چمڑے کے چابک کی آواز تھی، کسی کے حلق سے تلملائی ہوئی سی چیخ نکلی اور پھر کہا گیا۔ "تو نہیں جانتا کہ یہ مر رہا ہے.... ڈاکٹر ہے.... تو.... اسٹیٹ نے تجھ پر ہزاروں خرچ کئے ہیں.... حرام خور....!"

"شراپ....!" پھر چابک کی آواز.... لیکن اس بار شائد پٹنے والا خود پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

حمید نے سوچا اب اٹھ ہی جانا چاہئے۔ بہر حال وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

لیکن فوراً ہی آنکھیں کھول دینے کی بجائے جھومتا ہوا بڑبڑایا۔ "خواہ تم مجھے مار ہی ڈالو.... میں اب اس ملازمت میں نہیں رہ سکتا.... مارو.... ہاں مارو.... اس بار اتنے زور سے میرا سر ٹکراؤ کہ اُس کے پرخچے اڑ جائیں.... انسپکٹر.... تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔"

یک بیک کسی نے اُسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور پھر اُس نے آنکھیں کھولیں لیکن تھوڑی دیر تک اس انداز میں آنکھیں پھاڑ تا رہا جیسے کچھ دکھائی ہی نہ دیتا ہو۔ حالانکہ وہ اُس وحشت زدہ آدمی کو بخوبی دیکھ رہا تھا جس کے ہاتھ میں بٹے ہوئے چمڑے کا لمبا سا چابک تھا۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ....!" دفعتاً ایک آدمی غرایا۔

"مم.... میں کہاں....!" حمید خلاء میں گھورتا ہوا بولا۔

"کورنش بجا لاؤ.... تم ہز ہائی نس کے حضور میں ہو۔" جواب ملا۔

"اوہ خدایا.... میں کس طرح تیرا شکر ادا کروں۔" حمید کی ایکٹنگ شاندار تھی.... وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس طرح جھکا جیسے منہ کے بل گر پڑے گا۔

"ہوں.... کیا بک رہے تھے تم۔" وحشت زدہ والئی ریاست نے چابک کو جنبش دی۔

"اَن داتا.... مجھے امید نہیں تھی کہ حضوری حاصل ہو سکے گی۔"

"کیوں....؟" بائیں ابرو میں تناؤ پیدا کرتے ہوئے پوچھا گیا۔

"وہ درندہ ہے.... اپنی دانست میں تو اُس نے وہ حملہ مار ڈالنے ہی کے لئے کیا تھا۔"

"کس نے....!" ہز ہائی نس کا لہجہ نرم تھا۔

"میرے باس فریدی نے.... وہ درندہ ہے.... ان داتا.... میں اُسے سمجھا رہا تھا کہ ر
پور کی بہت بڑی سرکار ہے.... جہاں لاٹ صاحب کی دال بھی نہ گلتی ہو وہاں ہم مسخرے کس
و قطار میں ہوں گے۔ لیکن.... اُس نے ایک نہ سنی۔ پھر جب ہم یہاں لائے جا رہے تھے تو
نے راستے میں اُسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اگر ہم سرکار میں پہنچتے ہی معافی مانگ لیں
شاید بخش دیئے جائیں.... بس ان داتا.... وہ کسی بھوکے شیر کی طرح بپھر گیا۔ کیسی حیوا
تھی اس کے حملے میں.... میرے خدا۔"

حمید نے آنکھیں بند کرلیں اور اس کا جسم کانپنے لگا۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر رتن پور کا والی غرایا۔ "تصویروں کا پیکٹ کہاں ہے۔"

"سرکار.... وہ تو کسی نامعلوم حملہ آور نے مجھ سے چھین لیا تھا۔"

حمید نے کہا اور پوری کہانی دہرا دی۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ "میں بالکل بے قصو
ہوں سرکار مفت میں مارا جاؤں گا۔ اگر کبھی اس ملازمت سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش ک
ہوں تو وہ دھمکی دیتا ہے کہ ساری عمر جیل میں سڑوا دے گا۔ وہ کتنا بڑا سازشی ہے.... میں
جانتا ہوں۔"

"بکواس بند کرو.... یہاں جھوٹ بولنے کی سزا موت ہے۔"

"سس.... سرکار.... ان داتا.... میں کیسے یقین دلاؤں....!"

"تصویریں.... تم نے دیکھی تھیں....!"

"دیکھی تھیں ان داتا....!"

"کس قسم کی تصویریں تھیں....!"

"قسم.... قسم.... میں نہیں سمجھا سرکار.... یعنی کہ بس ویسی ہی جیسی....!"

"ہوں.... ختم کرو.... میں دیکھوں گا۔" وہ حمید کو گھورتا ہوا بولا۔ پھر ایک آدمی کی طرف مڑ کر کہا۔ "سکتر صاحب اسے ریچھوں کے کٹہرے میں دھکیل دیا جائے۔"

"ہولی فادر...." حمید اچھل پڑا۔ لیکن والئی ریاست حکم دینے کے بعد اتنی تیزی سے ایک دروازے میں مڑ گیا تھا کہ وہ فریاد بھی نہ کر سکا۔

سیکریٹری بڑبڑا رہا تھا۔ "یہ احمق خواہ مخواہ خود کو ریچھوں سے نچواتے ہیں۔"

"اے تو کیا واقعی....!" حمید نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ذرا ہی سی دیر میں معلوم ہوا جاتا ہے.... سرکار کو یقین نہیں آیا تمہاری باتوں پر....!"

"یقین نہ کرنے کی وجہ....!" حمید جھلا گیا۔

"آخر تم دونوں نے رتن پور کا رخ کیوں کیا تھا....؟" سیکریٹری نے پوچھا۔

"شامت نے گھیرا ہوگا.... میں کیا جانوں.... وہ تو مجھے کسی گدھے کی طرح جوتے پھرتا ہے.... یہ بتائے بغیر کہ کسی فعل کا مقصد کیا ہے۔ پہلے اُس نے مجھے یہاں نہ صرف یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ میں فلیٹی میں قیام کروں.... پھر خود بھی آ پہنچا.... اور یہیں آکر بتایا کہ وہ کملا کے قاتلوں کی تلاش میں ہے.... کہنے لگا کہ اس میں ہز ہائی نس کا ہاتھ بھی ہو سکتا ہے.... میں نے کانوں پر ہاتھ رکھے اور اُسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ اگرچہ یہ حقیقت ہے تو ہمیں چپ چاپ یہاں سے چلے جانا چاہیئے.... بھلا ہز ہائی نس سے کوئی ٹکر لے سکے گا۔"

سیکریٹری چند لمحے حمید کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "ہز ہائی نس کے علاوہ اور کوئی بھی اُس پیکٹ میں دلچسپی نہیں لے سکتا۔ لیکن وہ پیکٹ ہز ہائی نس تک نہیں پہنچا۔"

"ہوں....!" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جنبش دی.... "کملا کے کوارٹر میں شائد وہ پیکٹ بھی تلاش کیا گیا تھا۔"

"تمہیں ان باتوں سے سروکار....!" سیکریٹری غرایا۔

"قطعی نہیں.... لیکن شائد میں کوئی کام کی بات بتا سکوں۔"

"یعنی....!"

"وہ پیکٹ تمہارے ہی کسی آدمی نے مجھ سے چھینا تھا....!"

"بکواس.... اس طرح وہ ہز ہائی نس تک ضرور پہنچا ہوتا۔"

"نہیں سمجھے... ہاہا....!" حمید نے قہقہہ لگایا۔ "نہیں سمجھ سکتے۔ میں پوری طرح سمجھ گیا ہوں۔"

"لے چلو....!" سیکریٹری دوسروں کی طرف دیکھ کر غرایا۔

"سنو پیارے....!" حمید کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "ہم تو سر ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔ لیکن میری موت تمہارے ہز ہائی نس کے لئے بڑی پریشانیاں لائے گی۔"

اُس کی طرف بڑھتے ہوئے قدم رک گئے اور سیکریٹری غرایا۔ "کیوں؟"

"مجھے کسی غدار کی پرچھائیں نظر آرہی ہے۔" حمید یک بیک سنجیدہ ہوگیا۔ چند لمحے خلاء میں گھورتا رہا۔ پھر سیکریٹری کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ "بلاشبہ وہ تمہارا ہی کوئی آدمی تھا جس نے میری جیب سے پیکٹ نکالا تھا لیکن....!"

حمید نے قہقہہ لگایا۔ لیکن جلد ہی سنجیدگی اختیار کر کے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"وہ ہز ہائی نس کو.... بلیک میل.... کرے گا۔"

بالکل ایسا ہی معلوم ہونے لگا جیسے حمید کے یہ الفاظ بموں کی طرح اُن کے سروں پر پڑے ہوں۔ قبرستان کا سا سناٹا چھا گیا۔ پھر دفعتاً دروازے کی جانب سے آواز آئی۔ "ٹھہرو۔"

رتن پور کا والی دروازے میں کھڑا حمید کو گھور رہا تھا۔

حمید ایک بار پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں جھکتا چلا گیا۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" اس بار وحشت زدہ والئی ریاست کے لہجے میں نرمی تھی۔ وہ حمید کو پھر گھورنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اُس کے ذہن کی گہرائیوں میں اترنے کی کوشش کر رہا ہو۔ یک بیک اُس نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔" اور دوسری طرف مڑ گیا۔



روزا اتنی تھک گئی تھی کہ صرف ایک ہی منزل کے زینے بے حد گراں گزرے وہ اپنے کمرے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ غالباً قفل کھولنے سے پہلے کچھ دیر دم لینا چاہتی تھی.... دفعتاً کسی نے اُس کا شانہ چھو کر کہا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے۔"

وہ چونک کر مڑی سامنے خضران کھڑا تھا۔ ٹھنڈی سی لہر اُس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔

"مم.... میں نہیں سمجھی جناب۔"

"میں اس وقت نشے میں تھا محترمہ....!"

"کب....؟" روزا نے تجاہل سے کام لیا۔

"وہی کیمرے والی بات....!"

"ارے وہ تو کچھ نہیں....!" روزا ہنس پڑی۔ "میرا کام ہی یہی ہے کہ ایسے مواقع پر جھڑکیاں سہوں۔ بڑی اچھی تنخواہ مجھے ملتی ہے جناب۔"

"اوہ.... کتنا گہرا طنز ہے....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں اس طرح بڑبڑایا جیسے خود سے مخاطب ہو۔ پھر بڑی لجاجت سے بولا۔ "کیا آپ میرے لئے تھوڑا سا وقت نکال سکیں گی۔"

"ضرور.... ضرور.... تشریف لائیے۔" روزا کمرے کا قفل کھولنے کے لئے آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں سٹنگ روم میں نظر آئے۔ خضران سر جھکائے بیٹھا تھا اور روزا مضطربانہ انداز میں بار بار پہلو بدل رہی تھی۔ بالآخر جب وہ بہت زیادہ گھٹن محسوس کرنے لگی تو اُسے ہی پہل کرنی پڑی۔

"فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتی ہوں....!"

"اب اور زیادہ شرمندہ نہ کیجئے۔" اُس نے سر اٹھا کر کہا۔ روزا کو اُس کی آنکھوں میں موٹے موٹے قطرے نظر آئے....

"مم.... میں نہیں سمجھی جناب....!"

خضران نے دوسری طرف منہ پھیر کر آنکھیں پونچھیں اور پھر اُس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"مجھے نشے میں بہت جلد غصہ آجاتا ہے.... پھر نارمل حالت میں اتنی شرمندگی ہوتی ہے کہ خودکشی کر لینے کو دل چاہتا ہے۔"

"اوہ.... کوئی بات نہیں ہے، آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ میں نے برا نہیں مانا تھا۔"

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ چونک پڑے۔

"کم ان....!" روزا نے کہا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے.... روزا بوکھلا کر کھڑی ہوگئی.... وہ اُن کے سینوں پر لگے ہوئے سرخ رنگ کے بیجوں کو گھورے جا رہی تھی۔

"تت.... تشریف رکھئے جناب....!" اُس نے اُن سے کہا وہ بیٹھ ہی رہے تھے کہ خضران

روزا سے اجازت طلب کر کے اٹھ گیا۔ اُس نے اُن دونوں کو دیکھتے ہی اپنی ناک پر رومال رکھ لیا تھا اور دوبار چھینکا بھی تھا۔

اُس کے چلے جانے پر روزا نے بڑے خوفزدہ انداز میں اُن لوگوں کی آمد کا مقصد پوچھا تھا۔

"تیسری منزل کے خضران نامی کسی آدمی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہے۔"

"مخ.... خضران.... وہ تو.... وہ ابھی آپ کے سامنے یہاں سے اٹھے ہیں۔"

"کیا....؟" دونوں نے بیک وقت کہا اور اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ پھر وہ اتنی تیزی سے باہر نکل گئے تھے کہ روزا کے ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ غالباً اُس نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

آنکھوں میں الجھن کے آثار لئے وہ باتھ روم کی طرف مڑ گئی۔



رتن پور کا والی حمید کو گھور رہا تھا اور حمید اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے اس سے پہلے بہت کچھ سنتا رہا ہو۔

دفعتاً پرنس غرایا۔ "اگر یہ بات غلط نکلی تو میں تمہارے ٹکڑے اڑا دوں گا۔"

"سس.... سرکار....!" حمید ہکلایا۔ "میں نے تو عرض کیا تھا کہ وہ نامعلوم حملہ آور خضران بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے یقین کے ساتھ تو نہیں کہا۔"

"اچھا تو یہی ثابت کرو کہ میرا کوئی آدمی مجھے بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔"

"وقت ثابت کرے گا سرکار.... میں جادوگر تو نہیں ہوں لیکن ذہنی تربیت بھی کوئی چیز ہے۔ ہزاروں ایسے کیس نظروں سے گذرے ہیں پچھلے سال ایک گدھے نے اس زور سے لات ماری تھی۔"

"بکواس بند کرو۔"

"سن تو لیجئے سرکار.... وہ ایسا عدیم الفرصت گدھا بھی نہیں تھا کہ خواہ مخواہ لات مار دیتا.... اسے مجبور کر دیا گیا تھا کہ وہ لات مارے۔"

"کیا تم نشے میں ہو...." پرنس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"سرکار پوری بات سن لیں۔ لات کھانے کے بعد میں تو بدحواس ہو گیا تھا لیکن کسی ہوش مند نے میری جیب صاف کر دی تھی.... تو کہنے کا یہ مطلب کہ جو شخص آپ کو بلیک میل کر

چاہتا ہے وہ کھل کر کبھی آپ کے سامنے نہیں آئے گا۔ کسی ایسے آدمی کو سامنے لائے گا جسے آپ جانتے نہ ہوں۔"

پرنس کسی سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر تک اُس کی انگلیاں کرسی کے ہتھے پر چلتی رہیں۔ پھر وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا فکرمند لہجے میں بولا۔

"مگر اُس پیکٹ کی اہمیت سے میرا کوئی آدمی بھی واقف نہیں۔"

"سرکار.... سرکار.... سرکار....!"

"کیا بکتے ہو....!"

"جس پیکٹ کے لئے ایک قتل ہو گیا ہو اس کی اہمیت کا کیا پوچھنا.... ایک بار ایک لڑکی نے مجھے آنکھ ماری تھی۔"

"شٹ اپ....!"

"یقین کیجئے کہ وہ لڑکی ہرگز نہیں تھی۔ لڑکی کی ماں تھی.... لڑکی تو....!"

دفعتاً ایک آدمی پردہ ہٹا کر کمرے میں داخل ہوا.... اور تعظیماً جھک کر بولا۔ "ریڈ بیجز.... یور ہائی نس....!"

"آنے دو....!" پرنس نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

اُس کے جانے کے بعد ہی دو آدمی اندر آئے.... ان کے سینوں پر سرخ رنگ کے بیجز لگے ہوئے تھے۔

"اَن داتا....!" اُن میں سے ایک بولا۔ "خضران نام کا ایک آدمی فلیٹی میں موجود تھا۔ ہم نے اُسے ہاؤز ڈیٹکٹو کے کمرے ہی میں دیکھا.... لیکن اُس نے ہمیں دیکھتے ہی اپنا منہ رومال سے ڈھانک لیا تھا۔"

"وہ کہاں ہے؟ کم سے کم الفاظ استعمال کرو۔" پرنس دہاڑا۔

"وہ تو ہمیں دیکھتے ہی اٹھ گیا تھا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ ہمیں جس آدمی کی تلاش تھی وہ....!"

"نکل گیا نا....!" پرنس اپنی ران پر ہاتھ مار کر کھڑا ہو گیا۔

"سس سرکار اگر ہم اُسے پہچانتے ہوتے....!"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو.... نمک حراموں۔"

وہ سر جھکائے کھڑے رہے اور حمید بڑبڑایا۔ "بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔" پھر پرنس سے بولا۔ "سرکار اجازت ہو تو میں بھی ان سے کچھ پوچھوں۔"

پرنس جو قہر آلود نظروں سے اُن دونوں کو گھور رہا تھا حمید کی طرف متوجہ تک نہ ہوا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے وہاں کسی چوتھے آدمی کے وجود کا علم ہی نہ ہو۔

دفعتاً وہ سرد لہجے میں بولا۔ "تم دونوں دس گز کے فاصلے سے دوڑ کر اپنے سر ٹکراؤ۔"

"یور ہائی نس....!" حمید نے کچھ کہنا چاہا۔

"شٹ اپ....!"

حمید پھر کچھ نہ بولا.... وہ دونوں ایک دوسرے سے دور ہٹتے گئے.... اور پھر اس طرح رکے کہ دونوں کے چہرے ایک دوسرے کی جانب تھے۔

"جلدی کرو۔" پرنس نے چمڑے کا چابک فرش پر مارتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں جھکے اور اچھل اچھل کر آپس میں سر ٹکرانے لگے.... حمید کو ہنسی بھی آرہی تھی اور خوف بھی محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بھینسوں کی طرح سر ٹکرا کر چیختے اور کراہتے۔ کبھی کبھی ڈھیر بھی ہو جاتے.... لیکن انہیں پھر اٹھنا پڑتا.... جب تک نہ اٹھتے وحشت زدہ حکمران کا چابک اُن پر برستا رہتا۔

کچھ دیر بعد اُن میں سے ایک قطعی طور پر بیہوش ہو گیا.... تب دوسرا فرش پر دو زانو ہوتا ہوا گڑگڑایا۔ "یور ہائی نس.... اس اذیت سے تو یہی بہتر ہے کہ آپ ہمیں گولی مار دیں۔"

پرنس نے سوئچ بورڈ پر لگے ہوئے ایک سوئچ کا پش بٹن دبایا۔ کہیں دور سے گھنٹی کی آواز آئی اور ایک آدمی کمرے میں داخل ہو کر کورنش بجا لایا۔

"سیکریٹری کو بلاؤ...." پرنس نے کہا اور الٹے پاؤں واپس گیا۔

"سرکار.... اجازت ہو تو اب میں اس سے کچھ پوچھوں....!" حمید نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ بڑی لاپروائی سے سر ہلا کر اجازت دی گئی۔

حمید تھکے ہوئے آدمی سے مخاطب ہوا۔

"تمہیں یقین ہے کہ اُس نے تمہیں دیکھ کر ہی منہ پر رومال رکھا تھا یا اُس کی اور کوئی وجہ رہی ہو گی۔"

"ہم.... مجھے یقین ہے.... پہلے تو ہم نے خیال نہیں کیا تھا.... لیکن اُس کے اٹھ جانے کے بعد جب ہمیں معلوم ہوا کہ.... وہی خضران....!"

وہ دم لینے کے لئے رک گیا۔ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اب وہ بھی بیہوش ہو جائے گا۔ پلکیں جھکی پڑ رہی تھیں۔ اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور پھر بولا۔ "جب یہ معلوم ہوا کہ وہ خضران تھا تو خیال آیا کہ ہمارے سرخ بیجز پر نظر پڑتے ہی وہ ناک پر رومال رکھ کر.... دو تین بار چھینکا تھا.... اور کمرے سے چلا گیا تھا۔"

"مجھے یقین ہے کہ یہی ہوا ہو گا....!" حمید نے سر ہلا کر کہا۔ "وہ بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے.... چونکہ وہ اپنے دانتوں کی وجہ سے ہزاروں میں پہچانا جا سکے گا اسی لئے اُس نے ناک پر رومال رکھ لیا تھا۔"

"میرے ساتھ آؤ....!" پرنس اٹھتا ہوا حمید سے بولا۔ پھر دروازے کے قریب رک کر زخمی آدمی کی طرف مڑا۔

"اگر تمہاری موت سے پہلے سیکریٹری آجائے تو اُسے روم نمبر بارہ میں بھیج دینا۔"

"اَن داتا....!" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر منہ کے بل فرش پر چلا آیا حمید پرنس کے پیچھے چل رہا تھا۔

روم نمبر بارہ میں پہنچتے ہی اُس کی عقل گدی سے خارج ہو گئی۔ مغربی طرز کے ساز بج رہے تھے.... اور ڈیڑھ درجن نیم عریاں لڑکیاں چاروں طرف تھرکتی پھر رہی تھیں.... پرنس نے اس جگہ کو روم نمبر بارہ کے نام سے یاد کیا تھا.... لیکن وہ تو ہال تھا اور اتنا بڑا ہال آج تک حمید کی نظر سے نہیں گذرا....

"ارے باپ رے....!" حمید نے آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ لئے اور چلتے چلتے رک کر اس طرح کانپنے لگا جیسے کوئی سردی کھایا ہوا بکری کا بچہ ہو۔ ساتھ ہی وہ بڑبڑائے جا رہا تھا۔ "ارے خدا تو نے میرے باپ کے گناہ پچھلے سال ہی معاف کر دیئے ہوں گے اب میرے گناہ بھی معاف کر دے.... ایکس کیوزمی پلیز.... مائی گوڈ....!"

"کیا بکواس ہے....!" پرنس نے اُس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا۔

"سردی لگ رہی ہے.... یور ہائی نس....!" حمید ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔ "ایسی جگہوں پر اکثر مجھے نمونیہ بھی ہو گیا ہے۔"

پرنس نے قہقہہ لگایا۔ لڑکیاں اُن کے قریب آگئی تھیں۔ حمید بدستور آنکھیں بند کئے کانپتا

رہا.... جسم کی یہ کپکپاہٹ اب موسیقی سے بھی کسی حد تک ہم آہنگ ہو گئی تھی۔

پرنس نے لڑکیوں کے نرغے سے باہر جاتے ہوئے انہیں کسی قسم کا اشارہ کیا اور وہ یک بیک حمید پر ٹوٹ پڑیں۔

"ارے.... ارے....!" حمید نے خوامخواہ چیخنا شروع کر دیا۔ "بب بچاؤ.... بچاؤ.... آژ چھین.... ارے چھین.... اچھن.... آق چھین.... مرا سرکار.... نن.... نزلے کی تحریک شروع ہو گئی.... آق چھیں.... نن.... نمونیہ بھی ہو جائے گا۔"

وہ اُسے ایک دوسری پر دھکیلتی رہیں۔

پھر کچھ دیر بعد پرنس کی آواز گونجی "ہٹ جاؤ.... الگ ہٹو.... نغمہ بند کرو۔"

موسیقی کی لہریں فضا میں ارتعاش پیدا کرتی ہوئی سناٹے میں گم ہو گئیں۔ لڑکیاں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھیں۔

"ہاتھ ہٹاؤ آنکھوں سے....!" پرنس نے غضب ناک ہو کر حکم دیا اور حمید کے ہاتھ جھٹکے کے ساتھ پہلوؤں میں جھول گئے۔ وہ اس طرح کھڑا تھا جیسے پشت پر کوہان نکل آیا ہو۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔"

حمید کسی ربڑ کے بولے کی طرح اکڑ گیا۔ پرنس کا سیکریٹری سامنے ہی موجود تھا۔

"اُس کا حلیہ پھر بتاؤ.... اور اپنے باس کا بھی۔" پرنس نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔ پھر سیکریٹری سے بولا۔ "نوٹ کرو....!"

حمید نے خضران اور فریدی کے حلئے بیان کئے اور سیکریٹری نوٹ کرتا رہا.... جب وہ نوٹ بک بند کر چکا تو پرنس نے اسٹیٹ کی ناکہ بندی کا حکم دیتے ہوئے کہا۔ "ایک گھنٹے کے اندر اندر یہ حلئے سارے ناکوں پر پہنچ جانے چاہئیں.... ریلوے اسٹیشنوں پر ساری ٹرینیں اُس وقت تک روکی جائیں جب تک کہ اُن کی تلاشیاں نہ ہو جائیں.... اور اس لڑکی روزا کو یہاں حاضر کرو.... اس کے لئے صرف بائیس منٹ دے سکتا ہوں۔"

سیکریٹری تعظیم کے لئے جھکا اور باہر نکل گیا۔

حمید دم بخود کھڑا تھا۔ پرنس اُس کی طرف مڑا۔ قبل اس کے کہ خود کچھ کہتا حمید ہاتھ جوڑ کر بول پڑا۔ "سرکار میری بھی ایک عرض ہے میں جانتا ہوں کہ مجھے معاف نہیں کیا گیا.... میں

موت سے بھی نہیں ڈرتا۔ لیکن مرنے سے پہلے میری ایک خواہش ضرور پوری ہونی چاہئے۔"

"ہوں....!" پرنس نے سوالیہ انداز میں بھنویں چڑھائیں۔

"فریدی کو میرے حوالے کر دیا جائے تاکہ میں اُس کی ہڈیاں توڑ سکوں۔"

"کیوں....؟"

"اُس نے مجھ پر بے شمار مظالم کئے ہیں۔ سب سے بڑا ظلم تو یہ کہ میں کنوارا ہی مر جاؤں گا.... آج تک شادی نہ ہونے دی.... ابھی پچھلے مہینے کی بات ہے ایک جگہ بات لگی تھی۔ وہاں پہنچ کر بھیڑ مار دی.... لڑکی والوں سے جڑ دیا کہ میں چرس پیتا ہوں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔" پرنس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"حد ہو گئی سرکار ایک جگہ تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اب تک ساڑھے تین درجن لڑکیوں سے عشق کر چکا ہے.... ساڑھے تین درجن.... ارے باپ رے۔"

وہ پھر کسی چوٹ کھائے ہوئے مینڈک کی طرح کانپنے لگا۔

"تم گدھے ہو۔"

"جی سرکار....!" حمید نے پھر ہاتھ جوڑ دیئے۔ "لڑکیاں بھی یہی سمجھتی ہیں لیکن....!"

"ٹھہرو.... تمہیں ایک تماشہ دکھاؤں....!" وہ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

غالباً اُس نے کسی پش بٹن پر انگلی رکھی تھی۔ حمید کی پشت والی دیوار سے ہلکی سی چرچراہٹ بلند ہوئی اور اس نے ایک چور دروازہ نمودار ہوتے دیکھا۔ لیکن ٹھیک اُسی وقت لڑکیوں نے چیخنا اور بھاگنا شروع کر دیا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے بھیڑوں کے گلے میں کوئی بھیڑیا گھس آیا ہو۔

پرنس نے چابک گھما کر اُن کے مجمع میں پھینکا ایک لڑکی کی ٹانگ چابک سے الجھی اور وہ دھڑام سے فرش پر چلی آئی۔

دوسری لڑکیاں مختلف دروازوں سے باہر نکل چکی تھیں۔ چابک سے الجھ کر گرنے والی اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اُسے کامیابی نصیب نہ ہو سکی کیونکہ اُس کے گرد چابک کے بلوں میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

وہ چیخ رہی تھی بلبلا رہی تھی.... اور حمید متحیرانہ انداز میں کھوپڑی سہلا رہا تھا۔ سمجھ ہی میں

نہ آسکا کہ یہ سب یہ کیا تھا۔ پھر دفعتاً اُس چور دروازے کا خیال آیا جس کے نمودار ہوتے ہی ہ ہنگامہ برپا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اُس کی طرف مڑا۔ لیکن پھر اس طرح سناٹے میں آگیا جیسے اچانک روح قبض کرلی گئی ہو۔

دروازہ میں ایک ریچھ نظر آیا.... جو پچھلی ٹانگوں پر کھڑا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔

پرنس نے حمید سے کہا۔ "ڈرو نہیں.... وہ تمہاری طرف متوجہ بھی نہیں ہوگا۔ سوئچ بورڈ پر سرخ رنگ والا بش بٹن دبادو....!"

حمید بوکھلائے ہوئے انداز میں سوئچ بورڈ کی طرف جھپٹا.... وہ سچ مچ بدحواس ہوگیا تھا بٹن پر انگلی پڑتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے ساری دیواریں دھڑام سے نیچے آپڑی ہوں.... لیکن واقعہ صرف اتنا سا تھا کہ بٹن دبتے ہی ہال کے سارے دروازے بند ہوگئے تھے.... شاید اُن دروازوں میں اوپر کی طرف خلائیں تھیں جن سے فرش پر تختے پھسل آئے تھے۔

اب پرنس نے لڑکی کو چابک کے بلوں سے آزاد ہوجانے دیا۔ ریچھ پر نظر پڑتے ہی لڑکی نے اور زیادہ چیخنا اور بلبلانا شروع کردیا تھا۔

اب وہ چاروں طرف دوڑتی پھر رہی تھی اور ریچھ اُس کا تعاقب کررہا تھا۔ ایک بار ریچھ نے جھپٹ کر اُسے دھکا دیا اور وہ فرش پر ڈھیر ہوگئی۔ ریچھ پھر سروقد کھڑا ہوگیا.... چیختے چیختے لڑکی کا گلا رندھ گیا تھا۔

ریچھ دو چار قدم پیچھے ہٹا.... اور دوبارہ لڑکی پر جھپٹنے ہی والا تھا کہ سامنے والے روشندان سے پے در پے فائر ہوئے.... ریچھ لڑکھڑایا.... اور ڈھیر ہوگیا.... ایک گولی سینے پر پڑی تھی اور دوسری پھیلے ہوئے دہانہ میں جا گھسی تھی۔

"یہ کون ہے....!" پرنس حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"احمد کمال فریدی کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے.... نہیں.... نہیں پرنس تم اپنی جگہ سے جنبش نہیں کروگے۔ اب بھی ریوالور کی زد پر ہو۔"

پرنس کچھ نہ بولا۔ وہ ساکت و صامت کھڑا تاریک روشندان کو گھورے جارہا تھا۔

"حمید.... کانسپیریزڈی گریٹ.... میں تمہارے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا.... تم دیکھوں گا تمہیں اگر سسکا سسکا کر نہ مارا تو کچھ بھی نہ کیا۔"

"مم.... مم.... ارے باپ رے.... مطلب یہ کہ.... مم میری بھی تو سنئے۔"

"شٹ اپ....!" روشندان سے آواز آئی۔

تھوڑی دیر تک پھر سناٹا چھایا رہا۔ پرنس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ روشن دان سے پھر آواز آئی۔ "تم اب یہ سوچنا ترک کردو کہ تمہاری ریاست کے گرد لوہے کی دیواریں ہیں.... اس وقت تمہارے محافظ دستے کی آنکھوں میں دھول جھونکی تھی.... کل تمہیں ایک تھیلے میں بند کرکے شائد سڑکوں پر بھی گھسیٹتا پھروں....!"

پرنس چیخ چیخ کر اپنے آدمیوں کو آوازیں دینے لگا۔ لیکن دروازے تو بند تھے۔ شاید انہیں باہر سے نہ کھولا جاسکتا.... روشندان سے قہقہے کی آواز آئی.... اور کہا گیا۔ "اینگلو انڈین اور اُس کی لڑکی کو اسٹیٹ سے نکل جانے دو.... یہ میرا حکم ہے۔"

"بکواس بند....!" پرنس حلق پھاڑ کر چیخا۔

"صرف دو گھنٹے کی مہلت....!" فریدی کی آواز آئی۔ "اگر وہ دونوں دو گھنٹے بعد ریلوے اسٹیشن پر نظر نہ آئے تو میں سچ مچ تمہیں تھیلے میں بند کرکے سڑکوں پر گھسیٹتا پھروں گا.... شب بخیر....!"

ریچھ تڑپ تڑپ کر سرد ہوچکا تھا.... اور لڑکی ایک گوشے میں دبکی ہوئی بُری طرح کانپ رہی تھی۔



سرخ بیج والے پرنس کے مخصوص اسٹاف کے لوگ تھے۔ اسٹیٹ کے باشندوں میں انہیں موت کے فرشتوں کے نام سے یاد کیا جاتا۔

راہ چلتے اگر کسی کو کوئی سرخ بیج والا نظر آجاتا تو اُسے موت سامنے کھڑی دکھائی دیتی اور تاوقتیکہ وہ اُسے نظر انداز کرکے گذر نہ جاتا اُس پر جانکنی کی سی کیفیت طاری رہتی۔

روزا کو جب یہ معلوم ہوا کہ سرخ بیج والوں سے دوسری ملاقات خود اس کے لئے کسی الجھن کا باعث بننے والی ہے تو اس کا دم ہی تو نکل گیا.... لیکن بے چوں وچرا تعمیل احکام کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

رات پھر اُسے راج محل کے ایک کمرے میں مقید رکھا گیا اور دوسرے دن تقریباً دس بجے

پرنس کے حضور میں پیشی ہوئی مقصد اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا کہ خضران کے متعلق پوچھ گچھ کی جاتی.... لیکن پرنس اُسے دیکھتے ہی سیکریٹری پر الٹ پڑا.... "اُلو کے پٹھے.... ہماری رعایا کب سے ہے....!"

"سرکار جاننا چاہتے ہیں کہ تم کب سے نمک خوار ہو....!" سیکریٹری نے روزا سے پوچھا.... وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"پپ پانچ سال سے.... جناب والا....!"

پرنس نے سیکریٹری کو اس طرح گھور کر دیکھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔ حمید جو برابر ہی کے صوفے پر بیٹھا تھا جھک کر آہستہ سے بولا۔ "پانچ سال پہلے تو یہ آفت کی پرکالہ رہی ہو سرکار.... یہ سیکریٹری واقعی اُلو کا پٹھا معلوم ہوتا ہے۔ بھلا.... بتایئے پانچ سال بعد اسے یہاں لانے سے کیا فائدہ۔"

"ہوں....!" پرنس غرایا.... اور نصف درجن سرخ بیج والوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"سیکریٹری کو مرغا بنادو۔"

"سس سرکار.... اَن داتا....!" سیکریٹری گڑگڑایا لیکن ایک نہ چلی۔ سرخ بیج والے اُس پر ٹوٹ پڑے اور وہ ذرا ہی سی دیر میں مرغا بنا نظر آیا.... حمید پھر پرنس کی جانب جھکا اور آہستہ سے بولا۔ "یہ پانچ سال کا خسارہ اُس کی پشت پر کتنا اچھا لگے گا.... سرکار....!"

پرنس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی.... اور اُس نے روزا سے کہا۔ "مرغے پر سوار ہو جا....!"

"سرکار.... اَن داتا....!" سیکریٹری مرغا بنا ہوا.... گڑگڑایا.... لیکن کون سنتا.... روزا کو اُس پر سوار ہونا ہی پڑا۔ سیکریٹری کراہنے اور چیخنے لگا۔

"پانچ سال زائد ہی سہی سرکار....!" حمید نے پھر قلابازی کھائی "لیکن اگر یہ اُلو کا پٹھا گرا تو وہ بیچاری بھی مفت میں زخمی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے....!" پرنس بڑبڑایا.... چند لمحے سیکریٹری کی کراہیں سنتا اور روزا کی سراسیمگی سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر سرخ بیج والوں سے بولا۔ "یہ گدھا گرنے نہ پائے۔"

"پرنس کچھ اسی قسم کا آدمی تھا۔ حمید کے اندازے کے مطابق اُسے شائد وہ ذرہ برابر بھی

پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ کن حالات سے گذر رہا ہے۔ بس جو سوجھی تو سوجھ گئی.... اب اس وقت روزا کی طلبی کا اصل مقصد یہ تھا کہ خضران کے متعلق مزید معلومات بہم پہنچائی جائیں کیونکہ سرخ بیج والوں نے اُسے اُسکے کمرے میں دیکھا تھا۔ لیکن پرنس کی ذہنی رو بہک گئی۔ حمید نے مناسب نہ سمجھا کہ خضران کا تذکرہ چھیڑے بغیر وہاں سے اٹھ جائے۔ ویسے پچھلی رات سے اب تک اُس نے اپنے لئے خاص جگہ بنالی تھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو روزا اُس مرغ کی پشت پر کیسے نظر آتی۔

فریدی کی پچھلی رات والی ضروری یا غیر ضروری مداخلت ہی حمید کو اس مقام تک پہنچانے کا باعث بنی تھی.... پرنس کو یقین ہو گیا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں.... لیکن اس کے باوجود بھی حمید اس پیکٹ کا راز نہ معلوم کر سکا جس کے لئے یہ ہنگامہ جاری تھا.... پھر وہ کیسے سمجھ لیتا کہ پرنس کریک یا خبطی ہے۔

اُس نے روزا سے خضران کے متعلق معمولی پوچھ گچھ کرنے کے بعد پرنس سے کہا۔ "یہ جھوٹی نہیں معلوم ہوتی سرکار.... خضران کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی....!"

پھر وہ وہاں سے اٹھ گئے تھے.... اسکے بعد حمید کو سیکریٹری اور روزا کا حشر نہ معلوم ہو سکا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا کہ اے۔ ڈی۔ سی نے طلبی کا حکم سنایا۔ پرنس اپنی خواب گاہ میں تھا اور حمید کو وہیں طلب کیا گیا تھا۔

حمید نے وہاں پہنچ کر پہلی بار اُس کے چہرے پر فکر مندی کے آثار دیکھے۔

"بیٹھ جاؤ....!" پرنس ٹہلتا ہوا بولا۔ پھر رکا.... چند لمحے حمید کو گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ "اگر وہ بلیک میلر تمہارے باس کے ہاتھ آجائے تو کیا ہوگا۔"

"یقیناً بُری بات ہوگی....!" حمید نے جواب دیا۔ پھر بولا۔ "مگر سرکار میں پھر عرض کروں گا ہم اُس آدمی خضران کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کی آواز کے سلسلے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہو۔"

"نہیں تم بہت ذہین اور باصلاحیت آدمی ہو۔ تم سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ یہ دیکھو...." اُس نے اُس کی طرف ایک لفافہ اُچھالتے ہوئے کہا.... حمید نے اُسے ہاتھوں پر روک کر خط نکالا.... تحریر تھا۔

"یور ہائی نس! مجھے حیرت ہے کہ آپ کے آدمی ایک بیک میرے پیچھے کیوں پڑ گئے؟ اسٹیٹ

میں میرا حلیہ جاری کرایا گیا ہے لیکن میں ایسی جگہ ہوں حضور والا جہاں آپ کے پرندے پر بھی
مار سکتے.... میں ریزیڈنٹ کا باورچی ہوں.... آپ کو کملا نامی نرس تو یاد ہی ہوگی.... اور وہ تم
بھی۔ میری دانست میں اُس تصویر کی قیمت دس لاکھ ضرور ہونی چاہئے.... ورنہ پھر مفت
لیکن دوسری صورت میں وہ آپ کے بجائے ریزیڈنٹ کے قبضے میں ہوگی جو آپ سے بے تحاشا
جلا بیٹھا ہے لیکن وائسرائے کی وجہ سے مجبور ہے.... بہرحال اگر آپ تصویر خریدنا چاہیں تو
انکار بھی نہ ہوگا.... رقم ایک ایک ہزار کے نوٹوں کی شکل میں ہونی چاہئے۔ سودا آج ہی ہو جائے
تو بہتر ہے.... گیارہ بجے رات کو مشرقی گیٹ پر میرے منتظر رہئے۔"

حمید نے خط ختم کر کے طویل سانس لی۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ریزیڈنٹ آپ کا کیا بگاڑ لے گا۔ کیا یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے اُسکی اطلاع اسے نہ ملتی ہوگی!"

"وہ دوسرا معاملہ ہے.... تم نہیں سمجھ سکتے۔" پرنس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کیوں نہ میں ریزیڈنٹ کی کوٹھی میں گھس کر اُسے گولی مار دینے کی کوشش کروں۔" حمید بولا

"بکواس.... عقل استعمال کرو.... ایسی صورت میں جبکہ وہ مردود.... تمہارا باس بھی ابھی تک گرفتار نہیں ہوسکا۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا.... دس لاکھ ہی کی تو بات ہے ہاں.... سنو اب اسکیم ہے.... میں تم سے پوری طرح متفق ہوں کہ یہ حرکت میرے ہی کسی آدمی کی ہے۔ اس لئے کوئی دوسرا فراڈ بھی ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر.... خیر جانے دو... میں اب بہت محتاط رہنا چاہتا ہوں.... خود ہی یہ کام کروں گا.... اور تم میرے ساتھ ہو گے.... کوئی ایسی تدبیر کرو.... کہ ہم نہ صرف پیکٹ حاصل کرلیں.... بلکہ وہ آدمی خضران بھی ختم ہو جائے"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میک اپ! اس طرح میں اپنے باس سے بھی محفوظ رہ سکوں گا۔"

"ہوں.... اور ہمارے ساتھ بھیڑ بھی نہیں ہوگی صرف میں اور تم.... میں اُس سے پیکٹ لے کر دیکھوں گا.... اگر اُس میں مطلوبہ تصویر موجود ہوئی تو میں بایاں ہاتھ بلند کروں گا.... خضران کو گولی مار دینا.... بے آواز ریوالور....!"

"شاندار.. یور ہائی نس سے زیادہ عقلمند آدمی اگلی دو چار صدیاں بھی شائد ہی پیدا کر سکیں"

"اچھا تو اب.... جاؤ.... سوچو کہ ہم کس قسم کے میک اپ میں ہوں گے۔ میں تمہیں

ہوں گا.... اگر یہ کام بن گیا.... اور تمہارا باس تو پھانسی کے تختے پر نظر آئے گا.... بس
کی بناء پر مجھے تھوڑی سی الجھن ہوگئی ہے۔"



رات کے دس بجے تھے.... حمید اور ہز ہائی نس پیدل ہی ریزیڈنٹ ہاؤز کی طرف چل رہے.... حمید سوچ رہا تھا کہ کس طرح پیکٹ اپنے قبضے میں کرلے گا.... خضران اور پرنس.... دونوں ہی اُس کے دشمن ثابت ہوں گے.... نہ صرف پیکٹ بلکہ خضران کو بھی تو قابو میں کرنا تھا [illegible] کا انتقام بھی لینا تھا کہ اُس نے اُسے اور جگدیش کو کھلونوں کی طرح ٹریٹ کیا تھا۔

مشرقی پھاٹک کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ اب گیارہ بجنے میں دس منٹ باقی تھے.... یہ پھاٹک کوٹھی کی کمپاؤنڈ کے اُس حصے میں تھا جہاں بے ترتیب جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور شائد یہ پھاٹک کبھی کھولا بھی نہیں جاتا تھا.... پہرہ بھی نہیں ہوتا تھا اس پر۔"

دفعتاً انہوں نے پیروں کی چاپ سنی اور چونک پڑے.... حمید تیزی سے پیچھے ہٹا کیونکہ اسکیم کے مطابق اسے چھپ کر خضران کو گولی مارنا تھا۔

وہ سوچنے لگا.... حضرت کا کہیں پتہ نہیں.... یہ میدان میرا ہے۔ اُسے پرنس کے قریب ہی دوسرا سایہ نظر آیا.... حمید زیادہ فاصلے پر نہیں تھا.... اس لئے شائد وہ اُس کی سرگوشیاں بھی صاف سن سکتا۔

"میں یہاں موجود ہیں....!" اُس نے پرنس کی ہلکی سی غراہٹ سنی۔

"اگر کوئی فریب ہوا یور ہائی نس تو نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے....!" دوسری آواز خضران ہی کی ہوسکتی تھی۔

"پیکٹ نکالو.... میں دس لاکھ لایا ہوں۔"

"لیکن اس کی کیا سند ہے کہ پیکٹ ہاتھ میں آتے ہی وہ آدمی مجھے گولی نہ مار دے گا جو قریب ہی جھاڑی میں چھپا ہوا ہے۔"

"بکواس مت کرو.... تصویر نکالو....!" پرنس بپھر گیا.... اور حمید نے سوچا کہ اُس سے عنقریب کوئی حماقت سرزد ہونے والی ہے.... کہیں ایسا نہ ہو کہ خضران ہاتھ سے نکل ہی جائے.... بس وہ جھپٹ کر جھاڑیوں سے نکلا اور قریب پہنچ کر بولا۔ "یور ہائی نس اس آدمی کو

مطمئن کیے بغیر کام نہیں بنے گا.... لو بھئی میں بھی تمہارے سامنے ہی آ گیا.... نکالو پیکٹ۔

"ہاں.... اب ٹھیک ہے۔" خضران بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ دونوں حضرات کے اور کوئی نہیں آیا....!"

"وقت نہ برباد کرو.... نکالو....!" پرنس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"اب آپ دونوں حضرات اپنے ریوالور بھی میرے حوالے کر دیجیے.... میں احمق نہیں ہوں"

"او.... احمق میں تیرا گلا بھی گھونٹ سکتا ہوں۔" پرنس پھر بپھر گیا.... حمید نے موقع اچھا ہے.... دونوں کی کشتی خاصی شاندار رہے گی اور شائد اُسی کشتی کے دوران اُس کا بھی بن جائے گا.... یعنی پیکٹ کا حصول۔ بس اُس نے پرنس کو تاؤ دلانا شروع کر دیا۔

"نہیں سرکار.... یہ خود کو بہت طاقت ور سمجھتا ہے.... مجھے اور میرے ساتھی کو اُس نے کھلونوں کی طرح اچھال دیا تھا۔ اے احمق آدمی تو ہمارے سرکار کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ وہ تیری گردن شانوں سے اکھاڑ دیں گے۔"

"ابھی تک تو کوئی نہیں ٹک سکا میرے سامنے....!" خضران کی ہنسی تضحیک آمیز تھی۔

"خاموش....!" یک بیک پرنس اس پر جھپٹ پڑا....

"سرکار ذرا ڈاڑھی کا خیال رکھیے گا....!" حمید نے بڑے اطمینان سے کہا.... اشارہ ڈاڑھی کی طرف تھا۔ اندھیرے میں اندازہ نہ ہو سکا کہ کون نیچے گرا تھا.... ویسے اُس نے خضران کی آواز سنی جس نے چیخ کر انگریزی میں کہا تھا۔ "ہاں.... آؤ.... دیکھو....!"

یک بیک چاروں طرف بکھری ہوئی جھاڑیوں میں بھونچال سا آ گیا.... تیز قسم کی روشنی تینوں پر پڑی اور کئی آدمی جھاڑیوں سے برآمد ہوئے۔

"مار.... فائر کر.... او.... حمید....!" پرنس خضران سے الجھا ہوا چیخا۔

"نہیں.... دوست.... حمید اتنا احمق نہیں ہو سکتا۔" خضران کا جواب تھا۔ لیکن حمید احمق بننے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ کیونکہ اس بار یہ خضران کی آواز نہیں تھی.... نہیں.... اُس نے فریدی کی آواز صاف پہچانی تھی.... تو.... یہ فریدی.... خضران.... خدا کی پناہ.... وہ لڑکھڑا کر ایک درخت کے تنے سے ٹک گیا۔

اور پھر جب ایک بار خضران کا چہرہ روشنی میں آیا تو حمید اور زیادہ بوکھلا گیا.... کیونکہ

فریدی ہی تھا۔ اپنی اصل شکل میں.... اندھیرے میں حمید خضران کی سی آواز سنتا رہا تھا.... پھر شائد پرنس کو بھی اُس کی شکل پر غور کرنے کا موقع مل گیا تھا.... وہ چیخنے لگا۔ "یہ وہ تو نہیں ہے.... اُس کے دانت.... اوہ.... خاموش کیوں کھڑا ہے گدھے.... فائر کرتے ہوئے نکل چلو۔"

"ہوش میں آیئے سرکار آپ میرے باس کے پھندے میں آ پھنسے ہیں....!" حمید نے جواب دیا۔

"ابے تو فائر کیوں نہیں کرتا مردود....!" پرنس غصہ سے پاگل ہو گیا۔ اب وہ کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح فریدی کی گرفت سے نکل بھاگے۔

وہ پانچ یوروپین قریب آ گئے تھے جنکے ہاتھوں میں بہت تیز روشنی والی برقی مشعلیں تھیں۔

"ارر.... بس.... سرکار....!" حمید پرنس کی بات پر دھیان نہ دے کر بولا۔ "ڈاڑھی سنبھالئے....!"

یک بیک فریدی نے اُسے سر سے بلند کیا اور زمین پر دے مارا.... لیکن.... حمید کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس نے اُسے پیروں ہی کے بل زمین پر ٹکتے دیکھا.... بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے اُس نے خود ہی خلاء میں جست لگائی ہو اور بے تکان اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا ہو۔

"ریوالور ہے اُس کے پاس....!" حمید بے تحاشا چیخا۔

"پہلے تو ہی جا مردود....!" پرنس نے حمید پر فائر جھونک مارنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ فریدی نے پھر اُس پر جست لگائی.... فائر تو ہوا لیکن ہاتھ بہک گیا.... اور گولی ایک یوروپین کے بازو پر لگی.... وہ ریزیڈنٹ کا سیکریٹری تھا۔

"میں تم سبھوں کو فنا کر دوں گا....!" پرنس کسی زخمی بھیڑیئے کی طرح غرا رہا تھا۔ "تم دونوں نے مجھے فریب دیا تھا۔"

"فکر نہیں....!" حمید نے فریدی کی آواز سنی۔ "مجھے ایسے ہی شکاروں پر ہاتھ ڈالنے میں لطف آتا ہے جن کا شکار ناممکن ہو۔ تمہارے وہ شکاری کتے کہاں ہیں.... انہیں بلاؤ.... جنہوں نے ایک شیر خوار بچے سے اُس کی ماں چھین لی ہے۔"

"پرنس کچھ نہ بولا.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر ہوش و حواس کھو بیٹھا ہو.... یوروپین پہلے تو زخمی سیکریٹری کی طرف متوجہ ہو گئے تھے.... لیکن جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ زخم مہلک نہیں ہے تو یک بیک وہ چاروں بھی پرنس پر آ ٹوٹے.... اور

شائد فریدی کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی کہ وہ دوبارہ اُسے اکھاڑ کر سر سے بلند کرے.... اور
طرح پٹخ دے کہ وہ پیروں کے بل زمین پر آنے والا گر نہ استعمال کر سکے۔"

پرنس کو قابو میں کر لیا گیا۔

"یہ ہے وہ سوٹ کیس جس میں دس لاکھ کے بڑے نوٹ ہیں۔" فریدی نے زمین پر پڑے ہوئے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا...."اور یہ ہیں اس ریاست کے مالک۔"

اُس نے پرنس کے چہرے سے بچی کھچی نقلی ڈاڑھی بھی الگ کر دی۔



کچھ دیر بعد پرنس ریزیڈنٹ کی کوٹھی کے ایک کمرے میں نظر آیا۔ ریزیڈنٹ نے فریدی کسی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے میں مدد ضرور دی تھی.... لیکن اب اُسکے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں

اُس نے ایک بار بھی پرنس سے نظر ملانے کی ہمت نہ کی۔ اب کمرے میں صرف پرنس ریزیڈنٹ، فریدی اور حمید موجود تھے۔

"یہ بکواس ہے.... اور یہ تصویر فراڈ ہے....!" پرنس دہاڑ رہا تھا۔

"میرے کسی دشمن نے فوٹو گرافی کا آرٹ دکھایا ہے.... یہ ممکن ہے کہ میرے باغ کی با گراؤنڈ میں کہیں اور کھینچی ہوئی کوئی تصویر کھپا دی جائے.... تم خاموش کیوں ہو.... کیا تمہا بھی شامت آئی ہے؟ مجھے نہیں جانتے کل ہی انگلینڈ واپس بھجوا دوں گا۔"

وہ خاموش ہو کر ریزیڈنٹ کو گھورنے لگا۔ ریزیڈنٹ نہ تو کچھ بولا اور نہ پرنس کی طرف نظ ہی اٹھائی۔ اس کی بجائے فریدی سے بولا۔ "ذرا میرے ساتھ آیئے۔"

حمید بھی فریدی کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔ پتہ نہیں کیوں وہ اُن کی عدم موجودگی میں کمر میں نہیں ٹھہرنا چاہتا تھا.... باہر نکل کر فریدی نے دروازہ بولٹ کر دیا.... پھر وہ راہدار میں رک گئے۔

"مسٹر فریدی کہیں آپ سے غلطی تو نہیں ہوئی۔" ریزیڈنٹ نے کہا۔

"آخر وہ دس لاکھ لے کر کیوں آیا تھا.... اگر اس کی نظر میں اُس تصویر کی کوئی اہمیت نہ تھی.... میں نے یہ کھڑاک اسی لئے پھیلایا تھا کہ آپ کو یقین دلا سکوں۔"

"لیکن اس کے ساتھ آپ کے آدمی کی موجودگی کھیل بگاڑ دے گی.... وہ اور کوئی بہا

تراش سکتا ہے! مثال کے طور پر آپ کے آدمی نے اُسے بہت ہی حسین لڑکیوں کی لالچ دلائی.... معاملہ دس لاکھ پر طے ہوا.... اور وہ نووارد کے ساتھ اپنی محل سرا سے باہر آگیا؟"

"میرا خیال ہے کہ پرنسز اس کی قید میں ہے.... میں اُسے برآمد کر لوں گا مطمئن رہئے۔"

"پھر سوچ لو کہ وہ وائسرائے کا گہرا دوست ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور ریزیڈنٹ کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "صرف دو گھنٹے تک عمارت کے اس حصے کی طرف کسی کو بھی نہ آنے دیجئے۔"

ریزیڈنٹ متفکرانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا.... وہ دونوں پھر اُسی کمرے میں آئے جہاں پرنس بیٹھا دانت پیس رہا تھا۔

"تم دونوں جہاں بھی ہاتھ آئے زندہ نہ چھوڑوں گا۔" وہ انہیں مکا دکھا کر بولا۔

"چلو یہی سمجھ لو کہ ہم لوگ اس وقت ہاتھ آ گئے ہیں۔" فریدی مسکرایا۔ "پھر یک بیک سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "میرا بس چلے تو تمہیں سسکا سسکا کر ماروں.... تمہارے مظالم کی حد نہیں تھی.... ملک کے گوشہ گوشہ میں تمہارے شکاری کتے بکھرے ہوئے تھے جن کا کام تھا کہ تمہارے لئے لڑکیاں مہیا کریں.... شہد کی مکھی گروہ کا امتیازی نشان تھا.... گروہ کے وہ افراد جو ایک دوسرے سے ناواقف ہوتے اسی نشان کے ذریعہ آپس میں جان پہچان پیدا کرتے تھے.... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں....!"

"میرا احترام کرو حقیر کیڑے...." وہ پھر فریدی پر جھپٹ پڑا.... لیکن اس زور کا تھپڑ پڑا ہے گال پر کہ توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی بناء پر دوسری جانب والی دیوار سے جا ٹکرایا.... فریدی نے جو پہلے ہی ہوشیار تھا.... جھکائی دے کر اس کا یہ حملہ ناکام بنا دیا۔

"اوہ.... سور....!" وہ دانت پیس کر پھر جھپٹا.... اس بار پیشانی پر ٹھوکر پڑی اور وہ کراہتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

"شاید فرعون بھی تمہارا نام سن کر کان پکڑ لے۔" فریدی کا لہجہ پُرسکون تھا "اب مجھے بتاؤ کہ لارڈ دلہام کی لڑکی کہاں ہے۔"

وہ پھر اٹھ بیٹھا اور دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ غصے کا یہ عالم تھا کہ بس چلنے پر دیواروں کے پتھر تک چبا ڈالتا۔

"تم یہ مت سمجھو کہ مجھے پوری کہانی کا علم نہ ہوگا۔ کملا مرچکی ہے.... اُس کی سہیلی بھی تمہارے ہی خوف سے مرگئی۔ پھر کیا ہوا.... کیا یہ کہانی اُن کے بیانات کے بغیر مکمل ہو سکے گی۔ میں نے یہاں کافی چھان بین کی ہے.... کملا شاہی ہسپتال میں نرس تھی۔ ایک اُسے زمرد محل میں طلب کیا گیا۔ اُس کے بعد وہ پھر ہسپتال میں واپس نہیں گئی.... یہ زمرد محل ہی کے ایک حصے کی ہے جہاں زہرہ کا بت ہے.... لارڈ ولہام کی لڑکی اور تم تصویر زہرہ کے بت ہی کے قریب کھڑے نظر آتے ہو حالانکہ وہ رتن پور کبھی نہیں آئی تھی تم اُسے ترائی کے جنگل سے غائب کرایا تھا۔ جب تم اُس کے باپ لارڈ ولہام کے ساتھ وہاں کھیل رہے تھے لڑکی بھی شکار کی شائق تھی۔ شکار ہی کھیلنے کی غرض سے انگلستان سے اپنے باپ کے ساتھ آئی تھی۔ وہ بیچارا اُس کے غائب ہو جانے پر روتا پیٹتا انگلستان واپس چلا گیا تھا کیونکہ نے اُسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ لڑکی کو کوئی درندہ اٹھالے گیا۔ لیکن اُسے تمہارے آدمیوں نے زمرد محل میں پہنچادیا تھا۔ وہاں وہ شائد تمہاری واپسی سے قبل بیمار ہوئی تھی اسی کملا اور رجنی وہاں طلب کی گئی تھیں.... تم نے اُن دونوں کو بھی نہ چھوڑا.... وہ تمہارے ذ برتاؤ کی بناء پر تمہاری طرف سے دل میں خلش لے بیٹھیں۔ اُن دنوں لارڈ ولہام کی لڑکی پُراسرار گمشدگی کے بڑے چرچے ہو رہے تھے آئے دن طرح طرح کی خبروں کے ساتھ اُس تصاویر بھی اخبارات میں شائع ہوتیں۔ غالباً کملا اور رجنی کسی اخبار میں اُس کی تصویر دیکھ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی ہوں گی.... بہر حال وہ جو انتقام کی آگ میں جل رہی تھیں تم دو کی تصاویر لینے میں کامیاب ہوگئیں.... اور پھر انہیں یہاں سے نکل جانے کا موقع بھی کسی طر مل گیا.... لیکن شائد کوئی تیسرا بھی اس راز سے واقف تھا کہ اُن دونوں نے تمہاری تصاو ہیں.... اس طرح بات تم تک پہنچی.... اور تمہارے شکاری کتے انہیں سارے ملک میں تلا کرنے لگے.. لارڈ ولہام کی لڑکی کا جبریہ اغواء معمولی بات نہیں تھی.... تم معزول کر دیئے جاتے

فریدی چند لمحے اُسے دیکھتا اور حقارت سے مسکراتا رہا پھر بولا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ شہد کی مکھیوں والے گروہ کی پشت پر تم خود ہوگے.... کئی بار تمہارے آدمی میرے ہاتھ لگے.... لیکن وہ یہ نہ بتاسکے کہ اُن کی پشت پر کون ہے.... اس بار اتفاق سے ایک کلیو بھی ہاتھ آگیا۔ یعنی تصویروں کا پیکٹ....!"

فریدی نے حمید کی طرف دیکھا شائد اس سلسلے میں کچھ بولنے ہی والا تھا.... لیکن اُس نے ہاتھ اٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "خضران کی کہانی پھر سناؤں گا.... یہ تو بہر حال اس کا مقصد یہی تھا کہ میں پورے گروہ کو اپنی طرف متوجہ کر سکوں۔ لیکن وہ تو کم از کم فریدی اور حمید کی طرف اُسی وقت متوجہ ہوگئے تھے جب کملا کی لاش دستیاب کی گئی تھی.... ہسپتال میں رجنی کا واقعہ سنا یہ بھی معلوم ہوا کہ تم اُس کمرے میں موجود تھے.... جگدیش جب تین بٹا چار کی چوتھائی والا پیغام لایا تھا تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ تم نے کچھ شروع کر دیا ہے اور اُسے ٹالنا چاہتے ہو.... لہٰذا میں نے مخبوط الحواس بن کر اُسے روکے رکھا.... تھا.... خیر ختم کرو۔"

وہ پھر خاموش ہوگیا.... پرنس اب بھی دیوار سے لگا ہانپ رہا تھا۔ لیکن اس کی نظر فریدی کے چہرے ہی پر تھی۔ آنکھوں سے غیظ و غضب کے ساتھ ہی نفرت کا اظہار بھی ہو رہا تھا۔

ہاں تو پرنس جب میں کملا کے قتل کا سراغ نکالنے کے لئے یہاں پہنچا تو تمہیں تشویش ہوئی اور تم کھل کر سامنے آگئے تمہیں اخبارات کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا کہ تصویر میرے ہاتھ نہیں لگی بلکہ اُسے کوئی اور ہی اڑا لے گیا۔ تم نے سوچا کیوں نہ پہلے ہمیں ہی راستے سے ہٹا دو پھر اُس آدمی کی تلاش بعد میں بھی ہوتی رہے گی.... ویسے تم نے یہ بھی سوچا تھا ممکن ہے کہ تصویر والی خبر میں بھی کوئی چال ہو۔ لہٰذا تمہارے گروہ کی ایک عورت سارجنٹ حمید کے پیچھے بھی لگ گئی تاکہ تمہیں ہماری آمد کا مقصد معلوم ہو سکے.... تصویر میرے پاس موجود تھی.... لیکن میں تمہیں پہچانتا نہیں تھا.... البتہ لارڈ ولہام کی لڑکی کی تصویر اُس کی گمشدگی کے زمانے میں بہت دیکھی تھی اس لئے اُسے پہچاننے میں دشواری نہ ہوئی.... یہاں پہنچا تو تم بھی نظر سے گذرے تب مجھے یہ معلوم ہوا کہ اُس پیکٹ کی کونسی تصویر کسی کے قتل کا باعث بن سکتی ہے.... بہت جلدی میں چھان بین کرنی پڑی اور جب تصدیق ہوگئی کہ ولہام کے ساتھ تم بھی شکار کھیل رہے تھے تو یہ کیس گویا نپٹ ہی گیا۔"

فریدی سانس لینے کے لئے رکا ہی تھا کہ پرنس دانت پیس کر غرایا۔ "بکواس۔"

"فی الحال یہی سہی۔" فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور بولا۔ "پھر میرے لئے مشکل نہیں تھا کہ میں تمہارے محلات میں وہ جگہ نہ تلاش کر لیتا جہاں تصویر کھینچی گئی تھی۔ پھر میں نے مزید پوچھ گچھ شروع کی تو اس نتیجے پر پہنچا کہ لارڈ ولہام کی لڑکی یہاں سرکاری طور پر

کبھی نہیں آئی تھی.... بہت بڑا مجرم ہاتھ آنے والا تھا.... لیکن کون یقین کرتا.... بہت سے کہا جاسکتا تھا کہ وہ کیمرہ ٹرک ہے.... تم نے بھی چھوٹتے ہی کہا تھا.... میں ریزیڈنٹ ملا۔ شائد ملاقات نہ ہوتی لیکن میرے پیغام میں مس ولہام کا حوالہ بھی شامل تھا.... ریزیڈنٹ نے اس پر یقین کرنے سے انکار کردیا۔ لیکن جب تصویر دیکھی تو دم بخود پڑا.... لیکن کیمرہ ٹرک کا تصور اُس کے ذہن میں بھی ابھرا تھا۔ اس دشواری کی بناء پر مجھے میلر بھی بننا پڑا.... تم رنگے ہاتھوں پکڑے گئے۔ وہ تصویر یقیناً بہت اہم ہوسکتی ہے جس کے رتن پور کا والی بھیس بدل کر دس لاکھ روپے دبائے ہوئے کہیں دوڑا جائے!"

"تمہارا افراڈ ساتھی مجھے یہ کہہ کر ساتھ لایا تھا کہ اُس کے ڈیرے پر آٹھ بہت ہی خوبصورت مصری لڑکیاں ہیں. دنیا جانتی ہے کہ میں خوبصورت لڑکیوں کے لئے جہنم میں بھی چھلانگ لگا ہوں...." پرنس نے سنبھالا لیا۔

"ٹھیک ہے.... تم نے فریدی اور خضران کے حلئے کیوں جاری کرائے تھے روزانہ کو پکڑ بلوایا تھا.... دیکھو احمق.... میں نے اُس رات تمہارے محل میں جو ہڑبونگ مچائی تھی اس مقصد یہ جتانا نہیں تھا کہ میں ہنٹر والی کا شوہر یا ٹارزن کا والد بزرگوار ہوں.... میں یہ چاہتا تھا میرے خلاف تمہاری کاروائیاں سرکاری نوعیت اختیار کرلیں.... تمہارے پرائیویٹس سرا والوں تک محدود نہ رہیں.... ظاہر ہے کہ ہم دونوں کو اسٹیٹ میں روکے رکھنے کے لئے بندی کرنی پڑتی.... اور یہ کاروائی سرکاری کاغذات پر آتی.... بس میرا کام بن جاتا.... تم جواب دہی کرو گے اس سلسلے میں کہ فریدی اور خضران کے لئے ناکہ بندی کی کیا ضرورت تھی.... ظاہر ہے کہ فریدی ایک سرکاری سراغرساں ہے اور خضران ایک بلیک میلر۔ حقیقتاً الگ شخصیت نہیں تھیں.... اگر معاملہ صرف خضران ہی کا ہوتا تو تم کوئی دوسرا جھوٹ سکتے.... لیکن اب بتاؤ...."

پرنس کچھ نہ بولا۔

"بتاؤ... ولہام کی لڑکی کہاں ہے....!" فریدی کی آواز کسی سانپ کی پھنکار سے مشابہ تھی

"میں نہیں جانتا.... سب بکواس ہے۔"

"تڑاق....!" فریدی کا ہاتھ پھر اُس کے گال پر پڑا.... کچھ دیر پھر ہنگامہ رہا اور پرنس کو

زمین دیکھنی پڑی۔

"ہمیں تو اب اجازت دیجئے۔" حمید خالص لکھنوی انداز میں بولا۔ "ورنہ ہمیں خدشہ ہے کہ آدمیوں کی صحبت میں رہ کر کہیں ہم بھی بھینس نہ ہوجائیں۔"

اُس کے بعد اُس نے دروازہ کھولا اور راہداری میں نکل آیا.... فریدی نے اس پر اعتراض بھی نہیں کیا تھا۔



دوسرے دن فریدی اور حمید فلیٹی کے ایک کمرے میں بیٹھے اُسی کیس پر گفتگو کر رہے تھے۔

"ولہام کی لڑکی زمرد محل سے برآمد کرلی گئی ہے.... لیکن اُسے ٹی۔ بی ہوگیا ہے شائد ہی دو چار ماہ بھی زندہ رہ سکے۔" فریدی نے کہا۔

"مگر.... رجنی کیوں مرگئی....!"

"تصویر اُس کے پاس تھی۔ اُس نے کملا کے قتل کی خبر سنی اور بدحواس ہوگئی۔ پھر جب معلوم ہوا کہ کوئی اس کا پرس بھی اڑا لے گیا تو سمجھی کہ اب اس کی موت بھی یقینی ہے۔ پرنس کسی رازدار کو زندہ کیوں رہنے دے گا۔ دہشت کی وجہ سے دماغ کی رگیں پھٹ گئیں.... اُس وقت تک وہ دونوں چھپی رہی تھیں اور انہیں یقین تھا کہ پرنس برطانوی عملداری میں اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا....!"

"تصویر اتنے دنوں تک کیوں بیکار پڑی رہی.... انہوں نے اُسے پرنس کے خلاف کیوں نہیں استعمال کیا؟"

"غالباً.... اس کی وجہ بھی خوف ہی تھا۔ پھر بھی انہیں اُمید رہی ہوگی کہ کبھی نہ کبھی اُسے استعمال کرنے کا موقع ضرور ہاتھ آئے گا۔"

"ٹھہریئے.... اب مجھے غصہ آرہا ہے..... آپ نے آخر خضران کی حیثیت چھپائی کیوں تھی۔ مجھ سے اس بُری طرح کیوں پیش آئے تھے.... خدا کی پناہ آج بھی اُس گرفت کے تصور ہی سے گردن کی رگیں کھنچنے لگی ہیں۔"

فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر ایسا نہ کرتا تو تمہاری اور جگدیش کی کہانیوں میں زور کہاں سے پیدا ہوتا۔"

ویسے حمید اس بار تم میرے اس کارنامے میں برابر کے شریک رہے ہو.... تمہارا ذہن غنودگی کا شکار نہیں ہوا.... وقت کی کمی کی بناء پر میں تمہیں پرنس کے متعلق واضح ہدایات نہ دے سکا تھا لیکن اس کے باوجود بھی تم نے اپنا رول اسی طرح ادا کیا ہے جیسے میں نے چاہا تھا۔"

"اونہہ....!" حمید کا لہجہ بے حد خشک تھا۔ "بچپن میں میرا باپ بھی میری تعریفوں کے پل باندھ کر مجھ سے گھنٹوں پاؤں دبوایا کرتا تھا.... اس لئے۔

مالک کی راہ اور قلندر کی اور ہے"

فریدی نے سگار سلگا کر دو تین ہلکے ہلکے کش لئے اور دھوئیں کی اُس پتلی سی لکیر کو گھورتا رہا جو سلگتے ہوئے سرے سے اُٹھ کر فضا میں لہریئے بنا رہی تھی۔ دفعتاً حمید پھر بولا۔ "لیکن آپ کو کب علم ہوا تھا کہ پیکٹ میں نے ہی رجنی کے بیگ سے نکالا تھا اور وہ میری جیب ہی میں موجود ہے۔"

"جگدیش کا وہ بے تکا پیغام جو تمہارے نام سے منسوب کیا گیا تھا اس خیال کا باعث بنا.... مجھے یقین تھا کہ تم نے اُس کی بیہوشی کے بعد اس بیگ کا جائزہ ضرور لیا ہوگا جس کے لئے وہ اتنی مضطرب تھی اور اُس پر ہاتھ صاف کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے جگدیش کو میری طرف دوڑا دیا تھا.... گھر واپس آیا تو نصیر سے معلوم ہوا کہ تم نے بھورے رنگ کا ایک پیکٹ اہم کاغذات والی تجوری میں رکھا تھا.... اور پھر شام کو جب جگدیش کے ساتھ کسٹمز کوارٹر جانے لگے تھے تو اُسے تجوری سے نکال کر ساتھ لیتے گئے تھے.... مجھے علم تھا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے تم اتنی اہمیت دیتے۔ لہٰذا اسی نتیجے پر پہنچنا پڑا کہ وہ وہی چیز ہو سکتی ہے جو تم نے رجنی کے بیگ سے برآمد کی ہوگی۔ بس ایک اسکیم سوجھی.... اور پھر عمل میں بھی لائی گئی.... ہم خسارے میں نہیں رہے۔"

"مگر اب اس مردود کا کیا ہوگا...." حمید نے پوچھا۔

"معزولی اور بے عزتی۔" فریدی نے کہا اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 89

بیچارہ بیچاری

(مکمل ناول)

پیشرس

لیجئے بیچارہ بیچاری بھی حاضر ہے! ہمیشہ زندہ رہنے والے اَدب میں ایک کہانی کا مزید اضافہ ہوا۔

یہ ادب ہمیشہ اسلئے زندہ رہتا ہے کہ اسکا تعلق براہِ راست Instinct of Curiosity سے ہے۔ تجسس کی جبلت مرتے دم تک زندہ رہتی ہے۔ آدمی اس وقت بھی متجسس رہا ہے جب وہ غریب اپنی اس جبلت کو کوئی مخصوص نام دینے کا سلیقہ نہیں رکھتا تھا۔

اگر یہ غلط کہہ رہا ہوں تو وہ پروفیسر صاحبان ہی اس کی تصدیق کر دیں، جو چھپا چھپا کر جاسوسی ناول پڑھا کرتے ہیں، لیکن اگر کسی نشست میں کسی کی زبان پر جاسوسی ناولوں کا تذکرہ بھی آجائے تو اس طرح ناک بھوں سکوڑتے ہیں جیسے اُس نے خواتین کے مجمع میں "مغلظات" شروع کر دی ہوں۔

اَدب کی زندگی یا موت کا پیمانہ آدمی ہے لہٰذا آدمی کی مختلف قسم کی صلاحیتوں کے انحطاط کے ساتھ ہی مختلف قسم کے ادب کا بھی تیا پانچہ ہوتا رہتا ہے۔ بہتیرے لوگوں کو جوانی کی بداعمالیوں کی یہ سزا ملتی ہے کہ وہ بڑھاپے میں صوفی ہو جاتے ہیں۔ چلئے صاحب ختم ہوئیں پرشباب قسم کی گرما گرم کہانیاں۔ اب وہ مذہبی کتب کی تلاش میں سرگرداں نظر آئیں گے یا پھر ایسی کتابیں ٹٹولتے پھریں گے جو انہیں "مجاز" سے حقیقت تک پہنچا دیں (جوانی میں چلتے تو ہیں مجاز ہی کے سہارے لیکن حقیقتاً جنسی ناکارگی تک جا پہنچتے ہیں)۔

اب ذرا "سماجی مسائل" پیش کرنے والے اَدب کو بھی دیکھتے چلئے۔ اس کے متعلق بھی یہی خوش فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، لیکن جہاں سے سماجی مسائل پیش کرنے والے اَدب کی تحریک شروع ہوئی تھی وہاں کا حال بھی سن لیجئے۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے یہ خبر سننے میں آئی کہ روس میں میر امّن کی "باغ و بہار" ترجمہ ہو کر کروڑوں کی تعداد میں بک گئی.... سخت حیرت ہوئی سن کر..... بھلا الیا اہرن برگ کے وطن مالوف میں یہ حادثہ کیونکر ہوا.... مایو کرفسکی کے دیس میں چاسر کی کینٹر بری ٹیلس کو کیونکر مقبولیت حاصل ہوئی۔ ابھی حال ہی میں ایک روسی فلم "دی سیکرٹ فورٹ" دیکھ کر سر پیٹ لینا پڑا تھا۔ بچوں کی تعلیم کے بہانے یار لوگ "طلسم ہوشربا" فلمانے پر اُتر آئے ہیں جسے آٹھ سال سے اسی سال تک کے بچے دیکھتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ تجسس کی جبلت مرتے دم تک قائم رہتی ہے کچھ نہیں تو مرنے والا یہی سوچنے لگتا ہے کہ دیکھیں اب دم نکلنے کے بعد کیا ہوتا ہے، اس لئے اس جبلت کی تسکین فراہم کرنے والا اَدب بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔

لاحول ولا قوۃ میں بھی کتنی غلط باتیں کرنے بیٹھ گیا.... نہیں بابا یہ آفاقی اَدب ہرگز نہیں ہے، جسے ہم پیار سے جاسوسی ادب بھی کہتے ہیں...
زندہ رہنے والا ادب تو وہ تھا جو قحط بنگال کے زمانے میں اُسی موضوع پر پیش کیا گیا جسے آج کوئی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، زندہ رہنے والا ادب وہ تھا جو ۴۷ء کے فسادات کے دوران میں اُسی موضوع پر پیش کیا گیا اور جو اَدب دور سے بھی نظر آجائے تو پڑھنے والے ناک کم اور بھوں زیادہ چڑھاتے ہیں (ویسے ذرا سے ہیر پھیر سے یہ موضوعات بھی آفاقی ادب کے شاہکار بن

سکتے تھے۔ بس اتنا کرنا پڑتا کہ ان کی تباہ کاریاں بیان کرنے کی بجائے ان
اسباب وعلل پر جاسوسی ناول لکھ دیئے جاتے اِلا ماشاءاللہ)

خیر.... چھیڑ خوباں سے تو چلتی ہی رہے گی غالب۔ اب آیئے کام کی باتوں کی طرف ڈیڑھ متوالے آپ نے پڑھا۔ شکریہ۔ (خواہ پسند ہو یا ناپسند کیا گیا ہو)۔

اکثر پڑھنے والوں نے لکھا ہے کہ آخر میں "معاملہ زوردار نہیں ر یعنی ایسے گینڈے کا مجرم یوں زہر کھا کر چپ چپاتے مر گیا۔ نہ کچھ ٹھائیں ٹھوئیں ہوا، نہ دھوم دھڑکا۔

بھائی سنئے.... جاسوسی ناول کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ ا قاری کی توقعات کے خلاف ہو۔ مانتے ہیں لیجئے اب آپ فرما رہے ہیں کہ جاسوسی ناول تھا ہی کب؟ چلئے تسلیم کہ وہ ایک نفسیاتی ناول تھا (کسی ق ایڈونچر کے ساتھ) لیکن پھر کہوں گا کہ ناول کا انجام کہانی کی اٹھان اور ا کے خاص کردار (ہمبگ) کے کردار کے مطابق خاصا Justified ر دیکھئے نا وہ شخص جو خود کو ساری دنیا کا بادشاہ کہتا تھا اس طرح اپنے ہی ہاتھ اتنی بے بسی کے ساتھ موت کی گود میں جا سویا... عبرت پکڑے عبرت اس سے زیادہ "زوردار معاملہ" اور کیا ہوتا۔

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں نے پیش رس میں "بالصواب" "بالثواب" لکھا تھا جو غلط ہے گذارش ہے کہ وہ غلط نہیں تھا بلکہ کا صاحب "واللہ اعلم بالثواب" کے داوین کھا گئے تھے.... دیکھئے نا جس با کے سلسلے میں میں نے یہ لکھا تھا وہ عذاب اور ثواب ہی کے معاملات تعلق رکھتی تھی۔ پھر میں موقع سے فائدہ اٹھا کر "بالصواب" کو "بالثواب" کیوں نہ کر دیتا۔

کچھ دوستوں نے ڈیڑھ متوالے پڑھ کر خیال ظاہر کیا ہے کہ میں کسی قدر "مائل بہ عریانی" ہو گیا ہوں.... خیال ہے اُن کا.... ایسا ہرگز نہیں ہوا.... ویسے جنسیت سے دامن بچانا ناممکن ہے کوئی بھی اس سے کترا کر نکل ہی نہیں سکتا۔ البتہ کچھ "مادر پدر آزاد" ہو جاتے ہیں اور کچھ کسی قدر "ملفوف" ہو کر اسکے قریب سے گذرتے ہیں، مثلاً مرزا غالب فرماتے ہیں۔

نیند اُس کی ہے دماغ اُس کا ہے راتیں اُس کی ہیں
جس کے شانوں پر تری زلفیں پریشاں ہو گئیں

کیا فرمایا ہے انکل غالب نے؟ غالباً آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ کسی قسم کی عبادت کے دوران میں کسی کی زلفیں کسی کے شانوں پر پریشان نہیں ہوتیں۔ بس تو پھر ڈیڑھ متوالے میں پائے جانیوالے جنسی Toueres بھی اس قبیل کی چیز ہیں۔ آپ انہیں فحاشی نہیں کہہ سکتے اگر کہہ سکتے ہیں تو پھر انکل غالب کا یہ شعر بھی قطعی فحش ہے اور اس قابل ہے کہ اسے سرکاری طور پر اُن کے دیوان سے خارج کر دیا جائے۔

ہو سکتا ہے کہ زیرِ نظر ناول "بیچارہ بیچاری" پر بھی یہی الزام آئے لیکن موضوع کے کچھ اہم ترین تقاضے بھی ہوا کرتے ہیں۔ انہیں پورا کئے بغیر نہ تو کہانی میں جان پڑتی ہے اور نہ موضوع ہی کے ساتھ پورا پورا انصاف ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر میں لاہور کی کسی "بہشتی گلی" کی کہانیاں لکھنے بیٹھوں اور آپ صرف عنوان ہی دیکھ کر اندازہ کر لیں کہ اس میں یقینی طور پر "علمائے کرام" کے تذکرے ہوں گے تو اس میں میرا کیا قصور!.... میں تو وہی لکھوں گا، جو کچھ اُس "بہشتی گلی" میں ہوتا ہے (عقل سخت حیران ہے کہ اُس گلی کو بہشت سے کیا علاقہ! اہالیانِ لاہور مجھے سمجھائیں، ویسے اگر بہشتی سے مراد سقہ ہے تو پھر ٹھیک ہی ہے، لیکن کافی گھماؤ پھراؤ کے بعد)۔

بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ موضوع کی مناسبت سے کبھی کبھی اسپ خامہ کی باگیں ڈھیلی چھوڑنی ہی پڑتی ہیں.... رہی جنسی تلذذ کی بات تو وہ یار لوگ اکثر مذہبی کتب سے بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ خود مجھ سے ایک بار ایک صاحب نے دانت پر دانت جما کر بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا تھا۔ ”صفی صاحب.... آپ نے بہشتی زیور میں غسل کا بیان بھی پڑھا ہے؟“

ویسے میں تو اپنی دانست میں حتیٰ الامکان یہی کوشش کرتا ہوں کہ اگر میری کتابیں افراد خاندان کے مجمع میں کوئی برخوردار بلند آواز سے بھی پڑھنا شروع کریں تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو۔

ایک صاحب نے ابھی حال ہی میں میرے ایک ناول ”گیتوں کے دھماکے“ پر اعتراض کیا ہے، انہیں اُس میں حمید صاحب کا طوائفوں کے کوٹھے پر جانا پسند نہیں آیا۔ گذارش ہے کہ میں حمید کو نہ صرف منع کردوں گا بلکہ ہوسکتا ہے دوچار ہاتھ بھی جھاڑ دوں۔ آپ مطمئن رہئے۔ اب برخوردار سید سلمہ، ہرگز ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

لیکن جناب حمید کی خود نوشت داستان ”ٹھنڈی آگ“ شائد آپ نے نہیں پڑھی۔ اُسے پڑھئے تب ہی اندازہ ہوسکے گا کہ حمید کبھی کبھی اس طرح بہک جایا کرتا ہے اُس بیچارے نے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ وہ بہت بدچلن آدمی تھا۔ شرافت کا جامہ تو اُسے آپ کے فریدی صاحب نے پہنایا ہے۔

اچھا اب اجازت دیجئے۔

والسلام

ابن صفی

۲۱ دسمبر ۱۹۶۳

کہاں گئی

اب تو شیلا بڑی الجھن میں گرفتار ہوگئی تھی۔ کیونکہ اندھیرا پھیلنے لگا تھا اور منزل تھی کہ نظر آنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ شیلا کا خیال تھا کہ وہ راستہ بھٹک گئی ہے جس موڑ سے کچے راستے پر مڑنا تھا اُس کی بجائے کسی دوسرے موڑ سے گاڑی موڑ دی گئی تھی۔

نسرین کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچنے کے لئے خود نسرین کے قول کے مطابق زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے صرف ہوتے۔ لہٰذا اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا تھا کہ وہ راستہ بھٹک گئی ہے، لیکن اس کا احساس ہوجانے کے باوجود بھی وہ واپسی کے لئے گاڑی موڑ نہیں سکتی تھی.... یہ راستہ ہی ایسا تھا! دونوں طرف سرکنڈوں کی گھنی جھاڑیاں تھیں، اور چوڑائی اتنی بھی نہیں تھی کہ مخالف سمت سے آنے والی کسی دوسری گاڑی کو نکل جانے کا راستہ دیا جاسکتا۔ شیلا سوچ رہی تھی کہ اگر سامنے سے کوئی بیل گاڑی ہی آگئی تو کیا ہوگا۔ امکانات تھے کیونکہ یہ کچا راستہ بناوٹ کے اعتبار سے بیل گاڑیوں ہی کی گذرگاہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کہیں آگے چل کر گاری دلدل میں نہ پھنس جائے۔

اگر صرف سرکنڈوں کی جھاڑیاں ہی ہوتیں تو وہ کسی نہ کسی طرح گاڑی موڑنے کی کوشش کر ہی ڈالتی لیکن مصیبت تو یہ تھی کہ یہ جھاڑیاں دو یا ڈھائی فٹ اونچی مینڈھ پر اُگی ہوئی تھیں۔

بہر حال وہ تن بہ تقدیر آگے ہی بڑھتی رہی۔ پٹرول کی طرف سے خدشہ نہیں تھا کیونکہ گھر ہی سے ٹنکی بھر کے نکلی تھی۔ چلتے وقت والدین نے کہا تھا کہ ڈرائیور کو بھی ساتھ لے جاؤ لیکن

اُس نے انکار کردیا تھا۔

نسرین اُس کی کلاس فیلو اور جنک پور کے جاگیردار راجہ شمس العارفین کی لڑکی تھی۔ اُ
شیلا کو کچھ دن جاگیر پر گذارنے کی دعوت دی تھی.... اور شیلا اب بور ہو رہی تھی کہ اُ
ایسی حماقت کیوں سرزد ہوئی۔

گاڑی کے ہیڈلیمپ روشن کرتے ہوئے اُس نے رفتار بھی بڑھادی۔

سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا.... لیکن ایک کوفت سے تو جلد ہی نجات مل گ
اب کچا راستہ ایک پختہ سڑک سے آملا تھا.... اُس نے گاڑی دائیں جانب موڑ دی۔

اب تو پوری طرح یقین ہوگیا تھا کہ وہ غلط راستے پر آنکلی ہے۔ کیونکہ نسرین کے
ہوئے پتہ کے مطابق صحیح راستہ کسی پختہ سڑک کی بجائے امرودوں کے ایک بہت بڑے با
سرے پر ختم ہوتا۔

کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے کار سڑک سے اُتار کر روک دی اور سوچنے لگی
کرے.... کیا اُسی راستے سے واپس جائے جس سے یہاں تک پہنچی ہے، وہ سوچ رہی
مخالف سمت سے آتی ہوئی کسی گاڑی کی روشنی اُس کی کار پر پڑی اور وہ دروازہ کھول کر
آئی.... اور داہنا ہاتھ اٹھا کر آنے والی گاڑی کو روکنے کا اشارہ کیا.... دوسری کار اُس کے
ہی آکر رکی۔ بریک چرچرائے۔

"م.... میں راستہ بھول گئی ہوں...." شیلا نے کہا۔

"آپ کہاں جانا چاہتی ہیں۔" کار کے اندر سے بہت ہی نرم اور مہذب لہجے میں پو
آواز مردانہ تھی۔

"میں جنک پور کے راجہ شمس العارفین کے یہاں جانا چاہتی تھی۔"

"آپ غلط راستے پر آگئی ہیں۔" اندر سے کہا گیا۔

"پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"کیا بتاؤں.... یہاں سے تو بہت پیچیدہ راستے سے پہنچ سکیں گی آپ.... اگر
جائے تو یقین ہے کہ آپ پھر بھی بھٹکتی پھریں گی۔"

"اُوہ.... تو پھر....!"

"چلئے میں آپ کو پہنچادوں۔"

"بہت بہت شکریہ جناب! لیکن آپ کو تکلیف ہوگی۔"

"فکر نہ کیجئے۔" ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔

پھر وہ کار دوبارہ اُسی سمت موڑ دی گئی جدھر سے آئی تھی اور اندر سے آواز آئی۔ "میرے پیچھے آیئے۔"

"بے حد شکریہ جناب۔" شیلا نے کہا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اور دونوں کاریں لحہ بہ لحہ بڑھتے ہوئے اندھیرے میں گم ہو گئیں۔



سارجنٹ حمید ٹوئیسٹ ناچ ناچ کر بُری طرح تھک گیا تھا.... حالانکہ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب ٹوئیسٹ اپنے یہاں پوری طرح رائج نہیں ہوا تھا.... دو چار بڑے ہوٹلوں یا نائٹ کلبوں میں خصوصی پروگرام کے تحت کبھی کبھی اس کا بھی ایک آدھ راؤنڈ چل جاتا تھا.... لیکن آج کا پروگرام تو محض ٹوئیسٹ ہی پر مشتمل تھا اور نتیجہ تھا تاؤ بازی کا.. کسی نے حمید کو چیلنج کردیا تھا کہ وہ متواتر دو گھنٹے تک ٹوئیسٹ نہیں ناچ سکتا۔ ہائی سرکل نائٹ کلب امتحان گاہ ٹھہرا تھا جس کا منیجر تو ہرگز اس پر آمادہ نہ ہوتا (کیونکہ اُس کی نئی محبوبہ سارجنٹ حمید میں بہت زیادہ دلچسپی لینے لگی تھی) لیکن وہ حمید سے ڈرتا بھی تھا لہٰذا کان دبا کر اعلان کرنا پڑا کہ فلاں شب ٹوئیسٹ کا ایک مقابلہ منعقد ہوگا۔

"آرکسٹرا نے متواتر دو گھنٹے تک ٹوئیسٹ بجانے سے انکار کردیا تھا.... منیجر خوش تھا کہ چلو پیچھا چھوٹا.... لیکن حمید نے فوراً ہی دو گراموفون کی تجویز پیش کردی۔ منیجر نے پھر ہاتھ پیر مارے.... نئی محبوبہ جو گفتگو کے دوران میں وہیں موجود رہی تھی حمید کی طرفداری پر اُتر آئی بلکہ کہنے لگی "میں ان حضرت کو راضی کرلوں گی بشرطیکہ آپ میرے پارٹنر بننا منظور کرلیں کیپٹن....!"

"یعنی کہ.... کیا مطلب....!" منیجر غصیلے لہجے میں بولا۔

"یعنی یہ مطلب.... ڈارلنگ آف مائی ہارٹ.... کہ مس فدیلی میری ہم رقص بنیں گی۔" حمید نے بڑی شرافت سے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔"

"کیوں....؟" فدیلی نے آنکھیں نکالی تھیں۔

"لک کیسے ممکن ہے۔"

"بالکل ممکن ہے.... ڈیئر....!"

"یعنی تم ان کے ساتھ ناچو گی۔"

"اچھا چلو.... تم ہی تیار ہو جاؤ۔"

"مم.... میں.... یعنی کہ میں.... لاحول ولا قوۃ.... بقول شاعر....!"

"ہو گیا نا.... لاحول ولا قوۃ.... پھر؟"

حمید کچھ نہیں بولا تھا۔ اُن کی گفتگو میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھا۔ بہر حال کافی بک بک کے بعد تصفیہ ہو گیا تھا کہ فدیلی ہی حمید کی پارٹنر بنے گی۔ یہ ایک انگریز کرنل کی بیٹی تھی۔ ہندوستان کی پیداوار.... پیدائش سے لے کر اب تک یہیں رہی تھی۔ ہو سکتا ہے دو ایک بار دنوں کے لئے انگلستان بھی ہو آئی ہو۔ بڑی اچھی اردو بولتی تھی۔ پوربی زبان میں گفتگو کرتی تو مزہ ہی آجاتا۔ اکثر انگریزی بولتے وقت "نگوڑ ماڑا" اور "مونڈی کاٹا" جیسے الفاظ بھی استعمال کرتی۔ مزاح کی حس بھی بدرجہ اتم رکھتی تھی.... اکثر اپنے ساتھ ہونے والے لطیفوں کا ذکر چھیڑ دیتی تو مزہ ہی آجاتا.... ایک بار کا واقعہ بتا کر اکثر دیر تک ہنسا کرتی تھی۔ ہوا یہ کہ وہ ٹرین میں تنہا سفر کر رہی تھی۔ زنانہ سیکنڈ کلاس میں بیٹھی تھی وہاں اور بھی باپردہ قسم کی خواتین موجود تھیں۔ وہ اُس کے متعلق اردو میں خیال آرائیاں کرنے لگیں، یہ سمجھ کر کہ اردو بھلا وہ کیا سمجھے گی۔ پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہی تھیں۔ کبھی گھٹنوں تک کھلی ہوئی ٹانگوں پر ناگوار قسم کے تبصرے کرتیں اور کبھی چست اسکرٹ اور بلاؤز پر پھبتیاں کہتیں.... آخر فدیلی سے برداشت نہ ہوا اور ہنس پڑی۔ پھر بہت ہی شستہ و رفتہ اردو میں بولی۔ "آپ لوگ مجھے اس طرح شرمندہ کر رہی ہیں کہ شائد اب میں چوڑی دار پاجامہ پہننا شروع کر دوں۔"

وہ سب سناٹے میں آگئیں.... چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں.... انگریزوں کا دورِ حکومت تھا.... فوج کے بے وقعت ٹامی بھی عوام کو کنگ جارج کے بھتیجے معلوم ہوتے تھے اور صاحب کہلاتے تھے، خواہ ان کے والدین انگلینڈ کے کسی گاؤں میں فاقہ کشی کی زندگی ہی کیوں نہ گزار رہے ہوں۔ بہر حال وہ ساری باپردہ خواتین اس طرح خائف نظر آنے لگی تھیں جیسے کچھ ہی دیر بعد انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ فدیلی نے یہ رنگ دیکھا تو انہیں مطمئن کرنے کی کوشش

کرنے لگی۔ اپنی ہم عمر ایک لڑکی کی گردن میں ہاتھ ڈال کر بیٹھ گئی اور جھوم جھوم کر ایک پوربی گیت گانے لگی.... پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ دیسی خواتین اُسے اپنے سر پر بٹھا لیں گی۔

فدیلی فخریہ کہا کرتی تھی کہ وہ ہندوستان کی باشندہ ہے کیونکہ یہیں پیدا ہوئی ہے۔ وہ صرف اردو بولتی ہی نہیں بلکہ لکھ پڑھ بھی سکتی تھی اور زیادہ تر اردو ہی کی کتابیں اُس کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ بڑی خوش مزاج اور زندہ دل تھی۔ زندہ دل نہ ہوتی تو ہائی سرکل نائٹ کلب کے منیجر کے سے جھڑوس آدمی سے اُسے "عشق" کیوں کر ہو جاتا۔

اس عشق کی کہانی بھی دلچسپ تھی۔ وہ پہلے پہل ہائی سرکل میں آئی تھی۔ سب سے پہلے منیجر ہی سے ملاقات ہوئی جو گانٹھ کا پورا معلوم ہوا۔ فدیلی نے سوچا وقت اچھا کٹے گا۔ تین چار دن بعد اُس سے پوچھ بیٹھی کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ منیجر اس سوال پر بوکھلا گیا تھا اور فدیلی نے وضاحت کی تھی کہ وہ بھوکی نظروں سے گھورا کرتا ہے۔ منیجر ہکلانے لگا تھا اور گڑگڑا کر صفائی پیش کی تھی۔ اس پر فدیلی نے بڑے رومانی انداز میں کہا تھا کہ وہ اُسے بہت اچھا لگتا ہے اور پھر منیجر کی گھگھی بندھ گئی تھی۔ اُس وقت نہ اُسے کوئی شاعر یاد آیا اور نہ کوئی اچھا شعر۔

بہر حال اب تو گاڑھی چھن رہی تھی۔ منیجر ہی کے توسط سے حمید سے بھی ملاقات ہوئی تھی اور یہ واسطہ بھی زبردستی ہی پیدا کیا گیا تھا۔ ورنہ منیجر تو اس کا بھی روادار نہ ہوتا کہ حمید سے تعارف ہی کرا دے۔

اور اب فدیلی کو روز ہی منیجر سے یہ کہنا پڑتا تھا کہ وہ آخر اتنا پریشان کیوں ہے۔ حمید سے تو صرف دوستی ہے اور وہ اُس کا محبوب ہے.... یہ اور بات ہے کہ حمید اُس کی موجودگی میں بھی "قبلہ محبوب صاحب" کہہ کر چھیڑتا رہا ہو۔

منیجر نے ٹوئیسٹ کے اس مقابلے کی بڑی مخالفت کی تھی لیکن فدیلی کے آگے ایک نہ چلی.... مقابلہ برپا ہوا.... کئی جوڑوں نے اس میں حصہ لیا۔ لیکن ایک ہی گھنٹہ بعد ایک ایک کر کے کھسکنے لگے۔

بارہ بجے تک صرف ایک ہی جوڑا رہ گیا۔ یہ حمید اور فدیلی تھے۔ ریکارڈ بجتے رہے اور وہ ناچتے رہے.... حمید بُری طرح تھک گیا تھا لیکن ناچے جا رہا تھا۔ کیونکہ فدیلی بھی اڑ گئی تھی.... اُس سے پہلے ہی تھکن کا اظہار کر دینا مردانگی کے خلاف سمجھتا تھا۔

اُن پر مدہوشی سی طاری تھی۔ دونوں ہی آنکھیں بند کر کے ناچ رہے تھے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے سے ٹکرا بھی جاتے اور منیجر جو قریب ہی کھڑا تھا غصیلی آواز میں "ہوں ہوں" کرنے لگتا۔ وہ بہت زیادہ بے چین نظر آرہا تھا۔ کبھی ٹہلنے لگتا اور کبھی رک کر انہیں اس طرح گھورنے لگتا جیسے قتل ہی تو کر دے گا۔

ایک بار حمید پھر فدیلی سے ٹکرایا اور منیجر غصیلی آواز میں دہاڑا۔ "اے جناب! ذرا آنکھیں کھول کر۔"

اس پر حمید اور فدیلی دونوں ہی ہنس پڑے تھے لیکن آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ پھر کسی نے پیچھے سے حمید کے کوٹ کا کالر پکڑ لیا اور حمید غرا کر پلٹا۔ سمجھا تھا شائد منیجر ہی بے قابو ہو گیا ہوگا۔ لیکن آنکھیں کھولیں تو فریدی کا چہرہ نظر آیا جو اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے.... منیجر نے گویا بے مانگی مراد پائی۔ دوڑ کر ریکارڈ پر سے ساؤنڈ بکس اٹھا دیا۔

موسیقی کی آواز تھمتے ہی فدیلی نے بھی آنکھیں کھول دیں.... اور حمید کا گریبان ایک قد آور اور کافی صحت مند آدمی کے ہاتھ میں دیکھا۔

اب حمید اور بھی بوکھلا گیا۔ پہلے تو غصہ ہی آیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ کہیں فدیلی جیسی طرحدار لڑکی کے سامنے بے عزتی نہ ہو جائے اس لئے بوکھلا کر بولا۔

"یہ مس فدیلی ہیں....!"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔ "ان کے باپ کرنل ہڈسن کو بھی جانتا ہوں۔"

"آپ کی تعریف....!" فدیلی نے کانپتی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"یہ.... یہ....!" حمید ہکلایا "یہ میرے والد صاحب کے بھی قبلہ و کعبہ ہیں۔"

"یعنی تمہارے دادا....!" فدیلی کے ہونٹوں پر ایک نروس قسم کی مسکراہٹ نظر آئی۔

"میں اسے لے جا رہا ہوں محترمہ....!" فریدی نے حمید کو دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے فدیلی سے کہا۔ "امید کہ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں گی۔"

پھر وہ اُسے اسی طرح دھکے دیتا ہوا برآمدے تک لایا۔ غصے کے مارے حمید کی کھوپڑی اُڑی جا رہی تھی۔ برآمدے میں پہنچ کر وہ پلٹ پڑا۔

"یہ کیا ہے....!" وہ دانت پیس کر بولا۔

"اسے اپنی زبان میں تگنی کا ناچ کہتے ہیں فرزند.... چپ چاپ چلتے رہو.... ورنہ کیا فائدہ کہ اُس لڑکی کے سامنے تمہاری مٹی پلید ہو جائے جو تمہیں بہت اسمارٹ اور خوش مزاج آدمی سمجھتی ہے۔"

حمید چپ چاپ برآمدے سے نیچے اُتر آیا۔ کھلے میں خاصی سردی تھی.... ٹھنڈک نے جلتی پر پانی کا کام کیا یعنی غصہ خود بخود ڈھیلا پڑ گیا.... لیکن پھر بھی وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"کسی دن آپ مجھے خودکشی پر مجبور کر دیں گے۔"

"وہ دن ابھی بہت دور ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"آپ اس طرح کیوں میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اگر میں بھی کچھ کہہ بیٹھتا تو....!"

"تمہارا گال بھی کافی دیر تک جھنّاتا رہتا۔"

"میں واپس جا رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں کوئی کیا کر لیتا ہے۔"

"زمین پر گرا کر ٹانگ پکڑوں گا اور گھسیٹتا ہوا باہر لاؤں گا۔"

"کیوں.... آخر کیوں....!" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

"اے یہ ٹوئیسٹ بھی کوئی ناچنے کی چیز ہے۔ زنخوں کی طرح تھرک رہے ہیں اور کولہے مٹکا رہے ہیں۔"

"آپ کو کیوں بُرا لگتا ہے۔"

"کیوں بُرا لگتا ہے۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔ پھر بولا۔ "کیا میں اسے پسند کر سکتا ہوں کہ میرا اسسٹنٹ ہیجڑوں کی طرح کولہے مٹکاتا پھرے۔ عورت ہوتے تو خیر کوئی بات نہ تھی۔ اُن کی ہلنت میں تھوڑی سی نہیں بلکہ کافی دلکشی ہوتی ہے۔"

"ہے ہے!" حمید سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "ذرا پھر تو کہئے۔"

لہجے میں اب بھی جھلاہٹ برقرار تھی۔

فریدی ہنسنے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

"میں کہتا ہوں آخر اس طرح....!"

"کام ہے بیٹے۔" فریدی چمکار کر اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"یہ سنیچر کی رات ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"پھر....!"

"کام یہ نہیں دیکھتے کہ سنیچر کی رات ہے یا حمید صاحب کی شب عروسی۔"

"وہ کم بخت تو شاید کبھی نہ نصیب ہو۔"

"بہر حال.... اشد ضروری کام ہے۔"

"ارے بابا.... تو بتایئے نا....!"

"اپنے سپرنٹنڈنٹ کی لڑکی شیلا غائب ہو گئی۔"

"شیلا....!" حمید چلتے چلتے رک گیا۔

وہ اپنی کسی سہیلی سے ملنے جنک پور گئی تھی۔ دو دن پہلے کی بات ہے لیکن آج اُس کی کار نیلے چوراہے پر کھڑی پائی گئی جو خالی تھی۔ جنک پور سے معلوم ہوا کہ وہ وہاں پہنچی ہی نہیں تھی۔

"کس نے معلومات حاصل کی تھیں جنک پور سے۔"

"میں خود گیا تھا جنک پور.... وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم منتظر تھے لیکن شیلا نہیں پہنچی۔"

لڑکیوں کا سفر

فریدی کی کیڈی لاک سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ حمید نے کلائی کی گھڑی دیکھی۔ ایک بج رہا تھا۔ غصہ ٹھنڈا پڑ گیا.... سوچنے لگا تھا کہ شاید اب بقیہ رات آنکھوں ہی میں کٹے۔

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔" اُس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"پرنسٹن کے تھانے تک۔"

"کیوں؟ کوئی ہاتھ آگیا ہے کیا۔"

"ہاں....!"

"کون ہے۔"

"انچارج نے ایک آدمی کو روک رکھا ہے توقع ہے کہ اُس سے کچھ معلوم ہو سکے۔"

پھر فریدی نے گاڑی کے اندر بھی روشنی کر دی اور کوئی چیز حمید کے ہاتھ میں دیتا ہوا بولا۔

"اسے دیکھو۔"

یہ ایک بڑا سا بٹن تھا۔ حمید اُسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"کسی اوور کوٹ ہی کا ہو سکتا ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"کیوں....؟"

"اتنا بڑا بٹن کوٹ کا نہیں ہو سکتا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ اُس بٹن کو آنکھوں کے قریب لا کر کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بٹن کے نچلے حصے پر بخطِ نسخ لکھا ہوا تھا "خیاط الوقت قاہرہ....!"

"یہ مجھے شیلا کی کار سے ملا تھا....!" فریدی نے کہا۔ اگلی نشست پر اور اس کے سوراخوں میں تاگے بھی پھنسے ہوئے تھے۔

"ہوں.... تو پھر....!" حمید اونگھتا ہوا بولا۔

"کسی قسم کی جدوجہد کے دوران ہی میں یہ بٹن اوور کوٹ سے جدا ہوا ہوگا۔"

"یقیناً.... یقیناً....!" حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سر ہلاتا ہوا بولا.... بس وہ بولے جا رہا تھا کچھ سوچے سمجھے بغیر۔ کیونکہ ذہن پر نیند مسلط تھی۔

پرنسٹن کے تھانے میں پہنچ کر فریدی نے انچارج کو بلوایا جو غالباً سونے کے لئے جا چکا تھا.... سیکنڈ آفیسر نائٹ ڈیوٹی میں تھا لیکن فریدی نے اُس سے کوئی بات نہ کی۔ انچارج کی آمد پر وہ اُسے الگ لے آیا۔ حمید بھی ساتھ تھا۔

"وہ لاعلمی ہی ظاہر کر رہا ہے جناب۔" انچارج نے فریدی سے کہا۔

"ہوں اچھا....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آپ اس کا پتہ نوٹ کر کے ٹھیک چار بجے صبح چھوڑ دیجئے گا.... بلکہ پتہ مجھے بھی نوٹ کرا دیجئے۔"

انچارج کے چلے جانے پر فریدی نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

"کون ہے.... ہوں.... اچھا دیکھو.... تین سو تیرہ کو جگا کر فون پر بھیجو۔" وہ خاموش ہو کر خلاء میں گھورتا رہا.... پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "دیکھو.... پرنسٹن کے تھانے سے ٹھیک چار بجے ایک آدمی رہا کیا جائے گا تمہیں اس پر نظر رکھنی ہے۔"

ریسیور کریڈل میں رکھ کر وہ حمید کی طرف مڑا۔

"کیا قصہ ہے۔" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

"یہ آدمی.... جو حوالات میں ہے شیلا کی گاڑی میں بیٹھا ہوا ملا تھا.... اُس کا کہنا ہے کہ کسی نے اُسے دس روپے دے کر گاڑی کی نگرانی کرتے رہنے کو کہا تھا.... یہ بھی کہہ گیا تھا کہ وہ گھنٹے کے بعد واپس آجائے گا۔"

"پھر وہ کتنی دیر بعد پکڑا گیا۔"

"پورے چار گھنٹے گذر جانے کے بعد۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"لیکن اُس کی نگرانی کے لئے کس سے کہا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "گاڑی چھوڑنی تھی تو چپ چاپ چھوڑ کر چلا گیا ہوتا.... نگرانی کے لئے کسی آدمی کی ضرورت کیوں محسوس کی۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

"جنک پور والوں سے میں واقف ہوں۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر مسکرایا۔ "کبھی منگنی ہوئی تھی میری وہاں۔"

"والدین کے شوق کی چیزیں ہیں...." فریدی نے بھی ٹھنڈی سانس لی۔

"ارے ارے....!" حمید جلدی سے بولا۔ "دل چھوٹا نہ کیجئے۔ آپ صرف ہاں کر دیجئے والدین میں مہیا کر دوں گا چٹکی بجاتے۔"

"آؤ....!" فریدی دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔

"آپ خواہ مخواہ بور ہوتے پھر رہے ہیں۔" حمید کہا۔

"کیوں....؟"

"یہ شیلا یونیورسٹی میں خاصی شہرت رکھتی ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ ہر چھٹویں ماہ عاشق بدل دیتی ہے۔ شہر ہی سے کسی کے ساتھ کہیں چل دی ہوگی۔ گاڑی یہاں چھوڑ کر۔"

"کار کی حالت بتاتی ہے کہ کچے راستوں پر کافی مسافت طے کر چکی ہے۔"

"جناب وہ ہمارے محکمے کے سپرنٹنڈنٹ کی بیٹی ہے.... سمجھے آپ....!"

فریدی نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر کسی خیال میں گم ہو گیا۔

پھر وہ کیڈی اسٹارٹ کرتے وقت بولا تھا۔ "ہاں یہ ممکن ہے کہ اُس نے پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کر ڈالی ہو.... لیکن میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔"

"یہ آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں۔"

"کیا تمہیں وہ بٹن یاد نہیں رہا جو کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔"



اس پوری گلی میں ایک ہی الیکٹرک پول روشن رہتا تھا۔ یوں تو کئی تھے، لیکن صرف اُسی ایک پول میں بلب لگایا گیا تھا۔ بقیہ دوسرے روشنی سے محروم ہی رہتے تھے لیکن آج تو وہ بھی روشن نہیں تھا۔ پتہ نہیں فیوز ہو گیا تھا یا دن کو شریر بچوں نے پتھراؤ کر کے اُسے توڑ ہی دیا تھا۔

پوری گلی تاریک پڑی تھی، چونکہ رات کا پچھلا پہر تھا اس لئے عمارتوں کی کھڑکیاں بھی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھیں، ورنہ انہیں کی روشنی گلی کو کسی حد تک روشن رکھتی۔

اس تاریک گلی کی ایک تاریک عمارت کے برآمدے میں دو آدمی کھسر پھسر کر رہے تھے۔

"اُن دونوں نے کام شروع کر دیا ہے۔" ایک آواز۔

"جی ہاں.... ابھی پرنسٹن کے تھانے میں تھے....!" دوسری آواز۔

"کیا وہ ابھی تک بند ہے۔"

"جی ہاں....!"

"جہنم میں جائے.... لیکن ٹھہرو.... کیا وہ تمہیں پہچان سکے گا۔"

"کبھی نہیں جناب! میں میک اپ میں تھا۔ میرے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک....!"

"شاباش.... صبح تمہیں پانچ سو روپے کا چیک مل جائے گا۔"

"نہیں حضور اس کی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی کیا ہمیں کم ملتا ہے۔"

"نہیں میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ.... اغواء سے زیادہ فرار کے متعلق سوچا جا سکتا ہے۔"

"آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ ہے حضور.... ورنہ میں کس قابل ہوں۔"

"ہوں.... اچھا اب تم جاؤ.... اُن دونوں پر نظر رکھنا.... فریدی سے خدشہ ہے۔ کاش

کوئی اُسے بھی موت کے گھاٹ اُتار سکتا۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے.... سرکار....!"

"ہونہہ سب یہی کہتے ہیں۔ پتہ نہیں کب سے کہتے آئے ہیں۔ لیکن وہ آج بھی زندہ ہے آج بھی دوسروں کے لئے مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے کرتا رہتا ہے۔"

"مجھے بھی دیکھ لیجئے گا.... سرکار....!"

"خیر.... خیر.... اچھا شب بخیر....!"

"شب بخیر جناب۔"

پھر ایک آدمی برآمدے سے گلی میں اُتر کر کچھ دور چلنے کے بعد اندھیرے میں گم ہو گیا۔ دوسرا اب بھی وہیں کھڑا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ دروازے کی طرف مڑا جو کھلا ہی ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر دروازے کی چٹخنی چڑھا دی۔ یہ کمرہ تاریک تھا وہ آگے بڑھا اور دوسرے دروازوں سے گذرتا ہوا ایک بہت بڑے اور پوری طرح روشن ہال میں داخل ہوا جہاں مختلف میزوں پر کچھ لوگ تاش کھیل رہے تھے اور شراب کی کھلی ہوئی بوتلیں رکھی تھیں۔ ایش ٹریز سگریٹ کے ٹکڑوں سے لبریز تھے۔

جیسے ہی یہ آدمی ہال میں داخل ہوا۔ انہوں نے ہاتھ روک لئے.... اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگے۔

یہ سر سے پیر تک سیاہ پوش تھا اور چہرے پر نقاب تھی۔

کچھ دیر پہلے گونجنے والی بھنبھناہٹ سے نابہہ آواز گویا فضا میں تحلیل ہو کر سکوت کی آغوش میں جاسوئی۔

"ہنٹر....!" اُس کی پُر وقار آواز نے سناٹے کا سینہ مجروح کیا۔

ایک آدمی ایک میز سے اٹھ کر اُس کے قریب آیا اور مؤدبانہ کھڑا ہو گیا۔ یہ ایک قد آور اور ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ پیشانی اور گالوں پر زخموں کے گہرے نشانات تھے اور آنکھوں سے درندگی ٹپکتی تھی۔

"کیا رہا....!" نقاب پوش نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے سرکار.... آپ تشریف لے جائیں۔ .. تین ہیں۔"

"ہوں....!" نقاب پوش بائیں جانب مڑ گیا۔ ہنٹر جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہا۔

اب نقاب پوش ایک کاریڈر میں چل رہا تھا۔ یہاں کنسیلڈ بلبس کی مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کاریڈر کے اختتام پر پہنچ کر اُس نے دیوار سے لگے ہوئے سوئچ بورڈ پر انگلی رکھ دی۔ ہلکی سی گھڑگھڑاہٹ کاریڈر میں گونج اٹھی.... فرش کا ایک بڑا سا سلیب اپنی جگہ چھوڑ رہا تھا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں اُس کی چھوڑی ہوئی جگہ ایک روشن خلاء میں تبدیل ہو گئی۔ غالباً یہ کسی تہہ خانے کا راستہ تھا۔ نقاب پوش نے داہنا پیر خلاء میں اُتار دیا۔ گیارہ زینے طے کرنے کے بعد وہ ایک سجے سجائے کمرے میں تھا جہاں تیز قسم کی سفید روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سامنے آرام کرسیوں پر تین خوبرو اور صحت مند لڑکیاں نظر آئیں۔ لیکن اُن کے چہرے خوف سے زرد ہو رہے تھے۔ نقاب پوش کو دیکھتے ہی اُن پر مزید سراسیمگی طاری ہو گئی تھی۔ ایک نے تو بوکھلا کر اٹھنا بھی چاہا تھا۔

"بیٹھو.... بیٹھو....!" نقاب پوش نے ہاتھ اٹھا کر نرم لہجے میں کہا۔

وہ تھوڑی دیر تک کھڑا انہیں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "یہ زندگی عجیب ہے۔"

وہ کچھ نہ بولیں۔ اُس نے پھر کہا۔ "کل تم کہاں تھیں۔ آج کہاں ہو۔ کل کہاں ہو گی۔"

ایک لڑکی نے کچھ کہنا چاہا.... لیکن پھر ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ اُس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ یہ تینوں ہی لڑکیاں صورت سے نیک دل اور شریف معلوم ہوتی تھیں۔ شائد تعلیم یافتہ بھی رہی ہوں کیونکہ اُن کے لباس میں خوش سلیقگی کو بھی دخل تھا۔ ہلکے رنگوں کی ساریاں لپیٹ رکھی تھیں۔ بلاؤز میچ کرتے ہوئے تھے۔ پیشانیوں پر بندیاں تھیں اور پیروں میں سبک سینڈل.... لباس سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ گداز جسموں کی نمائش کے لئے پہنا گیا ہے۔

"تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔" نقاب پوش نے اُسی لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر پوچھا جس نے کچھ کہنے کے سے انداز میں ہونٹوں کو جنبش دی تھی۔

"تت.... تم کون ہو۔" اُس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"اس کی فکر نہ کرو.... بتاؤ یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ یک بیک دوسری لڑکی کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ چیخ کر بولی۔ "میں یہاں کیوں لائی گئی ہوں۔"

"تم اپنی خوشی سے آئی تھیں اچھی لڑکی۔" نقاب پوش نے نرم لہجے میں کہا۔

اُس عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں ٹیوشن دلانے لے جا رہی ہوں۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا.... تم بہر حال اپنی خوشی سے آئی تھیں۔"

"ہمیں.... یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔" تیسری بھی ہمت کر کے سوال کر بیٹھی۔

"ایک لامتناہی سلسلہ آزادی کے لئے....!" نقاب پوش نے جواب دیا۔ "کل سے تمہار لامحدود آزادی کا دور شروع ہو جائے گا۔"

"ہم گھر جانا چاہتے ہیں۔"

"اُسے گھر نہیں کہتے جو اپنی ہی کوششوں کا نتیجہ نہ ہو.... والدین کا گھر قید خانہ ہوتا ہے ا شوہر کا گھر ایسا قید خانہ جو صرف دائم الحبس قیدیوں کے لئے مخصوص ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی تمہاری باتیں۔"

"یہ نئی دنیا کی باتیں ہیں.... کل سے تمہارا ایک طویل بحری سفر شروع ہو گا۔"

"ہم نہیں جائیں گے....!" تینوں چیخ پڑیں۔

"تم جاؤ گی اچھی لڑکیو.... تم ایک بحری سفر کرو گی۔ خاموشی سے۔ کسی سے اپنا دکھڑا نہ روؤ گی.... کسی سے کچھ نہیں کہو گی۔"

"ہم تمہیں گرفتار کرا دیں گے۔" ایک لڑکی جھنجھلا کر چیخی.... لیکن اُس کی آواز کی گونج ختم ہونے سے پہلے ہی ایک بھاری بھرکم قہقہہ بھی شروع ہو گیا۔ جو کافی دیر تک تہہ خانے کی مد فضا میں گونجتا رہا۔

"تم اگر جہاز پر یا یہاں سے جہاز تک کے راستے میں کسی قسم کی بھی حرکت کرنے کی کوشش کرو گی تو ایک نامعلوم گولی تمہارے جسم کو چھید کر رکھ دے گی۔ خواہ تم کسی بھری پڑی سڑک ہی سے کیوں نہ گذر رہی ہو۔"

"کیوں.... آخر کیوں۔"

"کیا تم نے پیدا ہوتے وقت اپنی ماں سے سوال کیا تھا کہ تم آخر کیوں پیدا ہو رہی ہو۔"

لڑکی نچلا ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ لیکن اُس کی آنکھیں اب بھی شعلے برسا رہی تھیں۔

"بس....!" نقاب پوش ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اُس کے خلاف کرو گی

تو خود بھگتو گی۔"

آگے بڑھ کر اُس نے سامنے والی دیوار کے ایک پش سوئچ پر انگلی رکھی۔ قریب ہی ایک سل اوپر سرک گئی۔ یہ دوسری طرف جانے کا راستہ تھا۔

لڑکیاں جہاں تھیں وہیں بیٹھی اُسے خونخوار نظروں سے گھورتی رہیں۔ نقاب پوش کی نرم گفتاری نے انہیں بڑی ہمت دلائی تھی۔

دوسرے کمرے میں داخل ہو کر وہ پھر دروازے کی طرف مڑا اور وہاں کی دیوار والا پش بٹن دبا کر راستہ دوبارہ مسدود کر دیا۔

اب وہ اُس مسہری کی طرف مڑا جس پر ایک لڑکی پڑی سو رہی تھی... آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اُسکے بازو پر ہاتھ رکھ دیا اور ہولے ہولے جنبش دی۔ لڑکی بوکھلا کر اٹھ بیٹھی.... یہ شیلا تھی۔

"تم آخر ہو.... کون....؟" وہ غصیلی آواز میں غرائی۔

"تمہارا نیا عاشق...." نقاب پوش نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کسی قدر جھکتے ہوئے کہا۔

"یہ نہ بھولو کہ میرا باپ سی۔ آئی۔ ڈی کا سپرنٹنڈنٹ ہے۔"

"میں کبھی نہیں بھولا محترمہ شیلا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ خونخوار بھیڑیا فریدی سارے شہر میں تمہاری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔"

شیلا ہنس پڑی پھر بولی۔ "اگر فریدی نکلا ہے میری تلاش میں تو پھر....!"

"خوش فہمی ہے آپ کی محترمہ شیلا.... وہ کتے کی موت مار دیا جائے گا.... ابھی تک شائد اُسے اپنا میچ نہیں مل سکا تھا.... اسی لئے زندہ رہا۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو....!" شیلا نے جھلا کر پوچھا۔

"اب تم مجھ سے محبت کرو۔ یونیورسٹی بیوٹیز میں تمہارا شمار ہے... اور کافی دل پھینک واقع ہوئی ہو۔ یقین رکھو میں تمہارے معیار پر پورا اُتروں گا۔"

"شٹ اپ....!"

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا اور دیوار کے قریب جا کر روشنی گل کر دی۔

پھر تھوڑی دیر بعد شیلا کی گالیاں اندھیرے میں گونجنے لگیں۔

تلاش

سورج طلوع ہونے سے قبل ہی وہ جنک پور کے لئے روانہ ہوگئے تھے۔ کچا راستہ شر ہوتے ہی حمید نے الجھنا شروع کردیا۔ "کیڈی کی مٹی پلید ہوجائے گی... لاحول ولا قوۃ... جیپ لائے ہوتے۔"

"بکواس مت کرو.... مجھے سوچنے دو....!" فریدی نے ونڈ شیلڈ پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

"سوچ جایئے۔" حمید نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جب زبان کھجلی ہونے لگی تو پھر بولا۔ "اچھا صرف ایک بات بتادیجئے۔"

"بکو...!"

"شیلا محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کی بیٹی ہے نا....!"

"بکے جاؤ...!"

"باپ کے جراثیم اس میں بھی موجود ہوں گی.... مطلب یہ کہ اس میں کسی قسم کا پلا بنانے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہوگی۔"

"تو پھر...!"

"وہ خود ک کے ساتھ برضا و رغبت فرار ہوئی ہے، لیکن اسے اغواء کا کیس بنانا چاہتی ہے۔ آپ خود سوچئے اگر اُسے کوئی زبردستی لے گیا ہے تو کار میں رکھوالی کی ضرورت اُسے ک محسوس ہوئی.... بھلا اُسے کار کی حفاظت سے کیا سروکار.... صاحبزادی نے سوچا میں تو جا ہوں کم از کم کار ہی صحیح وسلامت ابا جان تک پہنچ جائے۔"

"ہوں....!" فریدی نے طویل سانس لی پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ "اب اسی معا پر دوسرے پہلو سے بھی نظر ڈالو.... کیا یہ ممکن نہیں کہ کوئی اغواء کنندہ اسے فرار کا کیس پیش کرنا چاہتا ہو۔"

"فضول ہے.... فضول ہے۔" حمید اس طرح بڑبڑایا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

"کوئی بات زبان سے نکل جائے تو پھر اُسے پتھر کی لکیر ہی کہیں گے۔"

"یہ کھلا ہوا اغواء کا کیس ہے، برخوردار.... تم اُس بٹن کو کیوں فراموش کررہے ہو۔"

"وہ اسے اغواء کا کیس ہی بنانے کے لئے کار میں ڈالا گیا ہوگا۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یہ جتانے کے لئے کہ اُسے زبردستی کار سے اتارا گیا۔ کشمکش ہوئی اور زبردستی کرنے والے کے اوور کوٹ کا ایک بٹن ٹوٹ کر کار میں گر پڑا.... اُوہ.... آپ اُس لڑکی کو نہیں جانتے۔ یونیورسٹی میں قلوپطرہ کے نام سے مشہور تھی.... ہر ماہ اُسی طرح عاشق بدل دیتی تھی جیسے آپ پاجامہ بدلتے ہیں۔"

"ایسی لڑکیاں کسی کے ساتھ فرار ہونے کی زحمت نہیں گوارا کرتیں۔" فریدی نے کہا اور بائیں ہاتھ میں لائٹر تھام کر بجھا ہوا سگار سلگانے لگا.... داہنا ہاتھ اسٹیئرنگ پر تھا۔

"آپ لڑکیوں کے بارے میں اتنے وثوق کے ساتھ کچھ نہ کہا کیجئے۔"

"لونڈے ہو....!"

یک بیک فریدی نے گاڑی روک دی اور انجن بند کردیا۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے چونک کر پوچھا۔

"آؤ....!" فریدی گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اُترتا ہوا بولا۔ حمید نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور خود بھی نیچے اُتر گیا۔

فریدی پیچھے واپس جارہا تھا۔ کچھ دور چل کر وہ رک گیا۔

"یہ دیکھو.... یہ راستہ....!" وہ ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ لیکن حمید کو اُس طرف کوئی دوسرا راستہ نظر نہ آیا۔ وہ فریدی سے دس یا پندرہ گز کے فاصلے پر تھا پھر اُس نے تیزی سے قدم بڑھائے اور فریدی کے قریب پہنچ گیا۔

دونوں طرف اونچی اونچی مینڈھوں پر سرکنڈوں کی جھاڑیاں تھیں۔ ایک جانب اُس سلسلے کے علاوہ ایک تیسری منڈھیر بھی نظر آئی جس کی شروعات اُسی جگہ سے ہوئی تھی اور اس کا سلسلہ بھی دور تک پھیلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس طرح ایک دوسرے راستے کی تشکیل ہوئی تھی۔

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "جنک پور کیلئے اگلا موڑ ہے.... لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ایسا آدمی جو پہلے کبھی ادھر سے نہ گذرا ہو اسی راستے کو جنک پور والا موڑ سمجھ بیٹھے۔"

"مگر یہ موڑ کب ہے۔" حمید بڑبڑایا۔ "میں نے تو ادھر دھیان بھی نہیں دیا تھا۔ یہ راستہ سامنے سے نظر ہی نہیں آتا۔ نہیں وہ اُدھر نہ گئی ہوگی۔"

"مجھے کیسے نظر آ گیا۔" فریدی مسکرایا۔

"آپ کو تو وہ چیزیں بھی نظر آ جاتی ہیں جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا۔" حمید بولا کیونکہ کھلے میں پہلے سے زیادہ سردی محسوس ہو رہی تھی۔

سورج طلوع ہو چکا تھا.... لیکن کرنوں میں حدت نہیں محسوس ہو رہی تھی.... اس سردیوں کا یہ عالم تھا کہ۔

صبح نکلے تھا کانپتا خورشید

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا اُس نئے دریافت شدہ راستے پر دور دیکھتا رہا پھر کیڈی کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ "چلو آج ادھر سے جنگ پور پہنچنے کی کوشش کریں۔"

"خواہ یہ راستہ جہنم ہی کی طرف کیوں نہ لیجائے۔" حمید نے اُسی کے مخصوص لہجے میں پورا کرنے کی کوشش کی۔

وہ پھر کیڈی میں آ بیٹھے.... اور گاڑی موڑ دی گئی۔

اب وہ اُسی تنگ سے راستے پر آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

"یہاں تو ڈھول ہی ڈھول ہے.... اگر کہیں گاڑی پھنس گئی تو دھکا بھی آپ ہی لگائیں سمجھے جناب....!" حمید نے کہا۔

راستہ اتنا تنگ تھا کہ واپسی کے لئے گاڑی موڑنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ کچھ خاموش رہ کر حمید بولا۔ "ناشتے کی کیا ٹھہری۔"

"ڈکے میں باسکٹ ضرور ہو گی.... شریف نے کچھ رکھا تھا۔"

"الحمد للہ....!"

"راستہ تھا یا شیطان کی آنت.... کسی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔"

"یہ کس مصیبت میں آ پھنسے....!" حمید جھلا کر بولا۔ "یہاں تو واپسی کے لئے گاڑی نہیں موڑی جا سکتی۔"

"فکر نہ کرو....!" فریدی نے کہا۔

"ہاں فکر ہی کس بات کی! کون رونے والا بیٹھا ہے۔" حمید جل کر بولا۔

"ارے واہ بڑی بی....!" فریدی ہنس پڑا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "یار اب تم تو شادی کر ڈالو

ورنہ عورت کا ہمہ وقت تصور خود تمہیں ہی عورت بنا کر رکھ دے گا.... ویسے بولنے تو لگے ہو عورتوں ہی کے سے انداز میں....!"

حمید نے بُرا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولا نہیں۔ فریدی نے پھر شیلا کی بات چھیڑ دی۔

"تو کیا وہ فاحشہ بھی تھی۔"

"موڈرن....!" حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ "ان پڑھی لکھی لڑکیوں کی فحاشی آرٹ کہلاتی ہے اور اگر یہ کسی سے جنسی تعلق قائم کر لیں تو اسے فن کہیں گے.... عربی کا فن نہیں انگریزی کا ایف۔ یو۔ این۔ فن....!"

"میں صرف شیلا کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔"

"یونیورسٹی بیوٹیز میں شمار تھا اس کا.... سچ مچ آوارہ تھی یا نہیں۔ لیکن ہر ماہ ایک نیا لڑکا اُس کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔"

"کیا اُسے بدنامی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔"

"بدنامی.... ارے اپنے سپرنٹنڈنٹ صاحب بے حد آزاد خیال آدمی ہیں.... اُن کا بس چلتا تو کسی انگریز خاندان میں پیدا ہونے کی کوشش کرتے.... یہ لونڈے اُن کی چھاتی ہی پر تو مونگ دلا کرتے تھے۔"

"تو پھر فرزند.... یہ فرار کا کیس ہرگز نہیں ہے۔"

"جہنم میں جائے.... میں کہتا ہوں کہاں جا رہے ہیں ہم....!"

"پرواہ مت کرو۔"

تقریباً ڈھائی گھنٹے کے بعد وہ ایک پختہ سڑک پر پہنچ سکے۔ کیڈی روک کر فریدی نیچے اُتر پڑا۔ ڈیش بورڈ سے دوربین نکالی اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا۔

حمید گاڑی سے نہیں اُترا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں جھلاہٹ کے آثار تھے۔

فریدی کچھ دیر بعد پھر گاڑی کی طرف واپس آیا اور باہر ہی کھڑے کھڑے بولا۔ "میرا خیال ہے یہ وہی سڑک ہے جو تارجام کے پہلے چوراہے سے نصیر آباد کی طرف جاتی ہے۔"

"نہیں میرا خیال ہے کہ نصیر آباد سے تارجام کے پہلے چوراہے کی طرف آتی ہے" حمید نے اُسی کے لہجے میں نقل اتاری۔

"کانٹے کیوں چبا رہے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

"تفتیش کا یہ انداز میری سمجھ سے باہر ہے جناب والا....!"

"تمہاری سمجھ میں تو فدیلیوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں آسکتا۔ خیر آؤ.... آگے ڈاک بنگلہ ملے گا کچھ دیر ٹھہریں گے۔"

"اللہ تیرا شکر ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔



شیلا کی پلکیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ چہرہ ستا ہوا تھا اور وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگتی تھی۔

لیکن وہ اسی طرح پیر لٹکائے مسہری پر بیٹھی رہی۔ نقاب پوش سامنے آرام کرسی پر پڑا اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

اُس کا چہرہ پیشانی سے ٹھوڑی تک سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں، لیکن نقاب کی بناوٹ ایسی تھی کہ وہ آنکھوں سے بھی نہیں پہچانا جا سکتا تھا۔ شیلا یہی سوچ رہی تھی۔ اگر اُن دونوں سوراخوں سے بھنویں بھی نظر آسکتیں تو شاید وہ اُسے پہچاننے کی کوشش کرتی۔ اُسے یقین تھا کہ نقاب پوش نہ صرف آواز بدل کر بولتا ہے بلکہ اپنے بعض مخصوص لہجوں کو بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

"تم کیا سوچ رہی ہو محترمہ شیلا....!" نقاب پوش نے پوچھا۔

"یہی کہ تم.... بے حد کمینے آدمی ہو۔"

"ایڈونچرس کہو.... کمینہ موزوں لفظ نہیں ہے۔ ویسے اگر کسی شریف لڑکی نے کہا ہوتا تو سوچتا ٹھیک ہی کہہ رہی ہوگی۔"

"تمہیں مجھ میں کون سا کمینہ پن نظر آتا ہے۔"

"ہر ماہ عاشق بدل دینا.... شریفوں کا شیوہ تو نہیں۔"

"عاشق....!" شیلا کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ نظر آئی۔ پھر اُس نے کہا۔ "تم لوگ میرے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ میرا آج تک کسی سے جنسی رشتہ نہیں رہا۔ تم نے.... لیکن تم نے سور کے بچے.... مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا.... وہ میرے عاشق نہیں.... مرد

دوست ہوتے ہیں۔"

"پچھلی رات جو کچھ ہوا اُسے بھی ایڈونچر ہی سمجھ لو.... اتنی اہمیت کیوں دیتی ہو اُسے تم تو ایک بہت ہی آزاد خیال گھرانے کی فرد ہو۔ یہ عصمت وصمت سب ڈھکوسلے ہیں۔ جیو اور خوش رہ کر جیو.... ساری خواہشات پوری کر ڈالو کہ عالم دوبارہ نیست....!"

"کیا تم اپنی بہن کے متعلق بھی یہی سوچ سکو گے۔"

"کیوں نہیں.... کیوں نہیں.... آج کل میری بہن ایک فرانسیسی مصور انجوائے کر رہی ہے۔"

"بے شرم! ذلیل....!"

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ "محترمہ شیلا اُن دوستوں پر کیا گزرتی ہوگی جو ایک ماہ بعد تمہاری دوستی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ دیکھو کوئی مرد کسی لڑکی سے ملتے وقت یہی چیز ذہن میں رکھتا ہے کہ جنسی رشتہ قائم کرنے کے سلسلے میں یہ پہلا قدم ہے۔"

"اگر وہ اتنی غلط بات سوچ سکتا ہے تو اس میں لڑکی کا کیا قصور.... !"

"مجھے ان لوگوں پر رحم آتا ہے، جو آج بھی تمہارے لئے ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہوں گے۔"

"بکواس بند کرو.... نکالو مجھے اس تہہ خانے سے.... میں گھر جاؤں گی۔"

"اتنی جلدی! مہینہ تو پورا ہونے دو.... ورنہ تمہاری زندگی کی بس کا یہ ٹرپ خالی جائے گا۔"

"شٹ اپ.... حرامی کے پلے....!"

"اس بار ایک عاشق درانہ تمہاری زندگی میں گھس آیا ہے۔"

"میں یہاں قید نہیں رہ سکتی۔" وہ کھڑی ہو کر ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

"پورے ایک ماہ محترمہ شیلا.... اس سے پہلے ممکن نہیں۔"

"میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔" شیلا اُس کی طرف جھپٹی۔ نقاب پوش نے اٹھ کر اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور وہ اچھل اچھل کر اُس کے چہرے پر اپنا سر دے مارنے کی کوشش کرنے لگی۔ لاتیں تو چل ہی رہی تھیں۔ اس جدوجہد میں اُس کی حالت مضحکہ خیز ہوگئی تھی۔ پیٹی کوٹ اور بلاؤز تو پہلے ہی سے شکستہ و دریدہ ہو رہے تھے۔ اب بلاؤز کے بٹن بھی کھل گئے۔ لیکن شیلا پر تو جیسے کسی قسم کا دورہ پڑ گیا تھا۔ چیخ چیخ کر اچھل کود رہی تھی۔

دفعتاً وہ اُسے مسہری کی طرف دھکیل لے گیا اور پھر اس زور کا دھکا دیا کہ وہ اچھل کر مسہری

پر جاپڑی۔ لیکن اُس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بازوؤں میں منہ چھپائے ہوئے پھوٹ کر رونے لگی۔

وہ رو رہی تھی اور نقاب پوش قہقہے لگا رہا تھا۔

"مجھے مہیش یاد آرہا ہے محترمہ شیلا جس نے رو رو کر تمہیں اپنے عشق کی کہانی سنائی تم تم اُس وقت قہقہے لگا رہی تھیں اُس کا مضحکہ اڑا رہی تھیں۔ مجھے روپ چند یاد آرہا ہے جس گڑگڑا کر تم سے استدعا کی تھی کہ اُسے نہ ٹھکراؤ لیکن تم نے اُس کے منہ پر تھوک دیا تھا۔ مجھے پال یاد آرہا ہے، جسے ٹی بی ہو گئی تمہارا ساتھ چھوٹنے کے غم میں۔ مجھے سوشیل یاد آرہا ہے نے خود کو تباہ کرلیا تم سے بچھڑ کر۔ وہ سب تم سے تمہاری محبت کی بھیک مانگ رہے تھے انہیں مالیخولیا کے شکار ثابت کرنے پر تل گئی تھیں۔ روئے جاؤ۔ میں بڑا سکون محسوس کر رہا ہوں

وہ کچھ نہ بولی۔ بس روئے جارہی تھی۔

نقاب پوش آرام کرسی میں نیم دراز ہو گیا۔۔۔ وقت تیزی سے گذر رہا تھا۔ شیلا کی ہچکیاں اب آہستہ آہستہ سسکیوں میں تبدیل ہوتی جارہی تھیں۔

پھر کچھ دیر بعد وہ بالکل ہی خاموش ہو گئی۔۔۔۔ لیکن اب بھی اوندھی پڑی ہوئی تھی اور بازوؤں میں چھپا ہوا تھا۔

"چھی۔۔۔۔!" نقاب پوش بولا۔ "تم ایک الٹرا موڈرن لڑکی ہو۔۔۔ اور ایڈونچر کی رسیا اس سچویشن سے تو تمہیں کافی محظوظ ہونا چاہئے تھا۔ ویسے میں تو کافی محظوظ ہوا ہوں۔۔۔۔ بخت آور رات تھی جب تم اتفاقاً ہاتھ لگی تھیں۔ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ تم اُس سنسان سڑک پر تنہا مل جاؤ گی۔"

شیلا کچھ بھی نہ بولی۔۔۔۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر نقاب پوش نے کہا۔ "ابھی نہیں کچھ دن گذرنے پر تمہیں اُس بے پناہ لذت کا اندازہ ہوگا۔۔۔۔ تم سوچو گی اور گھنٹوں محظوظ ہوتی رہو گی۔۔۔۔ میں نے تم پر احسان کیا ہے محترمہ شیلا۔۔۔!"

"جاؤ۔۔۔۔ چلے جاؤ۔۔۔۔!" شیلا نے بدقت کہا۔

نقاب پوش ہنسنے لگا۔

"اب مجھے ذرا اپنی طاقت کا اندازہ بھی لگانا ہے۔ اتفاقاً یہ موقع بھی ہاتھ آ گیا دیکھوں کہ یہ فریدی صاحب کتنے پانی میں ہیں۔ تعریف تو بہت سن رکھی ہے۔"

"وہ تمہیں جہنم میں پہنچادے گا۔۔۔۔!" شیلا سر اٹھا کر کسی زخمی بلی کی طرح غرائی۔

"خوش فہمی ہے تمہاری محترمہ شیلا۔۔۔۔!" نقاب پوش ہنس کر بولا۔ "ویسے آپ نے تو اُس پر بھی جال پھینکنے کی کوشش ضرور کرڈالی ہوگی۔ کیونکہ آپ کے پاپا کا ماتحت بھی ہے سہل الحصول! کیا خیال ہے۔۔۔۔ بڑا اجیلا جوان ہے۔"

"بکواس بند کرو۔۔۔۔ میں اُن کا بے حد احترام کرتی ہوں۔ ہمیشہ ایک چھوٹی بہن کی نظر سے دیکھا ہے انہیں۔"

"تو پھر سارجنٹ حمید کے ہتھے ضرور چڑھی ہوگی۔۔۔۔ وہ کافی دل پھینک مشہور ہے۔"

"اُس سے آج تک بات کرنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔"

"خیر میں کیسا لگا تم کو۔۔۔۔ یقین کرو۔۔۔۔ بہت خوبصورت آدمی ہوں۔۔۔۔ اگر صورت دیکھ لو تو مجھے یقین ہے کہ ہماری دوستی میں ایک ماہ کی توسیع ہو جائے گی۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔" شیلا جھلا کر چیخی۔

نقاب پوش پھر ہنسنے لگا۔

پھر کچھ دیر بعد وہاں گہری خاموشی چھاگئی۔ شیلا اب بھی اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ نقاب پوش بدستور آرام کرسی میں دراز تھا۔

دفعتاً بزر کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

"اچھا۔۔۔۔!" نقاب پوش اٹھتا ہوا بولا۔ "اب تم سو جاؤ۔۔۔۔ رات کو پھر ملاقات ہوگی۔ لیکن خدا کے لئے شمشیر برہنہ کی طرح نہ ملنا۔۔۔۔ یقین کرو میں تمہارے معیار حسن پر ضرور پورا اُتروں گا بشرطیکہ میرا چہرہ دیکھ سکو۔۔۔۔ اچھا ٹاٹا۔"

نیا شکار

ڈاک بنگلہ زیادہ دور نہیں تھا وہاں ایک بوڑھے سے چوکیدار نے ان کا خیر مقدم کیا اور بولا۔ "صاحب میں چائے کے علاوہ اور کچھ نہ مہیا کرسکوں گا۔۔۔۔ وہ بھی ڈبے کے دودھ کی ہوگی۔"

"یار گاڑی سے تو اترنے دو۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور چوکیدار "ہی ہی ہی" ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر اندر آئے۔ کمرے میں ایک پلنگ اور دو تین کرسیاں پڑی تھیں.... فریدی اب بھی کسی سوچ میں گم تھا.... اُس نے نیا سگار نکال کر اُس کا ایک سرا چبا اور دانتوں میں دبا کر سلگانے لگا۔

حمید کمرے کا جائزہ لے رہا تھا.... پھر وہ پلنگ پر ڈھیر ہو کر اونگھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا فریدی بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ بوڑھا چوکیدار کچھ کارآمد ثابت ہو سکے۔"

"بہت زیادہ....!" حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ "چماریاں تو مہیا ہی کر سکے گا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اب وہ دروازے میں کھڑا باہر دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہو سکتا ہے شیلا راہ بھٹک کر ادھر ہی آنکلی ہو۔ وہ راستہ کسی انجان آدمی کو دھوکا دے سکتا ہے۔"

"آپ اُسے انجان کیوں سمجھ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے پہلے بھی ادھر آتی رہی ہو۔"

"نہیں.... نسرین نے سوپر کی موجودگی ہی میں اُسے راستے کی تفصیل بتائی تھی اور نقشہ بھی بنا کر دیا تھا۔"

"خود سوپر کا کیا خیال ہے۔"

"اُن کا بھی خیال ہے کہ یہ اغواء ہی کا کیس ہے۔"

اتنے میں بوڑھا چائے لایا.... کپ اور ساسر صفائی سے دھوئے گئے تھے۔ البتہ چائے ریڈی میڈ ہی قسم کی تھی اور ایلومینیم کی آدھی کالی اور آدھی سفید کیتلی دیکھ کر حمید کو کراہت محسوس ہوئی تھی لیکن تازہ چائے تھرموس کی چائے سے بہر حال بہتر ہوتی ہے۔

وہ چائے پیتے رہے اور چوکیدار قریب ہی ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

"ادھر سے تو بڑے بڑے لوگ گذرتے ہوں گے۔" فریدی نے اُس سے پوچھا۔

"جی صاحب۔"

"ہاں دیکھو.... تین دن پہلے کوئی لڑکی بھی ادھر آئی تھی۔"

"جی میاں بیوی آئے تھے ایک.... مگر دونوں الگ الگ گاڑیوں میں تھے۔"

فریدی نے عورت کا حلیہ خود ہی بیان کیا جس پر چوکیدار صاد کرتا رہا.... یہ شیلا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن مرد؟ چوکیدار کہہ رہا تھا۔

"انہوں نے یہاں رک کر چائے بنوائی تھی۔ لیکن شوہر نے چائے خود نہیں پی تھی۔"

"شوہر کیسا تھا؟ ذرا اُس کی صورت شکل کے بارے میں بھی بتاؤ۔" فریدی نے کہا۔

"پتہ نہیں صاحب! رات کو آئے تھے۔ لیمپ میں اچھی روشنی نہیں ہوتی۔ اُس نے اپنے لمبے کوٹ کے کالر کھڑے کر رکھے تھے۔ سردی بہت تھی جناب اور پھر ادھر کھلے میں یوں بھی سردی زیادہ معلوم ہوتی ہے.... اس سال تو میرے پاس گرم کوٹ بھی نہیں ہے۔ پچھلے سال ایک صاحب نے بخشش دیا تھا.... وہ میرا لڑکا اٹھا لے گیا۔ اب سوچتا ہوں یہ سردیاں کیسے کٹیں گی۔"

"میں تمہیں کوٹ دوں گا۔" فریدی نے کہا۔ "اُن دونوں گاڑیوں کے بارے میں کچھ بتا سکو گے۔"

"اندھیرا تھا جناب.... لل.... لیکن ایک گاڑی.... کچھ جانی پہچانی سی تھی۔"

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ فریدی استفہامیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "جی وہ شائد نربدا اسٹیٹ کی گاڑی تھی۔"

"نربدا اسٹیٹ....!" فریدی نے طویل سانس لی.... بغور اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر پوچھا۔ "کوئی خاص پہچان ہے.... نربدا اسٹیٹ کی گاڑیوں کی۔"

"جی ہاں.... اُن پر آگے پیلی جھنڈیاں ہوتی ہیں جن پر پروش کھوپڑے کی تصویر بنی ہوتی ہے۔"

"ہوں.... اچھا.... کیا وہ لڑکی اُس آدمی سے ہنس بول رہی تھی۔"

"پتہ نہیں صاحب.... لیکن بار بار اُس کا شکریہ ضرور ادا کر رہی تھی۔ تب میں نے بھی سوچا تھا کہ شائد میاں بیوی نہ بھی ہوں۔"

مرد کی صورت تم نے نہیں دیکھی تھی۔

"نہیں صاحب....!"

پھر خاموشی چھا گئی.... وہ چائے پیتے رہے۔ فریدی نے کپ خالی کر کے سگار سلگایا اور حمید مسہری پر لیٹ کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

چوکیدار برتن سمیٹ لے گیا تھا۔

"تو یہ نربدا اسٹیٹ....!" حمید نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سنا ہے راجہ صاحب بہت زیادہ عیاشی فرماتے ہیں۔ پانچ سال سے کسی کو صورت نہیں دکھائی۔"

"کیا مطلب....!" حمید اٹھ بیٹھا۔

"اپنے محل کے کسی حصے میں گوشہ نشین ہوگئے ہیں۔ وہیں سب کچھ ہوتا ہے۔"

"تو پانچ سال سے اُسے کسی نے دیکھا ہی نہیں۔"

"یہی سنا ہے۔"

"تب تو....!"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ سگار دانتوں میں دبائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

"تو کیا اب نربدا اسٹیٹ...." حمید نے دوبارہ ڈھیر ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے۔" فریدی نے کہا اور پھر باہر دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "آؤ۔"

وہ باہر آئے چوکیدار کار کی طرف دوڑا آیا۔

فریدی نے اندر سے اپنا اوور کوٹ نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "سردیاں اچھی گذریں گی۔"

نیا کوٹ دیکھ کر وہ بھونچکارہ گیا۔ پھر فریدی نے دس کا ایک نوٹ بھی پرس سے نکالا۔

"دوپہر کے لئے مرغی پکا رکھوں سرکار....؟" چوکیدار نے لرزتی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"نہیں اب اِدھر آنا نہیں ہوگا۔" اُس نے کہا۔

چوکیدار دل کھول کر دعائیں دے رہا تھا۔ وہ پھر چل پڑے۔

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"لوہے لگ جائیں گے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب....!"

"سرکار دولت مدار کے فرزندان دلبند ہیں.... سوپر کو رپورٹ دینی پڑے گی۔ اگر آفیشلی طور پر کچھ ہدایات ملیں تو راجہ تیج بھان سے بھی ملنے کی کوشش کریں گے۔"

"اگر سوپر صاحب ڈھیلے پڑگئے تو۔"

"وہ جانیں....!"

"بڑی لاپروائی سے بات کررہے ہیں آپ۔"

"تمہیں سوریا اسٹیٹ والی بات یاد ہے نا.... وائسرائے مداخلت کر بیٹھا تھا.... کیسی ہیٹی ہوئی تھی۔ ہمارے مارش اسمتھ صاحب بھی ہاتھ ملتے رہ گئے تھے۔"

"ہے تو کچھ یونہی....!"

"بس پھر ختم کرو۔"

"لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ راجہ تیج بھان ہی رہا ہو.... اسٹیٹ کا کوئی دوسرا آدمی بھی ہوسکتا ہے۔ اسٹیٹ ہی کی کوئی گاڑی استعمال کر بیٹھا ہو۔"

"ممکن ہے.... لیکن وہ اُس کا شکریہ ادا کررہی تھی۔ اس لئے اغواء.... سوچنا پڑے گا بھئی....!" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔

"کیوں نہ ہم یونیورسٹی سے شروع کریں۔" حمید بولا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں.... ہوسکتا ہے وہ اُس کا کوئی دل جلا عاشق ہی رہا ہو.... یہاں مل گیا ہو.... صحیح راہ پر لگادینے کی پیش کش کی ہو.... اور اُس کے بعد زبردستی پر اتر آیا ہو.... کیونکہ وہ بٹن بھی تو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ کیڈی پختہ سڑک پر فراٹے بھرتی رہی۔ حمید اونگھنے لگا تھا کچھ دور چل کر فریدی نے گاڑی پھر ایک کچے راستے پر موڑدی۔

اور پھر حمید اُس وقت چونکا تھا جب کیڈی ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی تھی۔ فریدی دروازہ کھول کر اتر رہا تھا۔

پھر اُس نے اسے سرکنڈوں کی جڑوں میں پھنسے ہوئے سرخ رنگ کے ایک رومال کو اٹھاتے دیکھا۔

حمید بھی نیچے اُتر آیا۔



شیلا آرام کرسی میں نیم دراز تھی۔ جسم پر ابھی تک وہی شکستہ لباس موجود تھا۔ بڑی تھکن محسوس کررہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عرصہ سے بیمار ہو۔

اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس عذاب سے کس طرح نجات ملے گی۔ وہ ایک تفریح پسند لڑکی تھی۔ روزانہ نئے دوست بنانے کی خواہش مند رہتی تھی۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ کبھی

کسی سے جنسی تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے۔

اُس نے ذہن پر لاکھ زور ڈالا لیکن اندازہ نہ کرسکی کہ یہ نقاب پوش کون ہو سکتا ہے۔ ویسے اُسے سوفیصد یقین تھا کہ وہ آواز بدل کر گفتگو کرتا ہے.... وہ بھی اکثر سوچتی ہو سکتا ہے کہ وہ اُ کا کوئی ایسا دوست ہی ہو جس نے اُس سے غیر ضروری توقعات وابستہ کررکھی ہوں اور ناکامی کی صورت میں ایسی حرکت کر بیٹھا ہو۔

وہ اس وقت بھی یہی سوچ رہی تھی.... دفعتاً دروازے کے سرکنے کی آواز آئی اور وہ چونک کر مڑی۔ نقاب پوش اندر داخل ہورہا تھا.... اور اُس کے ہاتھوں پر ایک بیہوش عورت تھی جسے اُس نے مسہری پر ڈال دیا۔

یہ عورت نہیں بلکہ ایک نوخیز لڑکی تھی۔ معصوم صورت.... بیہوشی میں ایسی لگ رہی تھی جیسے ابھی تھک کر گہری نیند سوگئی ہو۔ جوانی اور بچپن گلے مل رہے تھے اُس کے خدوخال میں... دونوں کی الوداعی ملاقات....!

"بہت غور سے دیکھ رہی ہو شیلا.... کیا اسے پہچانتی ہو۔" نقاب پوش نے پوچھا۔

"نہیں.... یہ کون ہے.... اسے یہاں کیوں لائے ہو۔"

"ہوں....!" نقاب پوش نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میری البم کی ایک تصویر! میری جنسیت ہر معاملے میں ورائٹی چاہتی ہے محترمہ شیلا....!"

"کیا مطلب....!"

"گھبراؤ نہیں.... تمہاری حیثیت صرف ایک تماشائی کی سی ہوگی۔"

"نہیں....!" شیلا اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"نیا تجربہ....!" نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔

"میں تمہیں جان سے ماردوں گی.... لے جاؤ اسے یہاں سے۔"

"ذرا سوچو.... ٹھنڈے دل سے غور کرو.... لذت محسوس کروگی۔"

"میں کہتی ہوں.... دفع ہو جاؤ.... ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔"

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ شیلا غصے سے پاگل ہوئی جارہی تھی۔ ہاتھ میں ریوالور ہوتا تو بے دریغ اُسے گولی ماردیتی۔ نقاب پوش مسہری پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ شیلا کا دماغ ٹھنڈا ہوتا

اور اُس نے پوچھا کہ لڑکی بیہوش کیوں ہے۔

"بیہوش ہی کرکے لائی گئی تھی.... ابھی تک ہوش نہیں آیا۔" نقاب پوش نے جواب دیا۔

شیلا نے پھر اُس کے معصوم چہرے پر نظر ڈالی اور کانپ گئی۔ کاش وہ اُسے محفوظ کرسکتی۔ وہ سوچنے لگی۔ یہ عمر اس تباہی کی متحمل نہ ہو سکے گی.... وہ اُسے کیسے بچائے.... کیسے بچائے۔ خود تو تباہ ہوچکی تھی لیکن یہ ننھی سی کومل کلی ابھی پھول بننے کے لائق نہیں ہے۔ اس کی پنکھڑیاں منتشر ہوجائیں گی.... پوری زندگی ایک بھیانک عذاب بن جائے گی.... اے بھگوان.... اے خدا.... اسے محفوظ رکھ.... اسے بچالے پرماتما۔"

"ک.... کیا تم اسے راہ پر لاسکو گے۔" اُس نے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"کیوں نہیں.... کیا تم اپنا تجربہ بھول گئیں۔" نقاب پوش نے فاتحانہ انداز میں کہا اور شیلا ڈھٹائی سے مسکرا پڑی.... حالانکہ اس مسکراہٹ نے اُس کی روح پر ایسی ضربیں لگائی تھیں کہ دل ہی جانتا تھا۔

"نہیں....!" وہ ٹھٹکی۔ "ایسے نہیں.... تم اسے مجھ پر چھوڑ جاؤ.... میں راہ پر لاؤں گی۔"

"تم....!" نقاب پوش کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں کیوں؟.... اوہ.... دیکھو....!" اُس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے کہنے کے مطابق میں نے ٹھنڈے دل سے غور کیا ہے.... واقعی سنسنی خیز.... دلچسپ.... انوکھی سچویشن ....بس اب جاؤ.... میں ٹھیک کرلوں گی۔"

نقاب پوش اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ آپ ہی آپ ہنس پڑا اور شیلا اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"آپ کے فریدی صاحب ڈاک بنگلے تک تو پہنچ گئے ہیں۔"

"اب اپنی خیر مناؤ.... میں کہتی ہوں اب بھی غنیمت ہے، مجھے گھر پہنچادو۔"

"فریدی جیسے گدھے میرے بوٹ چاٹتے ہیں۔ مطمئن رہو.... اگر وہ مجھ تک پہنچ بھی گیا تو میرا کیا بگاڑ لے گا۔ ایک بار یہ تجربہ بھی سہی.... مجھے نئے تجربات کا خبط ہے، محترمہ شیلا۔"

شیلا کچھ نہ بولی۔

"اچھا.... میں جارہا ہوں...." وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "دیکھوں گا کہ تم کتنی باصلاحیت ہو۔"

"دفع ہو جاؤ....!" شیلا ہاتھ ہلا کر بولی۔

تھوڑی دیر بعد وہ لڑکی پر جھکی ہوئی اُس کی پلکیں اٹھا رہی تھی۔ پھر چلو میں پانی لے کر اس کے منہ پر چھینٹے دیئے۔ آخر کچھ دیر کی جدوجہد اُسے ہوش میں لے آئی.... لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے کچھ سجھائی نہ دے رہا ہو۔ رہ رہ کر اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگتی تھی جیسے اندھیرے میں کوئی چیز تلاش کر رہی ہو!"

شیلا نے اُسے ہلایا جلایا اور آوازیں دیں.... تب وہ اٹھ بیٹھی اور سہمے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"مم.... میں.... آپ کون ہیں۔" اُس نے شیلا سے پوچھا۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے۔"

"ٹھیک ہوں۔" وہ مسہری سے اترتی ہوئی بولی اور خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "میں کہاں ہوں۔"

"میں بھی نہیں جانتی کہ میں خود کہاں ہوں۔" شیلا نے جواب دیا۔ چند لمحے تشویش آمیز نظروں سے اُسے دیکھتی رہی پھر پوچھا۔ "تم کہاں رہتی ہو۔"

"مم.... میں نصیر آباد میں.... لیکن یہ کون سی جگہ ہے.... باجی کہاں ہیں۔"

"کون باجی....!"

"بیگم سعید....!"

"میں کسی بیگم سعید کو نہیں جانتی۔"

"اُوہ.... میں اُن سے پڑھنے آئی تھی.... انہوں نے ابھی مجھے چائے پلائی تھی۔ کہا تھا پیو.... میں ذرا باورچی خانہ تک ہو آؤں.... وہ کہاں ہیں۔"

شیلا نے طویل سانس لی اور سوچا پتہ نہیں کتنی دیر بیہوش رہی ہے بیچاری۔

"تم کس تاریخ کو بیگم سعید سے پڑھنے گئی تھیں۔" اُس نے پوچھا۔

"تت.... تاریخ.... جی.... وہ تیرہ دسمبر تھی شاید۔!"

"آج سولہ دسمبر ہے۔"

"مذاق نہ کیجئے.... میں اب گھر جاؤں گی۔ کیا وقت ہوا ہے۔"

"میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔"

"اچھا مجھے اب گھر جانے دیجئے.... باجی.... پتہ نہیں کہاں چلی گئیں۔ اکثر اسی طرح غائب ہو جاتی ہیں مجھے بٹھا کر۔"

شیلا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُس سے کیا کہے۔ اُسے کس طرح بتائے کہ وہ نصیر آباد سے اغواء کر کے لائی گئی ہے۔ لیکن وہ اُسے اندھیرے میں کیونکر رکھ سکتی تھی۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح اُس نے اُسے بتایا.... پہلے تو وہ متحیر رہ گئی پھر بُری طرح رو پڑی۔ ہچکیاں لگ گئیں۔

شیلا بدقت تمام اُسے چپ کرانے میں کامیاب ہوئی۔ اُس نے بتایا کہ بیگم سعید اس کے اسکول کی ہیڈ مسٹرس تھی۔ چونکہ اُس کے والدین اتنی استطاعت نہیں رکھتے تھے کہ اُس کے لئے پرائیویٹ ٹیوشن کا بھی انتظام کر سکتے اس لئے پرانی جان پہچان کی بناء پر انہوں نے بیگم سعید سے درخواست کی تھی کہ وہ اُسے اپنے گھر پر پڑھا دیا کرے۔ وہ آدھے میل کی مسافت طے کر کے روزانہ اُس سے پڑھنے جاتی تھی۔

شیلا سمجھ گئی کہ اُسے چائے میں کوئی خواب آور دوا دی گئی ہوگی۔ لیکن متواتر تین دن تک بیہوش رہنا سمجھ میں نہ آ سکا۔ ہو سکتا ہے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مورفیا کے انجکشن دیئے گئے ہوں۔

"لیکن مجھے یہاں لایا کون....؟"

"میں نہیں جانتی.... وہ اپنا چہرہ نقاب میں چھپائے رہتا ہے۔"

"آپ.... آپ کون ہیں۔"

"میں....!" شیلا نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں بھی تمہاری طرح ہی لائی گئی ہوں۔"

اُس کے عشاق

شیلا کے باپ نے رومال دیکھا لیکن یقین کے ساتھ نہ کہہ سکا کہ وہ شیلا ہی کا ہوگا۔ نربدا اسٹیٹ کے نام ہی پر وہ سناٹے میں آ گیا تھا۔ اسٹیٹ کا والی راجہ تیج بھان بدنام آدمی تھا۔ عیاشی کے معاملے میں اُس کا نام دور دور تک مشہور تھا.... عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ اب تو اُس کی عیاشیاں فرائض منصبی میں حارج ہونے لگی تھیں پچھلے پانچ سال سے اُسے کسی نے دیکھا ہی نہیں

تھا۔ اپنے مخصوص محلات میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔

ریاست کا نظم و نسق سو فیصد اہلکاروں کا مرہون منت تھا۔ ملکہ وکٹوریہ کو اپنے عہد کے راجہ کی نہ جانے کون سی ادا بھاگئی تھی کہ اس چھوٹی سی ریاست کو بھی لامحدود اختیارات تفویض کر دیئے تھے اور انہیں اختیارات کے کھونٹے کے بل پر حکمرانوں کی انانیت کی بچھیا کودتی رہتی تھی۔ موجودہ راجہ کے پیشروؤں نے بھی اپنے نظام کے جھنڈے گاڑے تھے اور اب شاید یہ بھی انہیں کے نقش قدم پر چل نکلا تھا۔ شیلا کے باپ نے فریدی کو بتایا کہ خاص نربدا اسٹیٹ میں دن دہاڑے راہ چلتی لڑکیاں اٹھتی رہتی ہیں۔ راجہ کی آڑ میں اہلکار تک جی بھر کے کھلم کھلا شکار کھیلتے ہیں۔ ان مظالم کی نہ کوئی داد ہے نہ فریاد.... آخر کوئی کس کے آگے روئے.... ظالم سے ظلم کی شکایت کا کیا جواب مل سکے گا۔

فی الحال فریدی نربدا اسٹیٹ کا رخ کرنے کی بجائے یونیورسٹی کی طرف متوجہ ہو گیا اور حمید فدیلی کی طرف.... وہ اُس کے لئے اُس کی واحد تفریح تھی۔ زیادہ ملاقاتیں ہائی سرکل نائٹ کلب ہی میں ہوتی تھیں! آج جس وقت وہ منیجر کے کمرے میں داخل ہوا وہ فرش پر اکڑوں بیٹھا فدیلی کی سینڈلوں پر جھاڑن پھیر رہا تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور غصیلے لہجے میں بولا۔

"یہ شریفوں کا آبائی پیشہ ہے۔" حمید نے فدیلی کی سینڈلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اور فدیلی بیساختہ ہنس پڑی، "نہیں اس کیلئے کچھ نہ کہو سارجنٹ.... دراصل ہم دونوں نے شرط لگائی تھی میں کہہ رہی تھی کہ تم میری سینڈلیں نہیں صاف کر سکتے یہ فرمارہے تھے کر سکتا ہوں۔ آخر پانچ پانچ روپیوں کی شرط لگ گئی۔ جیت لی بھئی شرط انہوں نے اب پانچ روپے مجھے دینے پڑیں گے۔"

"یہ شریفوں کا شیوہ نہیں ہے کہ دروازہ پر دستک دیئے بغیر اس طرح اندر گھس آئیں۔"

وہ دونوں ہنستے رہے اور منیجر بُرا سا منہ بنائے بیٹھا رہا۔

"سنا ہے فریدی صاحب نے اُس رات باہر لے جا کر تمہاری خاصی پٹائی کی تھی۔" فدیلی نے حمید سے کہا۔

"ضرور کرتے.... لیکن میں نے اُن سے فوراً وعدہ کر لیا کہ انہیں تم سے ملا دوں گا۔"

"واقعی....!" فدیلی خوش ہو کر بولی۔ "بڑا شاندار آدمی ہے تمہارا چیف....!"

"اللہ رحم کرے....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیوں....؟ کیوں؟" فدیلی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"اس آدمی کی شانداریت نے تو میری مٹی پلید کر رکھی ہے۔"

"کیوں....؟"

"اب تم انہیں کے خواب دیکھا کرو گی۔"

"خواب تو میں صرف ان کے دیکھتی ہوں۔" فدیلی منیجر کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ "ڈارلنگ تم نے ابھی تک کافی نہیں منگوائی۔ کریم کے ساتھ پیئوں گی اور ڈارلنگ وہ کیا شعر تھا۔"

منیجر نے گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن فدیلی نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ٹھنک کر بولی۔ "نہیں خود جاؤ.... اور خود ہی کافی کی ٹرے بھی اٹھا کر لاؤ۔"

"یعنی.... کہ مم.... میں....!"

"ہوں.... اُوں.... کیا حرج ہے۔ میرے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتے۔"

"بقول شاعر....!" منیجر مسکرا کر اٹھتا ہوا بولا۔

"شعر نہ پڑھنا اچھا۔" حمید نے آنکھیں نکالیں۔ "ورنہ مہابھارت برپا کر دوں گا۔"

"آپ تشریف لے جا سکتے ہیں جناب۔" منیجر بھی جھلا کر پلٹا۔ "آپ کی موجودگی اس وقت ضروری نہیں ہے۔"

"جاؤ.... نہیں تو میری موجودگی تمہاری قبر میں بھی ضروری ہو جائے گی۔" حمید غرایا اور غصیلے لہجے میں کچھ بڑبڑاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی۔ پریشان کرتے ہو بیچارے کو...." فدیلی نے حمید سے درد بھرے لہجے میں کہا۔

"اس بیچارے کو ملک الشعراء بنائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"سنا ہے آج کل تم بہت پریشان ہو۔ شیلا کا کچھ پتہ چلا۔"

"کیا تم اُسے جانتی ہو۔"

"ایک بار کہیں ملاقات ہوئی تھی۔ بڑی زندہ دل لڑکی تھی۔"

"اور کیا جانتی ہو اُس کے متعلق....!"

"میری کئی دوست یونیورسٹی میں ہیں.... اُن سے اکثر اُس کا تذکرہ رہا ہے.... کافی دل

پھینک بھی تھی۔"

"اور کیا سنا اُس کے متعلق....!"

"ہر ماہ نیا دوست بناتی تھی اور اس طرح رہتی تھی اُس کے ساتھ جیسے اگلے ہی ہفتے دو
شادی ہو جائے گی۔ پھر ایک ماہ بعد اُسے دھتا بتا کر کسی دوسرے سے پینگیں بڑھاتی تھی۔ ابھ
ہی میں انگریزی کا ایک لکچرر بھی اُس کے چکر میں پھنس گیا تھا۔ میں نے اُسے دیکھا
کنواری لڑکیوں کی طرح شرمیلا ہے۔"

"کس ملک کی کنواری لڑکیوں کی طرح شرمیلا ہے۔" حمید نے وضاحت طلب کی۔

"چوٹ کر رہے ہو پیارے انگلستان پر....!" وہ بائیں آنکھ دبا کر بولی۔

اتنے میں منیجر کھکھارتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اُس کے پیچھے ویٹر تھا جس نے ہاتھوں
کی ٹرے اٹھا رکھی تھی۔

"خود نہیں لائے اٹھا کر....!" فدیلی آنکھیں نکال کر غرائی اور ویٹر منہ پھیر کر مسکرا

"ویٹروں کے سامنے تو....!" منیجر انگریزی میں ہکلایا۔

"چلو.... خیر.... اب تم ہی تین کپ بنا بھی دو....!" فدیلی نے کہا۔

ویٹر جا چکا تھا۔ حمید نے جیب سے پائپ نکالا اور اس میں تمباکو بھرنے لگا۔ منیجر نہ جا
بار بار اُسے معنی خیز انداز میں گھورنے لگتا تھا۔

طوعاً و کرہاً اُس نے تین پیالیوں میں کافی انڈیلی اور چمچے سے شکر ملانے لگا۔

فدیلی خاموشی سے خلاء میں گھورے جا رہی تھی اور حمید پائپ کے ہلکے ہلکے کش لے ر

"لیجیے" منیجر نے حمید کی طرف پیالی کھسکاتے ہوئے اس انداز میں کہا جیسے کہہ رہا ہو
مار فرمائیے۔"

حمید نے اُس کی طرف دیکھے بغیر پیالی اٹھا کر ایک چسکی لی اور فدیلی کی آنکھوں میں د
مسکرانے لگا۔ جواباً وہ بھی مسکرائی اور منیجر اس طرح کھکھارا جیسے حلق میں لوہے کا ٹکڑا اٹک گیا
کوئی کچھ نہ بولا۔ تینوں خاموشی سے کافی پیتے رہے۔

تھوڑی دیر بعد فدیلی نے منیجر سے بڑے پیار سے پوچھا۔ "تم میرے باپ کو نہ
جانتے ہو پیارے۔"

"جانتا ہوں۔"

"نہیں جانتے۔" فدیلی نے اٹھلا کر کہا۔ "اگر وہ سن پائیں کہ میری بیٹی ایک بوڑھے پر عاشق
گئی ہے تو وہ بیٹی کو تو کچھ نہ کہیں گے لیکن بوڑھے کو ضرور گولی مار دیں گے۔"

"ک.... کیوں....!" منیجر بوکھلا کر ہکلایا۔

"وہ اسی ٹائپ کے ہیں کان نہیں ٹٹولتے کوے کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔"

منیجر کے تھوک نگلنے کی "ٹرچ" ان دونوں نے بھی سنی۔

"تو پھر میں مطلع کر دوں تمہارے پاپا کو....!" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"ارے یہ غضب بھی نہ کرنا۔" فدیلی نے بوکھلاہٹ کی ایکٹنگ کی۔

"ضرور کروں گا.... یہ حضرت آخر مجھے سمجھتے کیا ہیں۔"

منیجر بے بسی سے کھکھار کر رہ گیا۔

"ایک بار میرے پاپا نے ایک بوڑھے پر ریوالور نکال لیا تھا ہوٹل ڈی فرانس میں۔ کیونکہ وہ
ےسے لگاوٹ کی باتیں کر رہا تھا۔"

"اُو... وہ چگی ڈاڑھی والا نا.. میں تو موجود تھا وہاں....!" حمید نے خواہ مخواہ زیٹ ہانک دی۔

"وہی.... وہی....!" فدیلی سر ہلا کر بولی۔ "دیکھا تھا کیسے آپے سے باہر ہو رہے تھے۔"

"ارے باپ.... میں تو کانپ رہا تھا بُری طرح.... کہیں سچ مچ خون خرابا نہ ہو جائے اور تم
نے دیکھا تھا انہوں نے بعد میں میری پشت پر کتنے پیار سے ہاتھ پھیرا تھا۔ کہنے لگے تھے اگر تم بیچ
نہ آجاتے تو میں اُس خبیث کو یقینی طور پر گولی مار دیتا۔"

"تمہاری ویسے بھی بڑی تعریفیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کاش یہ انگریز ہوتا۔"

"تو اب بنالیں مجھے انگریز...." حمید نے منیجر کو آنکھ مار کر کہا۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں جناب۔" منیجر زہریلے لہجے میں بولا۔

"ان کو بھی ملاؤ کبھی اپنے پاپا سے۔"

"نہیں.... میں انہیں بہت چاہتی ہوں.... ایسا دلکش بوڑھا آج تک میری نظروں سے
یں گذرا.... ڈارلنگ تم فرنچ کٹ ڈاڑھی بھی رکھ لو.... تمہارے پڑوسی بکریاں پالنا چھوڑ دیں
گے.... دعویٰ ہے میرا....!"



فریدی اُن تمام طلباء سے ملتا پھر رہا تھا جن سے شیلا کے کبھی تعلقات رہ چکے تھے۔ ا
انگریزی کے اُس لکچرار سے بھی آٹکرایا جس کے ساتھ ابھی کچھ ہی دنوں سے دیکھی
تھی.... یہ ایک وجیہہ تندرست لیکن شرمیلا نوجوان تھا.... بڑی دھیمی آواز میں گفتگو
گفتگو کے درمیان اس طرح سر جھکائے رکھتا جیسے کوئی سعادت مند اور سمجھدار بچہ اپنے
کے سامنے مؤدب رہتا ہے! کسی بات پر زور سے کبھی ہنسی نہ آتی۔ بس ہونٹ خفیف سے ک
شفاف دانتوں کی جھلکیاں سی نظر آکر رہ جاتیں۔

دوسروں سے فریدی کو معلوم ہوا تھا کہ شیلا خود ہی اُس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ور
کلاس میں خاص طور پر کسی لڑکی سے مخاطب ہونے سے پہلو بچاتا تھا۔ اگر کبھی کوئی لڑکی مو
زیر بحث سے متعلق کوئی سوال کر بیٹھتی تو جواب دیتے وقت اس طرح ہکلاتا جیسے پرائمری
کے کسی بچے کا سامنا اپنے جلاد قسم کے ہیڈ ماسٹر سے ہو گیا ہو۔

جب فریدی نے اُس سے شیلا کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی تو وہ اور زیادہ ہکلا
بہر حال کسی نہ کسی طرح فریدی کو یہ بتانے میں کامیاب ہو ہی گیا کہ اُن کی ملاقات بہت
نہیں تھی اور اس کی نوعیت بھی محض رسمی تھی۔ کسی خاص قسم کے تعلقات نہیں تھے۔

"آپ کا قیام کہاں ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"زبدا اسٹیٹ میں....!"

"اوہ.... تو روزانہ آتے جاتے ہیں۔"

"جج.... جی ہاں.... کوئی دشواری پیش نہیں آتی.... گاڑی ہے۔"

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "زبدا اسٹیٹ تو بہت ترقی یافتہ ریاست ہے۔"

"جج.... جی ہاں....!"

"راجہ صاحب معقول آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"پتہ نہیں....!"

"سنا ہے راجہ تیج بھان جی.... پانچ سال سے کسی سے ملے نہیں۔"

"جی ہاں.... مجھ سے بھی نہیں ملے.... حالانکہ میرے حقیقی چچا ہیں۔"

"آپ کے کون ہیں؟" فریدی نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے حقیقی چچا ہیں۔"

"اور.... آپ.... مطلب یہ کہ.... یہاں یونیورسٹی میں....!"

"جی.... یہ میرے ذوق کی چیز ہے۔ میرے لئے معاشی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر تنخواہ نہ ملے تب بھی.... یہ شغل جاری رہے گا۔"

"بہت اچھی بات ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سنتوش اس پوچھ گچھ سے اکتا گیا ہو اور جلد از جلد پیچھا چھڑانا چاہتا ہو۔

"ریاستوں میں لوگ نسبتاً شاندار زندگی بسر کرتے ہیں۔" فریدی نے موضوع بدل دیا۔

"میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔" سنتوش اسی طرح دیکھے بغیر بولا۔

"ہر آدمی اپنے ماحول سے اکتایا ہوا ہے۔" فریدی مسکرایا۔ "اس لئے اگر آپ مجھ سے اتفاق نہ کریں تو حیرت کی بات نہیں۔"

"اُس مسئلے پر تو میں آپ سے بحث بھی کر سکتا ہوں۔" سنتوش کے لہجے میں خود اعتمادی کی جھلکیاں بھی شامل تھیں۔

"کیجئے....!" فریدی نے اس طرح ہاتھ پیر پھیلا دیئے جیسے فرصت میں ہو۔

"اُن کتوں کی سی زندگی ہوتی ہے کسی ریاست میں بسنے والوں کی جن کی گردنوں میں خوش رنگ پٹے ہوں اور دونوں وقت پابندی سے راتب بھی مل جاتا ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ہز ہائی نس ان داتا کہلاتے ہیں.... جو بس اسی میں مگن رہتے ہیں کہ اُن کے کتوں کو دونوں وقت باقاعدگی سے راتب مل رہا ہے.... انہوں نے اُن کتوں کا کتا پن تک چھین لیا ہے.... کسی کتے کی بیٹی زبردستی محل میں داخل کر لی گئی ہے، لیکن کتے کی مجال نہیں کہ بھونک بھی سکے۔ البتہ دم ہلانے پر کوئی پابندی نہیں۔"

"بڑے سلیقے سے اظہارِ خیال کر رہے ہیں آپ جناب۔" فریدی ہنس پڑا۔

سنتوش کی آنکھوں میں غصے کی جھلکیاں تھیں اور چہرہ کسی قدر سرخ ہو گیا تھا۔

ہز ہائی نس جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس کی نہ کوئی داد نہ فریاد۔ میری ہی اسٹیٹ کے ایک وکیل

صاحب ایک بات پر قابو سے باہر ہو گئے تھے۔ وائسرائے تک شکائت پہنچانے کی کوشش کی انہیں درمیان ہی سے کاٹ دیا گیا۔ اُن کی عرض داشت وائسرائے تک پہنچ ہی نہ سکی۔ کیو وائسرائے کا سکریٹری ہزہائی نس کا دوست تھا۔ پھر وکیل صاحب کی شامت ہی آگئی...... دہاڑے چند بھنگیوں نے اُن کے خاندان کی ساری عورتوں کو خراب کر کے رکھ دیا تھا۔ اچھا یہ طرفہ تماشا تھا کہ ہزہائی نس کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ دیوان صاحب کا دل آگیا تھا گھرانے کی لڑکی پر.... اور وہ کہیں اُس سے چھیڑ چھاڑ کر بیٹھے تھے۔ وکیل صاحب کو بُرا لگا انہوں نے پہلے ہزہائی نس ہی تک شکائت پہنچانے کی کوشش کی تھی لیکن دیوان صاحب حائل درمیان میں.... اس لئے بات نہ بن سکی۔ اہلکار بھی جو چاہیں کر سکتے ہیں.... اس کے خلا کہیں شنوائی نہ ہو گی۔"

"میرا خیال ہے کہ شائد آپ نے اسی لئے یونیورسٹی کا رخ کیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے....!" کنور سنتوش کمار نے ٹھنڈی سانس لی۔

"لیکن آخر یہ راجہ تیج بھان جی.... پانچ سال سے غائب کیوں ہیں۔"

سنتوش کمار کے ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ نظر آئی.... اور اُس نے سر جھکا لیا کچھ دیر بعد فریدی نے پھر پوچھا۔ "کیا بات ہے۔"

"سنکی ہیں....!" کنور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "جس کام میں بھی ہاتھ لگاتے ہیں اُ انتہا تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ پانچ سال پہلے کی بات ہے بیرپور اسٹیٹ والوں سے شرط ہو گئی کہ وہ دس سال صرف عورتوں ہی میں گذار سکتے ہیں کسی مرد کی شکل دیکھے بغیر.... راجہ بیر کہنا تھا کہ اگر آدمی صرف ایک ہی سال تک عورتوں میں گھرا رہے کسی مرد کی شکل تک نہ دیکھ اُس پر اعصابی دورے پڑنے لگیں گے.... انکل نے کہا بکواس ہے میں دس سال تک عورتو رہنے کے باوجود بھی تندرست ہی رہوں گا.... بات بڑھ گئی اور دس دس کروڑ کی شرط پر معا ختم ہوا.... یہ کہانی ہے اُن کی گوشہ نشینی کی.... اب عالم یہ ہے کہ اُس مخصوص محل میں ن بھی نہیں داخل ہو سکتا۔ عورتیں ہی عورتیں ہیں.... وہ روزانہ زندگی سے متعلق سارے فرا انجام دیتی ہیں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" فریدی بڑبڑایا۔

"جی ہاں ہے تو عجیب ہی۔"

"اچھا یہ لڑکی شیلا.... آپ کی دانست میں کیسی تھی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"یہاں لوگوں کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ خاصی آوارہ تھی۔"

"میں اُن سے متفق نہیں ہوں....!" کنور سنتوش نے کہا اور سر جھکا لیا۔ فریدی منتظر تھا کہ شائد کچھ اور بھی کہے گا.... لیکن جب وہ کچھ نہ بولا تو فریدی ہی کو پھر چھیڑنا پڑا۔

"صاحب....!" سنتوش جھنجھلا کر بولا۔ "یہاں کی ذہنیتیں خراب ہیں! زہر ہی زہر بھرا ہوا ہے دماغوں میں.... ان کے اپنے دلوں کے چور فوراً بول پڑتے ہیں جب کوئی ایسی مثال سامنے آتی ہے.... وہ صرف ایک ایسی لڑکی تھی، جو اپنے ماحول سے اکتا گئی ہو۔ ہر آن.... زندگی میں نیا پن چاہتی تھی.... روزانہ نئے نئے دوست بناتی تھی لوگ اُسے آوارہ سمجھ بیٹھے تھے.... اپنے یہاں کے تو بے حد پڑھے لکھے لوگ بھی جنسی معاملات میں سڑی بسی دقیانوسی قسم کی بوڑھیوں کی سی ذہنیت رکھتے ہیں۔ کسی لڑکی کو کسی لڑکے سے ہنستے بولتے دیکھا اور خود اُن کے دل کے چور نے نعرہ لگایا۔ "پھنس گئی۔" کیا کہا جائے اس بیہودگی کو۔"

"یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

"اگر وہ غائب بھی ہوئی ہے تو اسے اغواء ہی سمجھنا چاہئے۔ ایسی ہی گھٹیا ذہنیت رکھنے والے کسی عاشق کی حرکت ہو سکتی ہے۔"

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں...." فریدی نے کہا۔

"اچھا جناب اب اجازت دیجئے۔" کنور سنتوش نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے کلاس لینا ہے.... افسوس ہے کہ اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہ کر سکا لیکن میں اُس کے متعلق اس سے زیادہ جانتا بھی تو نہیں۔"

درندہ

فریدی واپسی کے لئے مڑ چکا تھا لیکن پھر کسی خیال کے تحت واپس آیا.... اور تیز تیز قدم

اٹھاتا ہوا کنور کے قریب آگیا۔

"معاف کیجئے گا.... ایک بات اور....!"

"فرمائیے.... کوئی بات نہیں۔"

"میں راجہ صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ تو کیا اُن پر شبہ ہے آپ کو۔"

"نہیں.... کیونکہ اُن پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے میرے پاس۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ آپ سے بھی نہ مل سکیں گے.... پچھلے دنوں جنرل ہارورڈ آ تھے۔ اُن کے کلاس فیلو رہ چکے ہیں پچا صاحب سے انہوں نے ملنا چاہا لیکن انکار ہو گیا۔ پانچ سا سے انہیں کسی نے دیکھا ہی نہیں۔"

"ایک بار مجھے پیرس میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہو کہا۔ "فزارو کی دوکان پر.... میرے کپڑے بھی اُن دنوں وہیں سلتے تھے.... راجہ صاحب لبا کے معاملے میں بے حد نفاست پسند واقع ہوئے ہیں.... میرا خیال ہے کہ اُن کے کپڑے ا سے باہر ہی سلتے ہیں۔"

"جی ہاں.. لیکن پتہ نہیں کیوں آج کل قاہرہ سے سلوا رہے ہیں.... بھلا قاہرہ کیا تک ہے

"نہیں صاحب! قاہرہ کی ایک دوکان آج کل پیرس کے فزارو ہی سے ٹکر لے رہی ہے فریدی بولا۔ "میں بھی آج کل وہیں ناپ بھیجتا ہوں۔ خیاط الوقت....! فزارو سے کم نہیں...

"اوہو.... جی ہاں شائد خیاط الوقت ہی آج کل اُن کے کپڑے سی رہے ہیں۔" کنور نے

"آپ کو یقین ہے۔"

"جی ہاں.... آج کل اُن کا ایک اوور کوٹ میرے استعمال میں ہے اُس کے بٹنوں پر الوقت قاہرہ ہی لکھا ہوا ہے۔"

"تب تو ہو سکتا ہے کہ یہ آپ ہی کا بٹن ہو۔" فریدی نے وہ بٹن جیب سے نکالتے ہو جو اُسے شیلا کی کار میں ملا تھا۔

"یہ.... یہ.... آپ کو کہاں ملا۔" کنور کے لہجے میں حیرت تھی۔ "جی ہاں اُس کا ایک ٹوٹ کر کہیں گر گیا تھا۔"

ب کی بات ہے۔"

"یاد نہیں! کئی دن سے اُسے استعمال نہیں کیا! آج کل صبح ہی سے سردی بھی تھی اور مطلع ی ابر آلود تھا۔ احتیاطاً لیتا آیا ہوں۔ یہیں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بٹن غائب ہے۔"

"کوٹ آپ نے کب سے نہیں پہنا۔"

"شائد آٹھ یا دس دن پہلے کی بات ہے۔ اسٹیٹ ہی کی ایک تقریب کے موقع پر پہنا تھا.... ت بہت سرد تھی.... لیکن آپ اس سلسلے میں اتنی چھان بین کیوں کر رہے ہیں۔"

"وجہ ہے.... کنور صاحب۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔

"وجہ....!" کنور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں.... یہ بٹن شیلا کی کار میں ملا تھا....؟"

"جی....!" کنور اچھل پڑا۔ اُس کی آنکھیں حیرت اور خوف میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"جی ہاں.... اسی لئے چھان بین ضروری ہے۔"

"لل.... لیکن.... وہ کبھی میرے ساتھ کہیں نہیں گئی۔" کنور اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "یہ بٹن.... اُس کی کار میں....!"

وہ خاموش ہو گیا۔ چہرے پر زردی دوڑ گئی تھی اور سانسیں تیزی سے چلنے لگی تھیں۔

فریدی ادھ کھلی آنکھوں سے اُس کے چہرے کے تغیرات کا جائزہ لیتا رہا۔

"کیا کوئی اور بھی آپ کا کوٹ استعمال کر سکتا ہے۔" اُس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"نہیں قطعی نہیں۔"

"کیا آپ کی لاعلمی میں بھی ممکن نہیں۔"

"اُس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

پھر فریدی نے اُس رات کا حوالہ دے کر پوچھا کہ وہ کہاں تھا جب ڈاک بنگلے میں ایک بوڑھے نے چائے پی تھی۔

"میں.... اُس رات یہیں شہر ہی میں تھا۔ اسٹیٹ گیا ہی نہیں تھا۔"

"کہاں تھے....!"

"مجھے افسوس ہے کہ شہر میں موجودگی کے سلسلے میں کوئی گواہ پیش نہ کر سکوں گا کیونکہ کسی

قابل ذکر جگہ پر رات بسر نہیں ہوئی تھی۔ اکثر مجھ پر ملنکولیا کے دورے پڑتے ہیں اور مِر
تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں مارا پھرتا ہوں۔ لہٰذا وہ رات بھی کار ہی میں بسر ہوئی تھی۔

"اُوور کوٹ تھا آپ کے پاس....!"

"جی نہیں.... حالانکہ شام ہی سے سردی بڑھ گئی تھی۔ لیکن چونکہ پچھلی راتیں
تھیں اس لئے کوٹ لایا ہی نہیں تھا۔"

"تو پھر....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تو پھر آپ کی دانست میں وہ کوٹ کون
کر سکتا ہے۔"

"میری عدم موجودگی میں کوئی بھی استعمال کر سکتا ہے۔"

"دیکھئے کنور صاحب! میری تھیوری یہ ہے کہ شیلا کسی سوچے سمجھے پلان کے تحت اغ
کی گئی، بلکہ وہ صرف ایک اتفاق تھا۔ جنک پور جاتے وقت اُس نے غلط راہ اختیار کی اور
کہیں جا نکلی.... اغواء کرنے والا بھی اُدھر سے گذر رہا تھا۔ دونوں ملے۔ شیلا نے راستہ پو
اور وہ بڑے اطمینان سے اُسے اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ دونوں نصیر آباد والی سڑک کے ڈاک
میں بھی گئے تھے اور وہاں اُس نامعلوم آدمی نے شیلا کو چائے بھی پلوائی تھی۔ چوکیدار مرد
نہیں دیکھ سکا کیونکہ اُس کا چہرہ فلٹ ہیٹ کے سائے میں تھا اور کوٹ کا کالر اٹھا ہوا تھا.... لیک

فریدی خاموش ہو گیا.... کنور کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ اُس نے ہونٹوں پر
پھیر کر پوچھا۔ "لیکن کیا....؟"

"لیکن اُس نے مرد کی کار پر نربدا اسٹیٹ کی جھنڈی دیکھی تھی۔"

"جھنڈی.... جھنڈی...!" کنور مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔ پھر سر اٹھا کر ب
"جھنڈی.... میں کبھی جھنڈی نہیں استعمال کرتا.... وہ تو صرف چچا صاحب کی گاڑی میں
ہے.... یا پھر دیوان صاحب یا چچا صاحب کے اے۔ ڈی۔ سیز استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ع
اور کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر انہیں لوگوں میں سے کوئی رہا ہوگا.... کیا خیال ہے آپ کا۔"

"میرا خیال ہے.... میرا خیال کچھ بھی نہیں.... اچھا اب اجاز
دیجئے.... مجھے کلاس....!"

"شکریہ.... دوبارہ تکلیف دی آپ کو...." فریدی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"میں شیلا کے لئے بے حد مغموم ہوں.... اور اس سلسلے میں کسی کی صفائی پیش کرنے کی
رورت نہیں سمجھتا۔ اگر وہ اسٹیٹ ہی کا کوئی آدمی ہے تو اُسے ضرور سزا ملنی چاہئے لیکن ایک
ورہ ضرور دوں گا۔"

"فرمایئے....!"

"تفتیش آپ کی بجائے کوئی انگریز آفیسر کرے تو اچھا ہے۔ دیسی آفیسروں کو وہ خاطر میں
یں لاتے۔ اکثر بڑے بڑے دیسی حکام کی توہین کے مناظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔"

"مشورے کا شکریہ.... میں تجویز پیش کروں گا۔"

فریدی وہاں سے روانہ ہو کر سیدھا آفس پہنچا۔ حمید شاید اُسی کا منتظر تھا۔ اُسے علم تھا کہ
دی یونیورسٹی گیا ہے۔

"کیا رہا....!" اُس نے پوچھا۔

"بٹن کے متعلق کافی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔"

"لڑکی کا نام بٹن نہیں شیلا ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے تصحیح کی۔

فریدی نے آج کے تجربات کا ذکر چھیڑ دیا۔ حمید خاموشی سے سنتا رہا۔ فریدی کے چپ
تے ہی بولا۔ "ہاں میں نے بھی سنا ہے کہ کنور کوئی چغد قسم کا آدمی ہے۔ لیکن اب کیا ارادہ
ہے۔ کیا اس کی تفتیش کسی انگریز ڈی۔ ایس۔ پی کے سپرد کی جائے گی۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں محکمے کو کوئی مشورہ دوں.... دیکھا جائے گا۔"

"بھد نہ کرایئے گا.... اسٹیٹ کا معاملہ ہے.... حکومت کے فرزندان دل بند کا معاملہ۔"

"تم نے کیا کیا اس سلسلے میں....!"

"والٹز ناچتا رہا....!" حمید سر کھجا کر بولا۔

"تم نربدا اسٹیٹ جاؤ.... میرا ایک پیغام لے کر....!"

"چلا جاؤں گا...." حمید مردہ سی آواز میں بولا۔



شیلا بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔ کیونکہ تہہ خانے کا دروازہ اوپر کی طرف سرک رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں نقاب پوش اندر داخل ہوا اور شیلا ایک بیک برسوں کی بیمار نظر آ
دوسری لڑکی نے نقاب پوش پر نظر پڑتے ہی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا تھا۔

"کیا تم کچھ بیمار ہو۔" نقاب پوش نے شیلا سے پوچھا۔

"نہیں.... میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"کرو....!"

"یہاں نہیں.... دوسرے کمرے میں چلو۔"

"یہیں کیا حرج ہے۔"

"نہیں یہاں نہیں۔"

"چلو....!" نقاب پوش نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

وہ دوسرے کمرے میں آئے.... یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ نقاب پوش نے ایک آرا
کی جانب اشارہ کیا۔ شیلا بیٹھ گئی۔

"کیا تمہیں اس ننھی سی معصوم لڑکی پر رحم نہیں آتا۔" شیلا نے اُس سے پوچھا۔

"کیا تم سمجھتی ہو کہ میں اُسے ذبح کر ڈالوں گا۔"

"ذبح کر ڈالنا زیادہ مناسب ہوگا اس کے مقابلے میں کہ تم اُسے قبل از وقت زندہ در گور کر

"وہ ایک مسلمان لڑکی ہے محترمہ شیلا۔ اُس کیساتھ تمہاری ہمدردی سمجھ میں نہیں آ

"خدا جس نے ہم دونوں کو پیدا کیا ہے ہندو یا مسلمان نہیں ہے۔"

"مذہبیات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"چلو انسانیت ہی کا احترام کرو۔"

"انسانیت....!" نقاب پوش کا لہجہ تلخ تھا۔ "انسانیت کی بات مجھ سے نہ کرو۔ میں اس
میں درندہ ہوں۔"

شیلا خاموشی سے اُسے گھورتی رہی پھر کچھ دیر بعد بولی۔ "ضدی آدمی ہو۔ لیکن تم یہ
کچھ اپنی جنسی کجروی کی تسکین ہی کے لئے کرتے ہو نا۔"

"جنسی کجروی مناسب لفظ نہیں ہے محترمہ شیلا.... میں اسے جنسی زندگی میں تنو
ہوں... ذرا سوچو تو... کیا تصور ہی لذت انگیز نہیں ہے.... جنسی انہونی.... اُوہ.... اُوہ

"دوسرا طریقہ اختیار کرنے میں کیا حرج ہے۔"

"وہ کون سا طریقہ ہے محترمہ شیلا....!"

"اُس کی جگہ مجھے دے دو.... میں تو برباد ہی ہو چکی ہوں.... لیکن اُسے تباہ نہ کرو۔ جتنے
دن رکھنا چاہو رکھو اس کے بعد والدین کے پاس پہنچا دو۔"

"بڑی معقول بات کہی ہے محترمہ شیلا۔" نقاب پوش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اور اس طرح
میں اپنے اُس ایجنٹ کو جیل بھجوا دوں جس کے ذریعہ سے وہ یہاں تک پہنچی ہے۔"

"میں اُسے اس پر آمادہ کرلوں گی کہ وہ اُس ہیڈ مسٹریس کا نام نہ لے۔ والدین سے کہہ دے
کہ اُسے بیچ سڑک پر اٹھالیا گیا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح ان نامعلوم آدمیوں کے چنگل سے نکل آئی۔"

"پتہ پوچھا جائے گا.... اُس سے محترمہ شیلا....!"

"کہہ دے گی اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر کسی تہہ خانے میں لے جایا گیا تھا۔"

"اور وہ دوبارہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر تہہ خانے سے نکل بھاگی تھی۔" نقاب پوش نے طنز
آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"خیر.... خیر.... کوئی دوسری ترکیب سوچوں گی۔"

"دیکھا جائے گا.... فی الحال معاملہ کی بات کرو۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ اُسے تماشائی بناؤ۔"

"خیر تمہاری خاطر یہ بھی سہی.... لیکن اُس کی رہائی ناممکن ہے۔"

"تو کیا ساری زندگی اُسے تہہ خانوں میں سڑا ڈالو گے۔"

"ہرگز نہیں.... وہ کھلی فضا میں سانس لے گی.... لیکن اس ملک میں نہیں۔"

شیلا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر خوفزدہ انداز میں اچھل پڑی اور لرزتی ہوئی آواز میں
بولی۔ "تو کیا.... تو کیا تم لڑکیوں کے بیوپاری ہو۔"

"بہت دیر میں سمجھیں محترمہ شیلا.... ہاں یہی بات ہے محترمہ شیلا....!"

"اتنے انسانیت دشمن ہو تم....!"

"زندہ رہنے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے محترمہ شیلا۔"

"تو کیا تم مجھے بھی....!" وہ جملہ پورا نہ کرسکی کیونکہ جسم میں تھرتھری پڑ گئی تھی۔

"ڈرو نہیں۔" وہ اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں ہوگا۔ تم آزاد بھی کر دی جاؤ گی لیکن اس شرط پر کہ کبھی کبھی مجھ سے ملتی رہو گی۔ تم نے مجھے ایسی تسکین بخشی ہے جو کبھی کسی سے حاصل نہ ہو سکی۔"

شیلا نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

نقاب پوش نے پھر اُس کے شانے پر تھپکی دی اور بولا۔ "تم سچ مچ ڈر رہی ہو۔ یقین کرو تمہیں جلد ہی رہائی نصیب ہو جائے گی۔"

"اور اس طرح کہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤں گی۔"

"ہاں یہ بات غور طلب ہے۔ مجھے افسوس ہے محترمہ شیلا یہ تو ہر حال میں ہونا تھا۔"

"ایک تدبیر میری سمجھ میں آ رہی ہے۔"

"بتاؤ....!"

"تم ہم دونوں کو شہر کے قریب چھوڑ دینا۔ میں سیدھی گھر جاؤں گی۔ لڑکی کو بھی ساتھ لے جاؤں گی۔ بیان دوں گی کہ میں بردہ فروشوں کے ایک گروہ کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ جس کے پاس یہ لڑکی بھی تھی.... ایک رات اُن لوگوں نے ہمیں کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ خریدنے والا تنہا تھا۔ ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر ہمیں تہہ خانے سے نکالا گیا۔ پھر آنکھوں کی پٹیاں اس وقت کھلیں جب ہم جیپ میں بیٹھ چکی تھیں۔ خریدار تنہا تھا اور خود ہی جیپ کو ڈرائیو کر رہا تھا۔ ایک جگہ وہ گاڑی روک کر رفع حاجت کے لئے نیچے اُترا اور ہم دونوں جیپ سے اُتر کر بھاگ نکلیں.... اندھیرے میں رات بھر بھٹکتی پھریں.... پھر صبح ہوتے ہوتے کسی نہ کسی طرح شہر والی سڑک مل ہی گئی۔"

"بہت چالاک ہو....!" نقاب پوش نے قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔ "میں تمہاری خاطر سب کچھ برداشت کر لوں گا۔"

"مگر دوبارہ تم سے ملنے کی کیا صورت ہوگی۔"

"بذریعہ خط مطلع کر دوں گا.... تم لوگ تو بہت ایڈوانسڈ ہو.... تمہارا خط شائد کوئی دوسرا پڑھنے کی کوشش نہ کرے۔"

"قطعی نہیں.... تم مطمئن ہو کر مجھے خط لکھ سکو گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر نقاب پوش نے پوچھا۔ "اور اُس نفرت کا کیا ہوگا محترمہ شیلا.... جو تمہیں مجھ سے ہے۔"

"نفرت اور محبت دریافت کرنے کا کوئی آلہ بھی ہے کیا تمہارے پاس۔"

"تو کیا تمہیں مجھ سے نفرت نہیں ہے؟"

"غیر ضروری سوال ہے۔" شیلا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"کیوں محترمہ شیلا....!"

"بس اب فضول باتیں ختم.... ہاں تو کب تک ہم آزاد ہو جائیں گے۔"

"جب چاہو....!"

"آج....؟"

"آج تو.... ابھی تم خود ہی کہہ چکی ہو....!"

"خیر.... خیر.... وہ تو ہے ہی.... اُسے موضوع گفتگو بنانے سے کیا فائدہ۔" شیلا نے مردہ دلی سے کہا۔

"تو پھر....!"

"شیلا دروازے کی طرف مڑ گئی۔ لڑکی اب اپنا منہ چھپائے اوندھی پڑی تھی۔ شیلا چپ چاپ مسہری کے قریب کھڑی ہو گئی.... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ لڑکی اُس کے متعلق کیا سوچے گی.... کیا ہوگا.... اُس کا سر چکرانے لگا۔ نقاب پوش بھی خاموش اُس کے پیچھے کھڑا تھا۔ اُس نے کچھ نہیں کہا۔ شیلا سوچتی رہی اور اُس کا سر چکراتا رہا.... وہ.... وہ.... کیا کرے.... نہیں یہ ناممکن ہے.... قطعی ناممکن.... اس کی بجائے اُسے مر جانا چاہئے.... مر جانا چاہئے.... ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سارا جسم ایک لایعنی سی جھنجھناہٹ بن کر رہ گیا ہو۔ پیر کانپ رہے تھے.... ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ دیر بعد وہ اپنی قوت سے کھڑی بھی نہ رہ سکے گی۔ یک بیک سارا کمرہ ناچنے لگا۔ آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے کالے دائرے تیزی سے رقص کرنے لگے.... وہ دو تین بار لڑکھڑائی اور دھم سے فرش پر آ رہی.... بیہوش ہو چکی تھی۔

گھناؤنا منظر

نربدااسٹیٹ ظاہری اعتبار سے حمید کو پسند آئی۔ نربدا خاص ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر تھا۔ عمارتوں کی ساخت کسی مخصوص پلاننگ کی مظہر تھی۔ بہت سلیقے سے شہر بسایا گیا تھا۔ سڑکوں کے ساتھ فٹ پاتھ بھی بنائے گئے تھے جن کے وسط میں سیمنٹ سے بنے ہوئے رنگین گملوں کی قطاریں تھیں اور ان گملوں میں مختلف قسم کے پھولدار پودے لگائے گئے تھے۔ پارکوں اور باغات کی بہتات نظر آئی۔ ابھی تک تو ایک آدمی بھی ایسا نہیں دکھائی دیا تھا جسے مفلوک الحال کہا جاسکے۔ صاف ستھرے لباسوں میں صحت مند لوگ فٹ پاتھوں پر چل پھر رہے تھے۔ کسی بھی چوراہے پر کوئی ٹریفک کانسٹیبل نہ دکھائی دیا۔ اس کے باوجود بھی ٹریفک کے اصولوں کی پابندی میں باقاعدگی پائی جاتی تھی۔

حمید کو منزل مقصود تک پہنچنے میں دشواری نہ ہوئی۔ وہ یہاں کے ایک باشندے کے لئے فریدی کا خط لایا تھا.... لیکن یہ آدمی حمید کو پسند نہ آیا۔ صورت ہی سے بدمعاش معلوم ہوتا تھا۔ بچین آنکھوں سے مکاری مترشح تھی۔ گٹھے ہوئے سخت بازوؤں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اُن کے استعمال سے بھی بخوبی واقف ہے۔ یہ ایک چھوٹے سے ہوٹل کا مالک تھا.... حمید نے اُسے فریدی کا خط دیا۔ جسے پڑھ کر اُس نے فوری طور پر رائے زنی سے اجتناب کیا تھا۔

حمید کے لئے ہوٹل ہی میں ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا۔

"آپ کچھ دیر آرام فرمائیں سارجنٹ.... پھر مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا اس میں کوتاہی نہیں کروں گا۔" اُس نے کہا تھا۔

حمید فریدی کے خط کے مضمون سے واقف نہیں تھا۔ اس لئے صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ شام کو جگن سنگھ خود اُس کے کمرے میں آیا۔

"آپ تو پہلے بھی یہاں آئے ہوں گے سارجنٹ....!" اُس نے پوچھا۔

"پہلی بار آیا ہوں.... بڑا خوبصورت شہر ہے۔"

"ایک بڑا عمدہ نائٹ کلب بھی ہے یہاں.... بس بیٹھ جایئے اور محسوس کرتے رہئے کہ پیرس کے کسی نائٹ کلب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"اوہو....!"

"وہیں چل کر باتیں کریں گے۔" جگن سنگھ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ پھر بولا۔ "کیا آپ کو معلوم ہے انسپکٹر صاحب نے کیا لکھا ہے مجھے۔"

"نہیں....!"

"چلئے خیر.... سب ہو جائے گا۔"

پھر رات کا کھانا انہوں نے نائٹ کلب ہی میں کھایا تھا.... بڑی خوبصورت جگہ تھی۔ جگن سنگھ نے اُسے وہاں کے منیجر سے بھی ملایا۔ لیکن اپنے ایک دوست کی حیثیت سے.... نام بھی حمید کی بجائے ناصر بتایا تھا۔

"آج دیوان صاحب نے اپنے انگریز دوستوں کو یہاں ڈنر دیا ہے۔" منیجر نے معذرت طلب لہجے میں کہا۔ "بے حد مشغول ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے.... اسی لئے آیا ہوں۔" جگن سنگھ نے سر ہلا کر کہا.... اور معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔

"لل.... لیکن....!" منیجر حمید کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

"پرواہ مت کرو.... یہ میرے جگری دوست ہیں۔ تم ان پر اُسی طرح اعتماد کر سکتے ہو جس طرح مجھ پر کرتے ہو۔"

"دیکھو یار جگن....!" منیجر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "تم تو جانتے ہی ہو کہ یہاں کھال کھنچوالی جاتی ہے۔"

"میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جس سے تمہیں گزند پہنچ سکے۔"

"پھر بھی.... یہ یہاں کے لئے اجنبی ہیں۔ بات پھیل بھی سکتی ہے۔"

"تم مطمئن رہو.... یہ کسی کے سامنے کبھی زبان نہ کھولیں گے۔"

"یار الجھن میں ڈال دیتے ہو تم۔"

"کیوں مرے جا رہے ہو۔" جگن سنگھ نے آنکھیں نکالیں۔

"اس طرح نہ گھورو.... میں کمزور دل کا آدمی ہوں۔" منیجر نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا

تقریباً آٹھ بجے دیوان صاحب اپنے پانچ انگریز دوستوں کے ساتھ تشریف لائے۔ کلب

کے دوسرے ممبران کو بالکل مشینی طور پر احتراماً کھڑا ہو جانا پڑا۔ حمید بھی شامل تھا ان میں.. حالانکہ اُسے گراں گذری تھی اپنی یہ حرکت.... لیکن مجبوری تھی۔

پھر وہ لوگ ہال سے گذرتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے: حمید نے استفہامیہ نظروں سے جگن سنگھ کی طرف دیکھا تھا۔

"ابھی ٹھہریئے۔" جگن سنگھ آہستہ سے بولا اور پھر وہ ڈرائنگ ہال میں فلور شو دیکھتے رہے ایک خوبصورت سی لڑکی عربی رقص پیش کر رہی تھی۔

"عربی رقص میں دف کی آواز اور کولہوں کی ہلنت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔" حمید نے کہا

"عرب جانیں....!" جگن سنگھ مسکرایا۔ پھر حمید نے محسوس کیا کہ جگن سنگھ کے لہجے میں تلخی تھی۔ اُسے اپنے تبصرے پر افسوس ہونے لگا۔

کچھ دیر بعد جگن سنگھ اُس کا ہاتھ دباتا ہوا اٹھ گیا۔ سب سے پہلے وہ منیجر کے کمرے میں آئے۔ منیجر موجود نہیں تھا۔ کچھ دیر انتظار کرتے رہے پھر اٹھنے ہی والے تھے کہ منیجر بوکھلایا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس طرح کرسی میں ڈھیر ہو کر ہانپنے لگا جیسے.... کوئی دور سے کھدیڑتا ہوا یہاں تک لایا ہو۔

"کیا بات۔ ہے۔" راجن نے پوچھا۔

"کچھ نہ پوچھو.... بس اب موت ہی آ جاتی تو بہتر تھا۔" منیجر ہانپتا ہوا بولا۔

"کیوں..؟ کیا بات ہے....!"

"میرے پاس صرف چار ٹرینڈ لڑکیاں ہیں پانچویں کہاں سے پیدا کروں۔"

"پریشانی کی کیا بات ہے چکلے سے کوئی طرحدار لڑکی بلوالو۔" جگن سنگھ نے کہا۔

"کوئی ہندوستانی لڑکی اسے برداشت نہ کر سکے گی خواہ طوائف ہی کیوں نہ ہو۔ میری چاروں ٹرینڈ لڑکیاں اینگلو انڈین ہیں۔"

"تم بلواؤ تو....!"

"اگر اُس نے عذر برپا کر دیا تو بعد میں میری ہی گردن کٹ جائے گی۔" منیجر روہانسا ہو کر بولا۔ پھر وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر باقاعدہ رونے بھی لگا۔

حمید اور جگن سنگھ خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"یار تم معاملات کو بگاڑ رہے ہو۔" تھوڑی دیر بعد جگن سنگھ منیجر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"پھر بتاؤ.... میں کیا کروں؟" وہ سسکیاں لیتا ہوا بولا۔

"ارے تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ میں ایک ایسی عورت کا انتظام کر سکتا ہوں جو سب کچھ سنبھال سکے۔"

"سچ....!" منیجر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "میرے پیارے دوست عمر بھر احسان مند رہوں گا۔"

جگن سنگھ اس کا لیٹر پیڈ اٹھا کر اُس پر کچھ لکھنے لگا تھا۔ پھر کاغذ الگ کر کے لفافے میں رکھا اور لفافہ پر پتہ لکھنے لگا۔

"یہ لو.... کسی آدمی کو اس پتہ پر بھیج دو.... دوڑی چلی آئے گی.... کتنی دیر ہے۔"

"بس بیس منٹ اور رہ گئے ہیں.... ابھی تو وہ پی رہے ہیں۔"

"دس منٹ میں وہ یہاں ہوگی.... آدمی سے کہنا.... کار لے کر جائے۔"

منیجر ایسی چال میں باہر بھاگا کہ "سرپٹ" کا گمان ہونے لگا۔

حمید متحیرانہ انداز میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ لیکن خاموش ہی رہا۔

کچھ دیر بعد منیجر پھر واپس آیا۔ اب وہ بڑبڑا رہا تھا۔ "لعنت برس رہی ہے اسٹیٹ پر.... ہز ہائی نس گوشہ نشین کیا ہوئے بن آئی حرامزادوں کی۔ کسی کے ظلم کی نہ داد نہ فریاد۔ پتہ نہیں کب اس جنجال سے پیچھا چھوٹے گا۔"

وہ بڑبڑاتا رہا اور حمید جگن سنگھ کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ دیکھتا رہا۔ حمید کے لئے جگن سنگھ کے متذکرہ دس منٹ بے چینی سے کٹ رہے تھے اور وہ منتظر تھا کسی نئے عجوبے کا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد ایک خوبصورت عورت منیجر کے کمرے میں داخل ہوئی۔ قبل اس کے کہ حمید اُسے دیکھ کر کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش کرتا جگن سنگھ منیجر کو کسی قسم کا اشارہ کرتا ہوا اٹھ گیا اور وہ تینوں باہر چلے گئے۔ حمید اب تنہا تھا۔ احساس تنہائی رفع کرنے کے لئے مدہم سُروں میں سیٹی بجانے لگا۔

پھر جب وہ دونوں واپس آئے تو عورت اُن کے ساتھ نہیں تھی۔

منیجر کنول کی طرف کھلا ہوا تھا لیکن جگن سنگھ ایسا منہ بنائے ہوئے تھا جیسے زبردستی کوئی کڑوی کسیلی چیز چبانی پڑی ہو۔

منیجر انہیں دفتر ہی میں چھوڑ کر پھر کہیں چلا گیا۔

"تیار ہو سارجنٹ....!" جگن سنگھ آہستہ سے بولا۔

"مگر.... مگر.... یار ریوالور تو میں....!"

"ریوالور....!" جگن سنگھ ہنس پڑا۔ "ریوالور کی ضرورت نہیں.... البتہ اگر چلو بھر پانی انتظام کر سکو تو بہتر ہے۔"

پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولا۔ "جانتے ہو میں پہلی بار کس بناء پر جیل گیا تھا۔"

حمید نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

"سڑک پر ایک لڑکی کو آنکھ مار کر مسکرایا تھا.... وہ ایک دولت مند گھرانے کی لڑکی تھی ا میں ایک غریب لفنگا تھا.... تم اب یہاں دیکھنا کہ نجیب الطرفین قسم کے شرفاء کیا کر رہ ہیں.... قوانین کے محافظ خود کیسے گل کھلاتے ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا خدا خیر کرے سارے لفنگے ڈائیلاگ رائٹر ہوتے جا رہے ہیں سماج پر ایسی کڑی تنقید کرنے لگے ہیں کہ شائد شریفوں کا جینا دو بھر ہو جائے۔ وہ سوچتا اور بور ہو رہا۔ اتنے میں قریب ہی کوئی بزر ہلکی آواز میں جھنجھنایا اور جگن سنگھ اٹھتا ہوا بولا۔ "آیئے۔"

وہ مختلف کمروں سے گذرتے ہوئے ایک تاریک سے کمرے میں آر کے.... برابر ہی کسی کمرے سے والز کے نغمے کی آواز آ رہی تھی لیکن بلند آہنگ نہیں تھی۔ شائد کسی ریڈیو گرا آواز کا حجم کم کر کے والز کا ریکارڈ بجایا جا رہا تھا۔

"خاموش ہی رہ کر دیکھنا۔" جگن سنگھ نے سرگوشی کی۔

اور پھر حمید کی آنکھ دروازے کی جھری سے جا لگی۔ دوسرے کمرے کے منظر پر نگاہ پڑ آنکھیں جھپک گئیں۔

پانچ بالکل برہنہ عورتیں پانچ خوش پوش انگریزوں کے ساتھ والز ناچ رہی تھیں۔ چار انڈین تھیں اور ایک دیسی۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ دیسی عورت کے پیر لڑکھڑا رہے تھے۔ اپنے پارٹنر کے ساتھ گھسیٹی پھر رہی تھی۔ شائد اُسے ناچنا بھی نہیں آتا تھا۔

ریاست کا دیوان ریڈیو گرام کے قریب کھڑا شراب کی چسکیاں لے رہا تھا۔ نغمہ ختم ہ دوسری بیہودگیاں شروع ہو گئیں۔ پھر دیوان نے ٹوئیسٹ کا ریکارڈ لگا دیا۔

وہ پھر ناچنے لگے۔

"چلو بس کرو....!" جگن نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی کی۔

وہ واپس آ گئے.... منیجر کمرے میں موجود تھا اور اُس کے ہونٹوں پر جھینپی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ حمید سے آنکھیں چار نہیں کر رہا تھا۔

"کیا پیؤ گے....!" اُس نے جگن سے پوچھا۔

"وہسکی اور سوڈا....!" جگن نے کہا اور حمید سے پوچھا کہ وہ کیا پسند کرے گا۔

"ٹھنڈا پانی....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور وہ دونوں بے ساختہ ہنس پڑے پھر جگن نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "کیوں ناصر صاحب کیا خیال ہے۔ ان حرامیوں سے فرصت پانے کے بعد آپ کا بھی ایک آدھ راؤنڈ کرا دیا جائے۔"

"راؤنڈ کیا تم میرے کفن دفن کا انتظام بھی کر سکتے ہو اُس راؤنڈ کے بعد۔"

پھر وہ قہقہے لگاتے رہے اور حمید شدت سے بور ہوتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اپنے سفید فام آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ہم لوگ کتنا گر جاتے ہیں۔ اُس کا بس چلتا تو اس نائٹ کلب کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیتا۔

"آپ کا ضمیر کیسے گوارا کرتا ہے جناب۔" اُس نے منیجر سے پوچھا۔

"زندہ رہنے کے لئے سب کچھ گوارا کرنا پڑتا ہے.... ہو سکتا ہے آپ کے شہر میں ضمیر کہیں اب بھی پایا جاتا ہو.... ریاستوں میں تو نہیں۔"

"راجہ بھی عیاش ہو گا۔"

"ظاہر ہے۔ اُس کے لئے تو سڑکوں پر سے لڑکیاں اٹھائی جاتی ہیں۔ گرلز اسکول میں تالا گیا ہے۔ حیرت انگیز طور پر لڑکیاں غائب ہوتی ہیں.... اور پھر کبھی اُن کا سراغ نہیں ملتا۔"

"آخر وہ باہر کیوں نہیں نکلتا۔"

"ہو گی کوئی مصلحت....!"

"لوگ احتجاج نہیں کرتے.... لڑکیوں کے غائب ہونے پر۔"

"کس سے کریں.... اور پھر ثبوت کہاں سے فراہم کریں کہ وہ محل ہی میں ہوں گی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ جگن سنگھ نے بھی اُسے اشارہ کیا تھا کہ اس موضوع پر خاموش ہی رہے کچھ

دیر بعد وہ وہاں سے اٹھ گئے۔ کلب سے باہر نکل کر جگن سنگھ بولا۔ "تم نے بے تکی باتیں
کردی تھیں سارجنٹ.... خیر آؤ.... محل میں دال گلنی مشکل ہے۔ جس محل میں راجہ کا
قیام ہے وہاں پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا۔ کڑا پہرہ رہتا ہے۔ چوبیسوں گھنٹے دیوان بھی نہیں
اُس محل میں، اے ڈی سیز بھی باہر ہی رہتے ہیں۔ اندر کسی کا گذر نہیں سوائے دو پہا
کے.... وہ بھی بہت کم باہر آتے ہیں کسی سے بات نہیں کرتے۔"

حمید خاموش ہی رہا۔

"اب چلئے آپ کو ایک اے ڈی سی کے کرتوت بھی دکھاؤں۔ راجہ صاحب کی گوشہ ن
بناء پر بن آئی ہے ان حرام زادوں کی۔ جو جی چاہتا ہے کرتے پھرتے ہیں۔"

وہ حمید کو ایک ہوٹل میں لایا۔ چھوٹی سی خوبصورت جگہ تھی۔ بیروں کی وردیاں
تھیں اور وہ سروس کے معاملے میں کافی باسلیقہ معلوم ہوتے تھے۔ جگن سنگھ نے ایک لمـ
نوجوان کی طرف اشارہ کیا جو تین لڑکیوں میں گھرا بیٹھا شراب کی چسکیاں لے رہا تھا۔
بڑبڑایا۔ "اس کے گرگے لڑکیاں اٹھانے کے ماہر ہیں۔ جمشید نام ہے۔ پارسی ہے....
طاقتور اور سر پھرا۔ بے دریغ ریوالور نکال کر فائر کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لڑکی اسی کے ہتھے
گئی ہو جس کا تذکرہ انسپکٹر صاحب نے اپنے خط میں کیا ہے۔"



پرنسٹن کے چوراہے کی قریبی گلی والی وہ عمارت تھانے سے زیادہ دور نہیں تھی جہاں
لڑکیوں پر مظالم ڈھائے جا رہے تھے۔

نقاب پوش اس وقت اوپری ہال میں موجود تھا۔ تین بج چکے تھے اور ہال میں اُس کے
اور کوئی نہیں تھا۔ وہ میزیں خالی پڑی تھیں جن پر اُس کے گرگے شراب اور جوئے میں مشغو
کرتے تھے۔

نقاب پوش تھوڑے تھوڑے وقفے سے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتا جاتا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد باہر سے کسی گاڑی کی آواز آئی اور وہ چونک کر متوجہ ہو گیا۔
اُس کے گرگوں کا انچارج ہنٹر ہال میں داخل ہوا۔

"کام آپ کی ہدایت کے مطابق ہی ہوا ہے باس۔" ہنٹر اپنا السٹر اُتار کر ایک کرسی

را بولا۔ "اُن دونوں کو شہر کے قریب ہی چھوڑا تھا۔ مگر یہ بالکل نئی بات ہوئی ہے۔ باس....
یں وہ ہماری راہ پر نہ لگادے فریدی کو۔"

"ناممکن ہے.... فریدی کے فرشتے بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ویسے ہو سکتا ہے
وہ روزانہ اسی گلی سے گذرتا ہو.... اور پھر تھانہ ہی یہاں سے کتنی دور ہے.... پانچ سال سے
اس عمارت میں ہیں.... کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوئی۔"

ہنٹر کی آنکھیں بدستور سوچ میں ڈوبی رہیں۔ ایک میز پر رکھی ہوئی بوتل سے گلاس میں
اب انڈیلی اور سائیفن سے سوڈے کی دھار مارنے لگا۔

"ایک میرے لئے بھی بناؤ۔" نقاب پوش نے کہا اور وہی گلاس اُسے پیش کر دیا گیا۔

ہنٹر اپنے لئے دوسرا بنانے لگا۔ ساتھ ہی وہ بڑبڑا رہا تھا۔ "میری دانست میں تو یہ اچھا نہیں
اباس۔ پتہ نہیں کیوں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ غلطی ہی ہمارے لئے پھانسی کا پھندہ بن
ے گی۔"

"تم جلدی سے دو چار گھونٹ لے لو.... تاکہ اس قسم کے بزدلانہ خیالات کے لئے ذہن
ں جگہ نہ رہے.... ایڈیٹ.... !"

"یہ فریدی.... باس.... !"

"بکواس بند کرو.... !" نقاب پوش نے جھلا کر گلاس فرش پر پٹخ دیا اور بولا۔ "جب کہو فریدی
یں بند ہوا منگاؤں۔ کل رات اُس کا اسسٹنٹ سارجنٹ حمید نربدا اسٹیٹ میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔"

پھر وہ ایک تلخ سی ہنسی کے ساتھ خاموش ہو گیا۔

ہنٹر نے دوسرا گلاس بنا کر پیش کیا اور وہ دوسرا گلاس تھامتا ہوا بولا۔ "اس قسم کی بزدلانہ
ں صرف سوچا کرو.... میرے سامنے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ سمجھے۔"

"اوکے باس.... !" ہنٹر ہنسنے لگا۔

پھر وہ دونوں خاموشی سے شراب پیتے رہے۔ لیکن ہنٹر کے چہرے پر اب بھی تشویش کے
ثار تھے۔

شکار کا چارہ

فریدی کو بھی اطلاع ملی کہ شیلا حیرت انگیز طور پر واپس آ گئی ہے۔ حمید نربدا اسٹیٹ واپس آکر وہاں کے حالات سے بھی نہ صرف اُسے آگاہ کر چکا تھا بلکہ راجہ صاحب کے ایک ڈی سی پر شبہ بھی ظاہر کیا تھا لیکن فریدی نے اس پر رائے زنی نہیں کی تھی۔

"کیا آپ شیلا سے مل چکے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... ویسے اُس کی کہانی یہ ہے کہ وہ سچ مچ راہ بھول کر دوسری راہ پر جا نکلی تھی۔ ا بنگلے کے قریب ایک آدمی نے جو خود بھی کار میں تھا اُسے صحیح راستے پر لگا دینے کی پیشکش پہلے اُسے ڈاک بنگلے میں چائے پلائی اور پھر ایک کچے راستے پر مڑ گیا۔ شیلا کی گاڑی اُس کی کار پیچھے تھی کچھ دور چل کر اجنبی کی کار رک گئی اور وہ نیچے اُتر کر اس کے انجن کا جائزہ لینے لگا۔ اُس کی گاڑی کی طرف آیا اور کھڑکی پر جھک کر اُس سے کہا کہ وہ بھی ذرا باہر آکر بونٹ اٹھا رکھے تا کہ وہ انجن کی کوئی خرابی درست کر لے۔ شیلا نے جواباً کہا تھا کہ بونٹ اٹھائے رکھنے ک ضرورت ہے۔ اس پر اُس نے بتایا کہ بونٹ کا میکنزم بھی پہلے ہی سے خراب ہے۔ لڑکی نے مح کیا کہ وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے.... لہٰذا وہ اترنے میں پس و پیش کرنے لگی۔ اجنبی نے بے تکلفی سے دروازہ کھول کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور نیچے اتارنے کی کوشش کرنے لگا۔ غالباً جدوجہد کے دوران میں اُس کے اوور کوٹ کا بٹن ٹوٹا ہوگا۔ بہر حال اُس کا بیان ہے کہ اُس اُس کی کنپٹی بھی دبائی تھی اور پھر وہ بیہوش ہو گئی تھی۔ اس کے بعد کسی تہہ خانے میں آنکھ جہاں ایک لمبا تڑنگا نقاب پوش موجود تھا.... اُس کے ساتھ کوئی بُرا برتاؤ نہیں کیا گیا۔ اُس ساتھ ایک لڑکی اور بھی تھی۔ پھر ایک دن شیلا اور وہ لڑکی کسی کے ہاتھ فروخت کر دی گئیں انہیں ایک جیپ میں بٹھا کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ راہ میں ایک جگہ جیپ روک کر وہ رفع حاجت کے لئے نیچے اُترا ہی تھا کہ وہ دونوں جیپ سے اُتر کر جنگل میں گھس گئیں۔ رات اندھیری تھی لئے انہیں فرار میں آسانی ہوئی اور کسی نہ کسی طرح گرتی پڑتی صبح ہوتے ہوتے شہر آ پہنچیں۔"

"جگہ کی نشاندہی تو کر ہی سکے گی؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... تہہ خانے سے باہر نکالتے وقت اُنکی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئی تھیں"

یدی نے کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سگار کیس سے ایک سگار نکال کر اُس کا سرا کاٹنے لگا۔

"چلئے پیچھا چھوٹا.... اس کیس سے بھی۔" حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

"خوش فہمی ہے تمہاری۔" فریدی مسکرایا۔

"کیا مطلب....!"

"کوئی حتمی فیصلہ اُس سے گفتگو کر لینے کے بعد ہی کر سکوں گا۔"

"خواہ مخواہ کلی پھندنے نہ نکال بیٹھئے گا۔"

"مجبوری ہے اگر نکل آئیں۔"

پھر فریدی اپنے محکمہ کے سپرنٹنڈنٹ سے ملا تھا اور شیلا سے پوچھ گچھ کرنے کی خواہش ظاہر ی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ختم ہی کیجئے۔" سپرنٹنڈنٹ نے جواب دیا۔ "وہ تو واپس آ ہی گئی ہے، سے کوئی گزند بھی نہیں پہنچا۔ اب معاملات کو آگے بڑھانے سے مزید بدنامی کا اندیشہ ہے۔"

"لیکن جناب! میرے پاس پہلے ہی سے اسی قبیل کے کئی کیسز اور بھی ہیں۔"

"کون سے کیسز....!"

"پچھلے چھ ماہ کے عرصہ میں شہر کی چالیس نوجوان لڑکیاں غائب ہو چکی ہیں جن کا آج تک وئی سراغ نہ مل سکا۔ اگر محترمہ شیلا کسی بردہ فروش گروہ ہی کے ہاتھ پڑ گئی تھیں تو مجھے اُن سے کافی مدد ملنے کی توقع رکھنی چاہئے۔"

"آپ کی مرضی ملنا چاہتے ہیں تو مل ہی لیجئے۔" سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔

پھر جب وہ شیلا سے ملنے جا رہا تھا تو حمید نے بھی تیاری شروع کر دی۔ لیکن فریدی نے اُسے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا اور وہ جھلا کر بولا۔ "یہ فارمولا بھی سن لیجئے کہ دل پھینک مرد دل پھینک قسم کی لڑکیوں کو قطعی پسند نہیں کرتے۔ کیا سمجھے ہیں آپ۔"

اور فریدی جو کچھ بھی سمجھتا تھا اُسے سمجھائے بغیر ہی رخصت ہو گیا۔ حمید نے اس میں اپنی توہین محسوس کی اور وقتی طور پر بے حد بور ہوا.... لیکن بالآخر اُس کی پُر بہار کھوپڑی چل ہی تو پڑی۔ اُس نے سوچا شیلا کے ساتھ ایک لڑکی اور بھی تو تھی جو اب کسی مسلمان سب انسپکٹر کے ساتھ مقیم ہے۔ ابھی اپنے والدین کے پاس نہیں بھیجی گئی۔

اُس نے فون پر کوتوالی انچارج کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ہلو جا
ڈارلنگ.... میں حمید ہوں.... کیا رہا اُس لڑکی کا۔"

"کس لڑکی کا....!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اماں.... وہی جو شیلا کے ساتھ آئی ہے۔"

"کیا ہوتا اُس کا۔ صفدر صاحب کے ساتھ مقیم ہے۔ اسکے والدین کو اطلاع دے دی گئی ہ

"مطلب یہ کہ بیان کیا دیا اُس نے.... یار ٹھہرو.... میں وہیں آرہا ہوں۔"

حمید سلسلہ منقطع کر کے گیرج میں آیا۔ موٹر سائیکل نکالی اور کوتوالی کی طرف روانہ ہو
وہاں سب سے پہلے لڑکی کا تحریری بیان دیکھا۔ تھوڑی دیر تک اُس کے مختلف پہلوؤں پر غور
رہا.... پھر انسپکٹر صفدر کے کوارٹر کی طرف روانہ ہو گیا۔ صفدر اُس وقت ڈیوٹی پر نہیں تھا اس
امکانات تھے کہ کوارٹر ہی میں موجود ملتا۔

حمید کا خیال صحیح نکلا.... صفدر ملا لیکن حمید کی آمد پر حیرت ظاہر کی۔

"میں لڑکی سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں انسپکٹر....!" اُس نے کہا۔

"ضرور.... ضرور.... آیئے...." صفدر نے کہا اور اُسے بیٹھک میں لایا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی بھی آگئی۔ پندرہ یا سولہ سال کی ایک معصوم سی لڑکی۔ نظر زم
گڑوئے.... چپ چاپ آکر بیٹھ گئی.... نہ جانے کیوں حمید کا دل کانپ گیا۔ ایسا محسوس ہوا
پوری انسانیت خطرے میں ہو.... پاکیزگی خطرے میں ہو.... حتیٰ کہ الوہیت تک خطرے میں ہ
اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُس سے کیا پوچھے.... وہ تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ شاید کس
تفریح سے دوچار ہونا پڑے۔ لیکن یہاں تو....!

بالآخر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے بیٹی۔"

"شش.... شکیلا....!" وہ اس طرح بولی جیسے آواز کو جکڑے ہوئے حلق سے آزاد کرا
میں بڑی دشواری پیش آئی ہو۔

حمید پھر سوچنے لگا کہ اب کیا کہنا چاہئے۔ وہ اُس کے بیان کے متعلق سوچنے لگا جو کوتوال
روزنامچے میں دیکھ آیا تھا۔

"تم نصیر آباد کے کس علاقے سے اٹھائی گئی تھیں۔" آخر کچھ دیر بعد وہ سوال کر سکا۔

"کچی گلی سے۔"

"یہ کہاں ہے۔"

لڑکی نے ہکلا ہکلا کر گلی کا محل وقوع سمجھانے کی کوشش کی۔ حمید صرف سر ہلاتا رہا اور لڑکی
کے خاموش ہوتے ہی پوچھ بیٹھا۔ "لیکن وہاں تو تم شور مچا کر بھی دوسروں کو اپنی طرف متوجہ
کر سکتی تھی۔"

"انہوں نے میرا منہ بند کر کے کار میں ڈال دیا تھا۔" لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مگر کار کہاں تھی۔"

"وہیں قریب ہی کھڑی تھی۔"

"گلی میں....!" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں....!"

"تم غلط کہہ رہی ہو اُس گلی سے چھوٹی سے چھوٹی کار بھی نہیں گذر سکتی۔ میں نصیر آباد کے
چپے چپے سے واقف ہوں۔ تانگہ تک تو اندر جا نہیں سکتا سواریوں کو سڑک ہی پر اُترنا پڑتا ہے۔
دیکھو بیٹی جس طرح ڈاکٹر سے مرض کے متعلق کچھ چھپانا خطرناک ہوتا ہے اسی طرح پولیس سے
جرم کے متعلق چھپانا.... تم اچھی بیٹی ہو.... سچ بولو۔"

لڑکی رو پڑی.... فوراً ہی ہچکیاں لگ گئیں۔ بمشکل تمام چپ ہوئی اور کچھ دیر بعد بولی۔ "میں
زبان سے نہیں کہہ سکتی۔ مجھے کاغذ قلم دیجئے لکھ دوں گی.... شیلا باجی نے منع کر دیا تھا لیکن۔"

"لیکن تم بہت اچھی بیٹی ہو۔" حمید نے کہا اور صفدر کی طرف مڑ کر بولا۔ "انہیں کہیں تنہائی
میں بیٹھنے دیجئے.... اور کاغذ قلم مہیا کر دیجئے۔"

صفدر اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

پھر کچھ دیر بعد صرف وہی دونوں کمرے میں رہ گئے۔ لڑکی کو انسپکٹر صفدر کسی دوسرے
کمرے میں پہنچا آیا تھا۔

"یار تم لوگ کمال کے آدمی ہو۔" اُس نے حمید سے کہا۔ "کتنی جلدی اصلیت اگلوالی۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔" حمید ماش کے آٹے کی طرح اینٹھا جا رہا تھا۔



فریدی متفکرانہ انداز میں لائبریری میں ٹہل رہا تھا۔ پیشانی پر سلوٹیں تھیں اور آنک گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی ٹہلتے ٹہلتے رک بھی جاتا۔

حمید پہنچا تو کسی تمہید کے بغیر شیلا کی داستان چھڑ گئی۔

"وہ رات بھر کی جاگی معلوم ہو رہی تھی۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نیم خواب سی آنکھیں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کافی جچ رہی ہوگی۔"

"کہانی وہی سنائی اُس نے بھی جو سوپر سے سن چکا تھا.... لیکن۔"

"لیکن کیا....؟"

"اُس کا ایک جملہ الجھن میں ڈالے ہوئے ہے.... باتیں کرتے وقت بھی وہ اونگھ ر تھی.... جو کچھ کہہ رہی تھی اُس سے اُس جملے کو کسی طرح بھی مربوط نہیں کیا جاسکتا۔"

"جملہ کیا تھا۔"

"اور پھر شکیلہ تماشائی بن گئی۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "وہ اُس وقت اونگ تھی جھپکی سی آئی تھی اور پھر چونک پڑی تھی اور کہنے لگی تھی کیا کوئی بے تکی بات زبان سے گئی۔ میں دراصل سونا چاہتی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے یہ جملہ اونگھتے ہوئے ذہن ہی کی پیداوار ہو۔" حمید نے کہا۔

"انسان کی زبان سے جو کچھ بھی نکلتا ہے بہر حال اپنا پس منظر رکھتا ہے۔"

"خیر.... اس وقت لیڈی انسپکٹر کلارا کہاں ہوگی۔" حمید نے کہا۔ "وہ اردو اچھی طر اور سمجھ سکتی ہے۔"

"کیوں اُس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"شکیلہ کا بیان اصلی والا۔" حمید نے جیب سے کاغذ نکال کر فریدی کے سامنے رکھ دیا۔

فریدی اُسے دیکھتا رہا اور چہرے کی رنگت بدلتی رہی.... لیکن شکیلہ وہ سب کچھ نہیں لکھ گ تھی جو اُس پر گذری تھی۔ بس شیلا کے اس بیان کی تردید کر دی تھی وہ فروخت کی گئی تھی اس بجائے اُس نے صاف صاف لکھا تھا کہ شیلا نے کسی طرح اُس نقاب پوش کو اس پر راضی کر لیا

کہ انہیں شہر کے قریب چھوڑ دیا جائے۔

فریدی اُس بیان کو پڑھ کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "یقیناً کلارا کو اُس کے پاس بھیجنا بہت ضروری ہے۔"

پھر اُس نے خواب گاہ میں آکر ٹیلی فون پر لیڈی انسپکٹر کلارا سے رابطہ قائم کر کے اُسے شکیلہ سے ملنے کی تاکید کی۔

کلارا نسلاً انگریز تھی لیکن بہت ذہین.... اردو کے علاوہ کئی دوسری زبانوں میں خاصی استعداد رکھتی تھی۔ جوان العمر ہی تھی۔

"تم وہیں واپس جاؤ...." فریدی نے حمید سے کہا۔

"کہاں....!"

"زبدا اسٹیٹ.... اُس اے ڈی سی پر نظر رکھو۔"

"تنہا جاؤں؟" حمید نے یاس انگیز لہجے میں پوچھا۔ "کیوں نہ کلارا کے چارج میں مجھے دے کر ب کر دیجئے۔"

"ضرورت محسوس ہوئی تو شائد کلارا بھی جائے.... مگر تم پہلے جاؤ۔ جس ہوٹل میں اُسے یکھا تھا وہیں قیام کرنا.... اطلاع ملی ہے کہ وہ اپنی شامیں زیادہ تر وہیں گذارتا ہے۔"

"کیڈی لے جاؤں؟"

"نہیں.... جیپ نکالو.... انداز شکاریوں یا سیاحوں کا ہونا چاہئے۔"

"تنہا سیاح یا شکاری بالکل چغد معلوم ہوتا ہے کیوں نہ محترمہ کلارا ساتھ ہی جائیں۔"

فریدی پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "نہیں کلارا نہیں.... وہ انگریز ہے.... شائد اُس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔"

"اوہ تو یہ چکر ہے.... چارہ چاہئے مچھلی کے لئے۔"

"دیر میں سمجھے....!" فریدی نے کہا اور پھر لائبریری سے خواب گاہ میں آکر کسی سے فون پر گفتگو کرتا رہا۔ اس بار حمید بھی پیچھے ہی پیچھے آیا تھا.... اور قریب ہی کھڑا اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے اپنے کانوں پر سے اعتبار اٹھ گیا ہو.... فریدی ریسیور رکھ کر اُس کی طرف مڑا اور بولا۔

"ارجن پورے میں ایک گندا سا ہوٹل بمبینو ہے.... ٹوٹے ستون کے پاس.... اُس کے منیجر سے

کہنا کہ تمہیں میں نے بھیجا ہے۔ وہ ایک اچھی سی لڑکی کا انتظام کردے گا.... لیکن فرزند گرا
ہے کہ تم سچ مچ اُسے اپنی بیوی نہ سمجھ بیٹھنا۔"

"اچھی سی لڑکی....!" حمید نے سسکاری لی.... اور مزید کچھ کہے بغیر فوجیانہ انداز
ایڑیوں پر گھوم گیا۔

جلدی جلدی سفر کی تیاری کی اور گیراج سے جیپ نکال کر ارجن پورے کی طرف روانہ ہو گیا
راستے میں ایک پٹرول پمپ پر رک کر نہ صرف ٹنکی بھرائی تھی بلکہ کچھ فالتو پٹرول بھی لیا تھا۔

• بمبینو کے منیجر نے بخنداں پیشانی اُس کا استقبال کیا۔

"زہے نصیب سارجنٹ صاحب آپ نے کرم فرمایا.... مجھے انسپکٹر صاحب سے ہدایات
چکی ہیں۔ میں تو اکثر سوچا کرتا تھا کہ شوقین ہونے کے باوجود بھی حضور نے کبھی یہاں قدم ر
نہ فرمایا۔"

"اب فرمایا کروں گا.... لیکن بھلا تم میری کیا خدمت کر سکو گے.... میں ذرا اونچے قسم
شوقین واقع ہوا ہوں۔"

"ہر طرح کا انتظام یہ خادم کر سکتا ہے۔ بیس روپے شب سے لے کر ڈیڑھ ہزار فی شب تک کا۔"

"ڈیڑھ ہزار.... اے گھاس تو نہیں کھا گئے۔"

"وہ والیان ریاست کے مطلب کی چیزیں ہوتی ہیں.... اعلیٰ خاندانوں کی تیتریاں.... اب
مثلاً میں فی الحال جس چیز کا انتظام کر رہا ہوں وہ ایسی ہی ہو گی، اُس کا شوہر شہر کا بہت بڑا تاجر ہے۔

"کیوں اڑاتے ہو.... بھلا اُسے پیسوں کی کیا ضرورت۔"

"پیسوں کی ضرورت....!" منیجر نے ایک پر شور قہقہہ لگایا۔ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔
"جناب والا صرف مرد ہی تو شوقین نہیں ہوتے.... ڈیڑھ ہزار تو اُس کے ہاتھ کا میل ہیں۔"

حمید کھوپڑی سہلانے لگا اور وہ مسکرا کر بولا۔ "لیجائیے.... جی خوش ہو جائے گا۔"

"لیکن اگر مجھے کئی دن قیام کرنا پڑا تو۔"

"پرواہ نہیں۔ وہ تو یہاں سے یہ کہہ کر جائے گی کہ اپنی ممی کے گھر جا رہی ہے۔ مقررہ وقت
پر واپس نہ آ سکی تو وہیں سے ایک خط لکھ دے گی کہ ممی کو ملیریا ہو گیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر
رکنا پڑا تو دوسرے خط میں لکھ دے گی کہ ممی کو ڈائریا بھی ہو گیا ہے۔ ویسے توقع ہے کہ ممی کا

انتقال کا تار اُسے نہ دینا پڑے گا.... بس اب سدھاریئے۔ ہوٹل ڈی فرانس کے پھاٹک کے
قریب وہ آپ کو ہلکے نارنجی رنگ کی ساری میں ملبوس کھڑی ملے گی۔ ہاتھ میں سیاہ رنگ کا وینٹی
بیگ ہو گا۔"

حمید نے مزید کچھ سننا پسند نہ کیا اور باہر نکل کر جیپ دبا دی.... بڑی تیز رفتاری سے ہوٹل
ڈی فرانس کی طرف آیا۔ جیپ روک دی لیکن کسی نارنجی پوش کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ اُس
نے سوچا کہیں منیجر نے اُلو تو نہیں بنایا.... پھر خیال آیا کہ فریدی کا قدم درمیان ہے اس لئے منیجر
سے کسی قسم کی بیہودگی سرزد نہیں ہو سکتی۔ بہرحال وہ پھاٹک کے قریب ہی جیپ روک کر پائپ
میں تمباکو بھرنے لگا۔

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد اُس کا جی خوش ہو گیا۔ نارنجی پوش قریب ہی رکنے والی ایک ٹیکسی
سے اتر رہی تھی.... شعلہ ہے شعلہ حمید نے سوچا۔ بڑا اچھا وقت گذرے گا۔ عمر پچیس سے زیادہ
نہ رہی ہو گی.... ہو سکتا تھا اس سے بھی کم رہی ہو۔ متناسب اور صحت مند جسم تھا۔ آنکھوں میں
بلا کی جاذبیت تھی۔ رنگت شہابی ہلکے رنگ کی لپ اسٹک میں ہونٹ بڑے حسین لگ رہے تھے۔
میک اپ سلیقے سے کیا گیا تھا۔ ٹیکسی سے اُترتے ہی اُس نے دھوپ کی عینک لگا لی اور پھاٹک کے
قریب ہی آ کر رک گئی۔ ٹیکسی جا چکی تھی۔ حمید نے خوب غور سے دیکھا۔ ساری ہلکی نارنجی تھی اور
ہاتھ میں سیاہ رنگ کا وینٹی بیگ تھا۔ لیکن سوٹ کیس کا تذکرہ بمبینو کے منیجر نے نہیں کیا تھا اور اُس
عورت نے ٹیکسی سے ایک سوٹ کیس بھی اُتارا تھا۔ حمید جیپ سے اُتر کر اُس کی طرف بڑھا اور
قریب پہنچ کر بولا۔ "بمبینو....!"

"اوہ ٹھیک ہے....!" عورت نے اُسے مزید کچھ نہ کہنے دیا اور جیپ کی طرف بڑھ گئی۔ حمید
اُس کے پیچھے تھا۔ سوٹ کیس اٹھائے ہوئے۔

وہ اُس کے قریب ہی بیٹھی تھی اور حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے اب کیا کہنا چاہئے۔
بہرحال انجن اسٹارٹ کر کے اُس نے جیپ آگے بڑھائی اور تیز رفتاری سے نربدا اسٹیٹ کی طرف
روانہ ہو گیا۔

"اتنے ریش ہو کر نہ چلایئے۔" عورت بولی۔

"بہت بہتر محترمہ....!" حمید نے کہا اور رفتار کم کر دی۔

دعوت مسترد

ایک بار پھر شیلا کی آنکھیں اُسی تہہ خانے میں کھلیں اور وہ اس طرح کانپنے لگی جیسے ملک الموت قریب ہی کہیں موجود ہو۔

فریدی نے لیڈی انسپکٹر کلارا کے توسط سے شکیلہ سے سب کچھ اگلوالیا تھا اور پھر شیلا کو بھی کلارا ہی کے سامنے سب کچھ اگلنا پڑا تھا۔ اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ اُسے نقاب پوش سے اب بھی وقتاً فوقتاً ملنا پڑے گا۔ طریقہ یہ تھا کہ شیلا پرنسٹن کے تھانے کے قریب کھڑی ہو کر سرخ رنگ کا رومال اپنے منہ پر پھیرتی اور اُسی دن رات کو نو بجے تار جام کی سڑک پر واقع مندر والے باغ میں نقاب پوش کا انتظار کرتی۔

فریدی نے دوسرے ہی دن انتظامات مکمل کر لئے اور شیلا کو مجبور کیا کہ پرنسٹن کے تھانے کے سامنے مجوزہ مظاہرہ کرے۔

وہ مجبور تھی سب کچھ کرنے پر۔ لیکن اس سے لاعلم تھی کہ فریدی کیا کرنے والا ہے۔ رات بھی سر پر آگئی تھی اور اُسے تنہا مندر والے باغ تک جانا پڑا تھا۔

پھر پتہ نہیں وہ کس طرح اس تہہ خانے تک پہنچی۔ وہاں باغ میں تو صرف اتنا محسوس ہوا جیسے کسی نے بہت زور سے اُس کی کنپٹیاں دبائی ہوں۔

اور اب... کیا ہوگا... وہ سوچ رہی تھی۔ یقینی طور پر فریدی نے نقاب پوش کیلئے جال بچھایا ہوگا لیکن اُس کی تدبیریں پٹ پڑیں۔ تبھی تو وہ اس تہہ خانے میں دوبارہ نظر آرہی ہے۔

اب کیا ہوگا.... اب کیا ہوگا.... ذہن میں صرف یہی ایک سوال گونج رہا تھا اور وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ خشک ہوتے ہوئے حلق میں کانٹے پڑتے جارہے تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دنیا کی وہ آخری رات ہو۔ اُس کے بعد.... اُس کے بعد اُس کا سر شدت سے چکرانے لگا۔

اتنے میں دروازہ کے سرکنے کی آواز آئی اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اُس آواز کے اختتام پر اُس کی روح بھی جسم کا ساتھ چھوڑ گئی ہو۔ اعضاء بے جان سے معلوم ہونے لگے.... اور پھر نقاب پوش نظر آیا۔ مسہری سے تھوڑے ہی فاصلے پر رک گیا تھا اور شیلا کو مسلسل گھورے جارہا تھا۔ شیلا کے جسم کا رعشہ بڑھتا رہا۔

"خوش آمدید محترمہ شیلا۔" اُس نے چبھتی ہوئی آواز میں کہا اور آرام کرسی میں نیم دراز ہو گیا۔ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ "جو کچھ ہوا اس کی توقع تھی مجھے تم سے.... پس میں تو خواہ مخواہ تمہیں ایک موقع دینا چاہتا تھا۔ اتمام حجت کے طور پر.... ورنہ یہ تو آج تک ہوا ہی نہیں کہ اس تہہ خانے میں آنے والی کوئی لڑکی دوبارہ اپنے آدمیوں میں واپس جا سکی ہو۔ میں جانتا تھا کہ پولیس تمہارے ذریعہ سے جال بچھانے کی کوشش کرے گی۔ لہٰذا میں نے کہا.... یہ تفریح بھی سہی.... جاسوس اعظم میاں فریدی سلمہٗ کے زیر سایہ ہی تمہارا اغواء دوبارہ ہو جائے.... اندازاً کتنے آدمی رہے ہوں گے۔ اُس کے ساتھ۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" شیلا کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "مجھے مجبور کیا گیا تھا۔ شکیلہ نے سب کچھ بتا دیا تھا فریدی کو.... پھر لیڈی انسپکٹر کلارا نے مجھ سے بھی اُگلوا ہی چھوڑا۔ بتاؤ اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے۔"

"میں بھی یہی کرتا۔" نقاب پوش نے کہا اور ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔ "تم ڈرو نہیں۔ پولیس کے سر پر سوار ہو کر جرائم کا ارتکاب کرنا میری ہابی ہے۔ بڑا لطف آیا آج جب میں پولیس کے گھیرے میں سے تمہیں نکال لایا۔"

شیلا کچھ نہ بولی۔ جسم کی کپکپی دور ہو چکی تھی اور ذہن بھی اس قابل ہو گیا تھا کہ کچھ سوچ سمجھ سکے۔

"کیا میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"دیکھو.... اب تم اپنے والدین کو منہ نہ دکھا سکو گی۔ کیونکہ اب تمہاری اصل کہانی سارے شہر میں پھیل جائے گی.... محض تمہاری بدنامی ہی کے خیال سے میں نے تمہیں اس طرح جانے دیا تھا.... لیکن اب.... تم خود سوچو.... اصل کہانی کے پھیل جانے کے بعد کیا تم کسی سے نظر ملانے کی جرأت کر سکو گی۔"

شیلا نے کچھ سوچتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اچھا تو سنو.... میری اسکیم یہ ہے کہ اب تم وہاں واپس ہی نہ جاؤ.... میرا بزنس ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور غیر ممالک کا ہیڈ آفس قاہرہ میں ہے.... اگر میں قاہرہ والا آفس تمہارے

چارج میں دے دوں تو کیسی رہے گی۔"

"میں بالکل نہیں سمجھی۔"

"تم قاہرہ میں شہزادیوں کی سی زندگی بسر کرو گی.... آزادی اور خود مختاری کی زند... سینکڑوں آدمی تمہارے ماتحت ہوں گے۔"

"مم.... مگر بزنس کیا ہے تمہارا....!"

"اعلیٰ پیمانے پر بردہ فروشی.... لیکن صرف لڑکیاں.... مختلف اقوام اور ممالک سے تع... رکھنے والی۔ مشرق وسطیٰ میں یہ تجارت بڑی کامیاب ہے۔ مشرق وسطیٰ کے شیوخ اور سلاط... منہ مانگے دام ادا کرتے ہیں۔"

"یہ.... یہ تو بڑی بُری بات ہے۔"

"نکتہ نظر کا فرق ہوتا ہے۔ ورنہ اس دنیا میں نہ کوئی اچھی بات ہے اور نہ بُری۔ بہر حال تم... چاہتی ہو۔"

"مم.... میں.... سمجھ میں نہیں آتا.... اور یہ بھی درست ہے کہ اب میں یہاں ک... بھی منہ نہ دکھا سکوں گی۔"

"میرے بال سے تم اس پر اچھی طرح غور کرو۔ بڑی شاندار زندگی بسر کرسکو گی ہمار... لئے صرف یہیں خطرات ہوسکتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں ہم قطعی آزاد ہیں۔ ہمارا کوئی کچھ ن... بگاڑ سکتا۔ میرے معمولی ملازمین بھی شاہوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔"



ہوٹل کے رجسٹر میں اُن کا اندراج شوہر اور بیوی کی حیثیت سے ہوا۔ اوپری منزل پر ... کمرے تھے، چونکہ میاں بیوی کی حیثیت سے قیام ہوا تھا اس لئے ڈبل بڈ والا ایک ہی کمرہ ... ہوسکا۔ حمید نے ہاتھ پاؤں تو مارے تھے کہ دو کمرے مل جائیں۔ لیکن سرمائی تعطیلات کی ... خاصی بھیڑ تھی اس لئے یہی ایک کمرہ نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا تھا۔ سپروائزر الگ احسان ... تھا کہ اُس نے بذریعہ تار کئے جانے والے ایک ریزرویشن کو کینسل کرکے وہ کمرہ اُن کے ... فراہم کیا تھا۔

کمرہ میں آسائش کی ساری چیزیں مہیا تھیں.... لیکن مسہری صرف ایک ہی تھی۔ جس...

ہے رکھے ہوئے تھے۔ عورت حمید کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ جواباً حمید بھی مسکرایا لیکن حقیقت یہ تھی کہ الجھن میں پڑگیا تھا.... دراصل وہ صرف عورتوں کی ہم نشینی کا شائق تھا۔ جنسی تعلقات قائم کرنے سے کتراتا تھا۔

راستے ہی میں اُس نے محسوس کیا تھا کہ عورت شائستہ اور باذوق ہے۔ لیکن جنسی معاملات میں بے باک بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ حمید نے بہت کوشش کی کہ اُس کا اتہ پتہ بھی معلوم ہوسکے لیکن اس موضوع پر گفتگو کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی تھی۔ جب بھی حمید چھیڑنے کی کوشش کرتا کوئی اور بات نکال بیٹھتی.... ایک بار تو صاف صاف کہہ نکلی تھی۔ "تمہیں آم کھانے سے غرض رکھنی چاہئے پیڑ گن کر کیا کرو گے.... ویسے میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم مشہور عورت خور سارجنٹ حمید ہو۔"

"لوگوں نے مجھے خواہ مخواہ بدنام کر رکھا ہے۔" حمید نے کہا تھا۔ "تم دیکھ ہی لوگی کہ میں کتنا شریف بچہ ہوں۔"

رات کا کھانا کھا کر وہ ریکریئشن ہال میں آئے اور گیلری میں بیٹھ کر کافی پینے لگے۔ آرکسٹرا فوکس ٹروٹ بجا رہا تھا۔ لیکن ناچنے والے صرف تین جوڑے تھے۔

"ناچو گی....!" حمید نے پوچھا۔

"مجھے نہیں آتا.... اور یونہی گھسٹتے پھرنے سے کیا فائدہ۔" عورت نے جواب دیا۔

"معاف کرنا میں نے ابھی تک تمہارا نام نہیں پوچھا۔"

"پوچھتے بھی تو کیا فرق پڑتا.... صحیح نام تو کبھی نہ بتاتی۔"

"پھر بھی کیا کہہ کر مخاطب کروں۔"

"سیما کہہ لو.... مجھے بھی یہ نام پسند ہے۔"

"اچھا ہے.... کافی نغمگی رکھتا ہے اپنے اندر....!"

"میں نے اکثر تمہیں مے پول میں دیکھا ہے۔"

"مجھے اس ہوٹل کا نام پسند نہیں.... اگر یہ کسی اونچے پہاڑی مقام پر واقع ہوتا تب بھی چل جاتا یہ نام.... یورپ کی نقالی کے معاملے میں ہم لوگ بالکل گدھے واقع ہوئے ہیں۔ یورپ کے بعض مقامات پر مئی کا مہینہ موسم بہار لاتا ہے۔ بڑا خوشگوار ہوتا ہے اس لئے اگر وہاں کسی ہوٹل کا

نام ے پول ہو تو بات بھی ہے۔ یہاں تو مئی جون میں تیل نکلتا رہتا ہے۔"

"بال کی کھال نکالنے سے کیا فائدہ ڈارلنگ.... بس آنکھیں بند کر کے عیش کئے جا
تم سے شکائت ہے کہ تم نے کھانے سے قبل مجھے پلائی نہیں۔"

"خدا کی پناہ.... تم پیتی ہو۔"

"کیوں....؟"

"شرابی عورتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں....!"

"اور خود پورے پورے بیرل صاف کر جاتے ہو گے۔"

"میں نہیں پیتا۔"

"بکواس ہے.... تمہاری آنکھیں بتاتی ہیں۔"

"ماضی کی چغلی کھا رہی ہوں گی۔ کبھی بہت پیتا تھا۔ جب سے فوج چھوٹی.... سولین بنا
سولن بھی چھوٹ گئی۔"

"الفاظ سے کھیلتے ہو۔" وہ آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔

"یہ زندگی الفاظ ہی کا تو کھیل ہے۔"

"فلسفی بھی ہو۔" سیما ہنسنے لگی۔

اتنے میں ہوٹل کا منیجر بوکھلایا ہوا اُن کی طرف آیا۔

"جج.... جناب....!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "دیوان صاحب نے آپ کو سلام بولا ہے۔"

"وا علیکم السلام۔" حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔ "میری طرف سے دعا بھی کہہ دینا۔"

"جج.... جناب اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آپ کو بلایا ہے۔"

"کہاں ہیں۔"

"جی میرے آفس میں تشریف رکھتے ہیں۔"

"چلئے....!" حمید طویل سانس لے کر اٹھتا ہوا بولا اور سیما سے کہا۔ "تم یہیں بیٹھو۔"

وہ منیجر کے آفس میں آیا اور دیوان نے باقاعدہ کرسی سے اٹھ کر اُس کا استقبال کیا۔
عمر کا ایک تندرست و توانا آدمی تھا۔ شائد کبھی ملٹری میں بھی رہا ہو۔ انداز یہی کہہ رہ
آنکھوں سے مکاری اور کینہ توزی بھی جھلکتی تھی۔

"آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں جناب۔" اُس نے پوچھا۔

حمید نے سوچا خود کو بدھو ہی پوز کرنا چاہئے۔ اللہ بڑا کارساز ہے۔ ہو سکتا ہے میدان میرے
ہی ہاتھ رہے اور فریدی صاحب ٹاپ کر رہ جائیں۔ بس پھر اُس نے اپنے چہرے پر حماقت طاری کر لی۔

"مم.... میں.... دارالحکومت سے آیا ہوں.... جی ہاں۔"

"تشریف رکھئے.... آپ کو دیکھ کر نہ جانے کیوں دل بے اختیار آپ کی طرف کھنچنے لگا تھا۔
میں نے منیجر سے کہا کہ آپ کو میری طرف سے تھوڑی سی تکلیف دے۔"

"مگر انہوں نے تو مجھے کوئی تکلیف نہیں دی۔ بہت اچھے آدمی ہیں۔"

"آپ کا اسم شریف۔"

"بالکل شریف.... آپ کو اصلی نام بتا رہا ہوں ورنہ ہوٹل کے رجسٹر میں تو ماجد حمید
لکھوایا ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے نام سے نفرت ہے۔ بھلا بتائیے کوئی بات ہوئی، بالکل شریف....
خدا جاہل والدین سے بچائے۔ یہ نام دراصل ایک نجومی نے وضع کیا تھا.... چونکہ میرے والدین
کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی اس لئے اُن نجومی صاحب نے فرمایا کہ اس بار بچہ پیدا ہوتے ہی
وقت تاریخ اور دن نوٹ کر لینا۔ میں اُسکی مناسبت سے نام رکھ دوں گا بچہ زندہ رہے گا.... لہٰذا
میں اس عمر میں بھی بالکل شریف ہوں ابھی حال ہی میں شادی ہوئی ہے.... سوچا گھوم پھر آئیں۔

"کیا مشغلہ ہے آپ کا....!"

"فی الحال تو کچھ بھی نہیں.... والد صاحب کہتے ہیں کہ میں بالکل ناکارہ ہوں۔ اس لئے مجھے
شاعری یا افسانہ نگاری کرنا چاہئے.... اُن کے کاروبار میں ہاتھ بٹانے کے لائق نہیں۔"

"کیا کاروبار ہے۔"

"کپڑا بنتے ہیں....!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کپڑے کا مل ہے۔"

"اوہ.... میں سمجھا تھا شائد....؟" دیوان مسکرایا۔

"جی.... اچھا تو پھر اب اجازت دیجئے۔ میری بیوی اکیلے ڈر رہی ہو گی۔"

"انہیں بھی یہیں لے آیئے.... بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ آپ دونوں میرے ساتھ محل

میں چلئے.... نہ جانے کیوں آپ سے مل کر ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے بہت پرانی ملاقات ہو۔

"ہی ہی ہی.... !" حمید نے احمقانہ انداز میں دانت نکال دیئے پھر بولا۔ "میں ذرا بیگم سے پوچھ لوں۔"

"ضرور.... ضرور.... ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہماری ریاست میں آنے والے ٹورسٹ ہماری طرف سے اچھے خیالات لے کر جائیں۔ ہز ہائی نس نے اس کے لئے ایک الگ فنڈ قائم کیا ہے.... میں اس ریاست کا پرائم منسٹر ہوں۔"

"اُف فوہ.... جج جناب۔" حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور جھک جھک کر سلام کرنے لگا۔ دیوان بھی اٹھا اور اس کا شانہ تھپتھپاتا ہوا بولا۔ "نہیں نہیں.... اس کی ضرورت نہیں.... جائیے بیگم صاحبہ سے پوچھ آیئے.... میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ محل ہی میں رات گذاریں۔"

حمید سرپٹ دوڑتا ہوا سیما کے پاس آیا.... اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "چلو.... مزہ آگیا.... ریاست کے دیوان نہ جانے کیوں مجھ پر مہربان ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں چل کر محل میں رہو۔ بیگم صاحبہ سے بھی مشورہ کرلو۔"

"تو پھر....؟"

"میرا خیال ہے کہ وہاں بڑے آرام سے رہیں گے۔"

"تم احمق ہو کیا....؟" سیما جھنجھلا گئی۔

"بالکل....!" حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔ "بیوی مکمل ہی نہیں ہوتی جب تک شوہر کو احمق نہ سمجھنا شروع کردے۔ یہ ایک آفاقی حقیقت ہے۔ ملٹن کو زندگی بھر اس کا گہرا صدمہ رہا کہ اُس کی بیوی اُس کے سے جینئس آدمی کو بالکل چغد سمجھتی ہے۔ ٹالسٹائے کی بیوی اُسے اس قابل بھی نہیں سمجھتی تھی کہ وہ کسی معزز آدمی سے گفتگو بھی کر سکے اور ٹامس کارلائل....!"

"بب.... بس....!" سیما میز پر ہاتھ مار کر بولی۔ "میں یہاں سے کہیں نہ جاؤں گی۔ نہیں جانتے یہ ریاستوں والے بڑے سور ہوتے ہیں۔"

"اچھا میں جا کر معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ بھی بڑا سور ہے یا نہیں۔"

"بیٹھو....!" سیما میز پر ہاتھ مار کر بولی۔ "خواہ مخواہ بور نہ کرو۔"

"انکار.... تو کر آؤں۔"

"جاؤ.... جلدی واپس آؤ.... میرا موڈ خراب نہ ہونے پائے سمجھے۔"

حمید پھر دیوان کے پاس واپس آیا اور بڑے ادب سے رونی آواز میں بولا۔ "جناب والا بیگم اس پر تیار نہیں.... وہ کہتی ہیں کہ میں بھی ایک بڑے سرمایہ دار کی بیٹی ہوں کسی کا احسان نہیں لے سکتی۔"

"خیر.... خیر.... کوئی مضائقہ نہیں.... ویسے انہیں اس پر تو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے اگر میں محل میں آپ کی دعوت کروں.... جواباً آپ بھی یہاں ہوٹل میں میری دعوت کر سکیں گے....!" دیوان ہنسنے لگا.... پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "اب اجازت دیجئے۔"

دونوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور دیوان رخصت ہو گیا۔

پھر سیما اور حمید کچھ دیر بعد کمرے میں واپس آگئے۔

"بڑی پُر فضا جگہ ہے....!" سیما نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ پہلے کبھی یہاں کیوں نہیں آئی۔"

"کتنے دن ٹھہر سکو گی۔"

"جتنے دن چاہو....!" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

پھر اُس نے لیٹنے کی تیاری شروع کردی۔

"میں پیٹی کوٹ اور بلاؤز ہی میں سوتی ہوں.... سلیپنگ سوٹ کی جھنجھٹ کون کرتا پھرے۔" اُس نے ساری کے بل کھولتے ہوئے کہا۔

اور حمید دیوار پر لگی تصویر پر متوجہ ہو گیا۔ پھر کھکار کر بولا۔ "ہاں عادت کی بات ہے۔ مجھے تو مسہری پر نیند نہیں آتی۔"

سیما نے ڈبل بیڈ پر اچٹتی سی نظر ڈال کر پوچھا۔ "کیوں....؟"

"پتہ نہیں کیوں....؟ ویسے بچپن ہی سے زمین پر سونے کی عادت ہے۔"

سیما دلآویز انداز میں مسکرائی اور بستر پر لیٹ گئی۔ زمین پر قالین کا فرش تھا۔

حمید نے تکیہ اور کمبل اٹھا کر فرش پر ڈال دیا اور سیما جھنجھلا کر بولی۔ "کیا بکواس ہے۔"

"ہے تو بکواس ہی لیکن ہمارے مذہب میں نکاح بھی ضروری ہے۔"

"شٹ اپ....!" سیما نے اچھل کر کروٹ بدلی۔

حمید فرش پر لیٹ چکا تھا.... تھوڑی دیر بعد اٹھ کر اُس نے روشنی گل کردی.... جاگتا

رہا.... سیما شائد سفر کی تکان کی وجہ سے معمول کے خلاف جلد سو گئی تھی.... کمرے میں ک
کی ٹک ٹک گونجتی رہی.... دفعتاً حمید نے سیما کی چیخ سنی اور اچھل پڑا۔

آخری جدوجہد

"کون ہے.... خبردار....!" حمید دہاڑا اور لیٹے ہی لیٹے تیزی سے سوئچ بورڈ کی ط
رینگ گیا.... لیکن لاحاصل، سوئچ آن کرنے پر بلب روشن ہی نہ ہوا.... غالباً مین سوئچ
کردیا گیا تھا۔

"سیما....!" اُس نے بلند آواز میں پکارا.... لیکن صرف جدوجہد کی آوازیں اندھیر
گونجتی رہیں۔ شائد اُس کا منہ دبا دیا گیا تھا۔

"خبردار.... گولی مار دوں گا۔" حمید نے پھر للکارا اور مسہری کی طرف رینگنے لگا۔

لیکن اب تو دھینگا مشتی کی آوازیں بھی نہیں آرہی تھیں.... مسہری کے قریب پہنچ
نے پٹی پر ہاتھ رکھ دیا.... دوسرے ہی لمحے میں معلوم ہوا کہ مسہری خالی ہے۔

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ پتلون اور جیکٹ اُس نے اپنے سرہانے ہی ڈال تھی۔ جلدی
سلیپنگ سوٹ اتار کر پتلون اور جیکٹ پہنی اور ریوالور سنبھالتا ہوا (جو تکیئے کے نیچے ہی ر
کاریڈور میں نکل آیا۔

یہاں بھی اندھیرا ہی تھا۔ شائد پورے ہوٹل کا مین سوئچ آف کردیا گیا تھا۔ کیونکہ
کمرے کے روشندان میں بھی روشنی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا اور اندھیرے کی پرواہ کئے بغیر آندھی اور طوفان کی
زینے طے کئے اور نیچے پہنچتے ہی کسی سے بُری طرح ٹکرایا کہ دونوں اوپر تلے فرش پر ڈھیر ہ
حمید نے گرنے سے پہلے اُس پر اپنی گرفت مضبوط کرلی تھی۔ وہ جدوجہد کررہا تھا کہ اُس
سے آزاد ہوجائے.... آخر اُس نے بعض لوگوں کے نام لے لے کر انہیں پکارنا شروع کرد

پھر ہال روشن ہوگیا اور دو ویٹر حمید کو اپنی طرف لپکتے ہوئے نظر آئے.... اُس کا
میں ہوٹل کا منیجر تھا۔ حمید نے اُسے دھکا دیا اور وہ دور جا گرا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میں

ریوالور بھی نکل آیا۔ ویٹروں کے قدم رک گئے اور منیجر فرش ہی پر پڑا رہ گیا۔

"بتاؤ.... میری بیوی کہاں ہے۔" حمید غرایا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ ویٹروں نے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔ حمید نے پھر گرج کر استفسار کیا۔

"ہم کچھ نہیں جانتے جناب....!" منیجر فرش پر پڑا ہوا گڑگڑایا۔

"تم جانتے ہو.... کوئی اندھیرے میں میری بیوی کو اٹھا لے گیا۔ مین سوئچ آف کر کے
اندھیرا کردیا گیا تھا.... اور تم اس وقت اندھیرے میں یہاں کیا کررہے تھے اٹھو.... سیدھے
کھڑے ہوجاؤ اور ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔"

اُس نے چپ چاپ تعمیل کی۔ چہرہ خوف نے بگاڑ دیا تھا۔ ویٹروں کی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔

"وہ کہاں لے جائی گئی ہے۔" حمید سانپ کی طرح پھپھکارا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ دفعتاً حمید نے ریوالور والا ہاتھ زینے کی طرف گھما کر کہا۔ "چلو تم سب اوپر
چلو میرے کمرے میں۔"

انہیں اوپر لا کر ایک لائن میں کھڑے ہوجانے کا حکم دیا اور پھر منیجر سے بولا۔ "تم ان دونوں
کے ہاتھ اور پیر باندھ دو....!"

اُس نے ہچر مچر شروع کی لیکن جب حمید نے ٹریگر دبا دینے کی دھمکی دی تو آمادہ ہوگیا۔

اپنے اور سیما کے سلیپنگ گاؤنوں کی ڈوریوں سے اُن کے ہاتھ پشت پر بندھوائے اور دھکے
دے کر انہیں فرش پر گرا دیا.... اب اُس نے دروازے کی چٹخنی چڑھائی اور ریوالور جیب میں رکھ
کر منیجر کی طرف بڑھا۔

"بتاؤ.... وہ کہاں ہے۔" اُس نے اُس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے پوچھا۔

"دد.... دیکھئے جج جناب.... آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔ یہ نربدا اسٹیٹ ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" حمید نے کہہ کر ایک گھونسہ اُس کی ٹھوڑی پر جڑ دیا۔

وہ اچھل کر دور جا پڑا.... حمید سمجھا تھا کہ وہ دوبارہ اٹھ کر اُس پر چڑھ دوڑے گا.... لیکن
ایسا نہ ہوا.... وہ اس طرح بے حس و حرکت ہوگیا تھا جیسے بیہوش ہوگیا ہو۔

حمید آگے بڑھا اور جھک کر اُس کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ منیجر کے ہونٹ ہلے اور اُس نے
سرگوشی کی۔ "مجھے اسی طرح باہر کھینچ لے جایئے.... میں بتادوں گا یہ دونوں ویٹر اُسی کے آدمی ہیں۔"

حمید نے اُس کے بعد بھی اُسے آوازیں دیں، ہلایا جلایا اور بغلوں میں ہاتھ دے کر آدھ دھڑ سے اٹھائے ہوئے کوریڈور میں گھسیٹ لے آیا۔

"شکریہ جناب....!" منیجر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "یہ بڑی واہیات ہے.... باہر کے شرفاء خواتین کو یہاں کبھی ساتھ نہیں لاتے۔ آیئے میرے ساتھ لیکن ٹھہر پہلے اس کمرے کو مقفل کر دیجئے تاکہ وہ سور کے بچے یہیں بند رہیں۔ اُسی حرام زادے کے گرگے ہیں۔

کمرہ مقفل کر کے حمید منیجر کے کمرے میں آیا اور مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔

منیجر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تشریف رکھئے جناب.... اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو جناب.... بیگم صاحبہ دو تین دن بعد واپس آجائیں گی.... اُن کی جان کو خطرہ نہیں۔"

"کیا بکواس ہے۔" حمید غرایا۔ "مجھے بتاؤ کون لے گیا ہے۔"

"ایسی صورت میں تو آپ دونوں ہی کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔"

"میں کہتا ہوں بتاؤ.... وہ کون تھا۔"

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ.... وہ کون تھا.... کیونکہ نقاب پوش تھا۔ ویسے مجھے یقین ہے بیگم صاحبہ راج محل میں تشریف فرما ہوں گی۔"

"کیوں....؟ وہ نقاب پوش....؟"

"جی ہاں.... وہ نقاب پوش.... اسٹیٹ میں خاصی شہرت رکھتا ہے.... کوئی نہیں جانتا وہ کون ہے.... حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اے۔ ڈی۔ سی پرمود کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"



"اے ڈی سی.... پرمود....!" فریدی متفکرانہ انداز میں بڑبڑایا.... اور پھر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ انگلیوں میں دبا ہوا سگار کبھی کا بجھ چکا تھا۔ اُس نے کلارا کی زبانی نربدا اسٹیٹ وا سرگزشت سنی تھی۔

کچھ دیر بعد اُس نے کلارا کی طرف دیکھا اور اُس کے بائیں شانے پر نظر جمائے ہوئے بولا

"تو وہاں کے لوگوں کا عام طور پر یہی خیال ہے کہ ساری حرکتیں پرمود کی ہیں۔"

"عام طور پر یہی خیال ہے کہ نقاب پوش پرمود ہی ہے جو ہز ہائی نس کے لئے اس طرح ڈاکے ڈالتا پھرتا ہے۔"

"لیکن حمید کو تو دیوان نے دعوت دی تھی۔" فریدی نے کہا۔

"منیجر کا بیان ہے کہ سیما کو اٹھالے جانے والا وہی نقاب پوش تھا جو پہلے بھی اکثر اُسی ہوٹل میں اس قسم کی حرکتیں کر چکا تھا۔"

فریدی پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کلارا اُس سے کچھ پوچھنے کے لئے بے تاب ہو۔ کئی بار ایسا ہوا کہ اُس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹوں کو جنبش دی لیکن پھر خاموش رہ گئی۔

دفعتاً فریدی نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "غالباً تم میری تگ و دو کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہو.... میں نے زبردست دھوکا کھایا اور وہ لوگ شیلا کو پھر لے اڑے۔"

"پھر لے اڑے....؟" کلارا تقریباً چیخ پڑی۔

"ہاں....!" فریدی نے طویل سانس لی۔ "تم اگر میرے سر کے پچھلے حصے کو ٹٹول سکو تو تمہیں ایک چھوٹا سا سر اور ملے گا۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"وہ نامعلوم آدمی ہماری نقل و حرکت کی نگرانی کراتا رہا تھا۔ میں نے مندر والے باغ میں ایسی جگہ ٹھہر کر اُس پر نظر رکھنے کی کوشش کی تھی، جو میری دانست میں محفوظ ترین تھی.... لیکن....!" فریدی خاموش ہو گیا اور کلارا استفہامیہ انداز میں اُس کے چہرے پر نظر جمائے رہی۔

"اور پھر....!" فریدی کچھ دیر بعد بولا۔ "میں نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے کس جانب سے حملہ کیا! سر کے پچھلے حصے پر کوئی وزنی چیز ماری گئی تھی.... اور میں بیہوش ہو گیا تھا لیکن اب مجھے توقع ہے کہ وہ جلد ہی ہاتھ آجائے گا۔"

"کس طرح....!"

"پھر کوئی حماقت کر بیٹھے گا....؟ اور بس....!" اُس نے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

"حماقت سے کیا مراد ہے آپ کی....!"

"میں اُن مجرموں کو احمق ہی سمجھتا ہوں، جو پولیس کو مرعوب کرنے کی کوشش کریں وہ میرے سر پر کوئی وزنی چیز مار کر بیہوش کرنے کی بجائے کسی بے آواز ریوالور سے میرا خاتمہ بھی کر سکتا تھا.... اسے حماقت نہیں تو اور کیا کہیں گے؟"

کلارا کچھ نہ بولی۔ وہ بھی کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "حمید کو مطلع کرو

کہ وہ اُسی ہوٹل میں قیام پذیر رہے.... اور دیوان سے مدد کی درخواست کرے۔"

"وہ پہلے ہی کر چکا ہے.... دیوان نے چھوٹتے ہی کہا تھا کہ اُس نے پچھلی رات اُس دعوت رد کر کے غلطی کی تھی اور اُس نے کہا کہ وہ خود اُس نقاب پوش سے تنگ آ گیا ہے۔ اسٹی کی ساری عورتیں اُس کی وجہ سے پردہ نشین ہو گئی ہیں۔ گرلز اسکول اور کالجوں میں قفل پڑ ہیں۔ ریاست کے لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہز ہائی نس کے لئے لڑکیاں فراہم کی جا ہیں۔ لوگ یہاں تک کہہ بیٹھتے ہیں کہ وہ نقاب پوش پر مود کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن قطعی غلط ہے.... کیونکہ تمہاری بیوی کے اغواء کا جو وقت بتایا جاتا ہے اُس کے مطابق تو پر میرے ساتھ برج کھیل رہا تھا۔"

"ہوں....؟" فریدی نے ایک طویل سانس لی اور کلارا فوراً ہی بولی۔ "ہاں یہ تو بتائیے سپرنٹنڈنٹ پر اس واقع کا کیا رد عمل ہوا ہے۔"

"اُوہ.... وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر شیلا دوبارہ نہ ملی تو وہ مجھے صرف برخواست کرا دیں گے بلکہ مجھے مزید پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔"

"پھر آپ کیا کریں گے؟" کلارا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں! سب جانتے ہیں کہ میں تنخواہ کے لئے اس محکمے میں نہیں آیا جتنی تنخواہ مجھے یہاں ملتی ہے اُس سے کہیں زیادہ میرے مختلف اداروں کے منیجر مجھ سے وصول کر لیتے ہیں۔"

"لل.... لیکن.... محکمہ آپ کے بغیر بے جان ہو جائے گا.... انسپکٹر....!"

"دیکھا جائے گا.... اچھا اب اجازت دو....!"

کلارا بھی اُس کے ساتھ ہی باہر آئی اور فریدی نے کہا۔ "چلو تمہیں دفتر میں چھوڑتا ہوا یونیورسٹی چلا جاؤں گا۔"

اُس نے کلارا کے لئے کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور کلارا کے چہرے پر مایوسی کی جھلکیاں نظر آئیں.... لیکن وہ کچھ کہے بغیر پچھلی ہی نشست پر بیٹھ گئی۔

دفتر میں عام طور پر مشہور تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح فریدی کو شادی پر آمادہ ہی کر لے گی اور اگر فریدی نے منظور نہ کیا تو وہ نہ صرف تارک الدنیا ہو جائے گی بلکہ عیسائیت سے منہ موڑ کر سادھو کی چیلی بن جائے گی۔

فریدی اُسے آفس میں چھوڑ کر یونیورسٹی کی جانب روانہ ہو گیا۔

کنور سنتوش سے ملنا تھا.... لیکن یہ ملاقات جلد نہ ہو سکی۔ کیونکہ کنور سنتوش کلاس لے رہا تھا۔

فریدی اُس کے ریٹائرنگ روم میں منتظر رہا.... کنور سنتوش اُسے دیکھتے ہی کھل اٹھا.... اور بڑی تیزی سے مصافحہ کے لئے بڑھا۔ انداز تو ایسا تھا جیسے معانقہ تک کر بیٹھے گا.... لیکن فریدی کی سرد سی مسکراہٹ نے سارا جوش ٹھنڈا کر دیا۔

اور وہ جھینپے ہوئے انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔ "تشریف رکھئے جناب۔ مجھے اس کی اطلاع ملی ہے کہ شیلا واپس آ گئی.... کیا یہ درست ہے۔"

"جی ہاں کبھی درست تھی یہ بات.... لیکن اب مجھے پھر اس کی تلاش ہے۔"

کنور نے اس پر حیرت کے اظہار کے ساتھ ہی ساتھ استفسار بھی کیا۔ "میں نہیں سمجھا کیا بات ہے۔"

فریدی نے اُسے شیلا کی گلو خلاصی کی کہانی سنائی لیکن وہی جو شیلا نے پہلے سنائی تھی۔ یعنی کسی خرید کنندہ کے پنجے سے رہائی والی داستان.... لیکن دوسری بار غائب ہو جانے کی تفصیل سے گریز کیا۔ بس اتنا ہی بتایا تھا کہ وہ پھر غائب ہو گئی ہے۔

"یہ تو بہت بُری خبر ہے۔"

"دراصل اس وقت تکلیف دہی کی وجہ یہ ہے کہ میں ہز ہائی نس کے اے۔ ڈی۔ سی پر مود کے بارے میں کچھ معلومات بہم پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"اوہو.... تو اُس تک آپ کا خیال بھی جا پہنچا....؟"

"قدرتی بات ہے جناب!" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "اسٹیٹ میں بھی وہ کافی بدنام ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کا اُوور کوٹ اُسی نے استعمال کیا ہو۔"

کنور سنتوش کسی سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ "ممکن ہے.... میرا خیال ہے کہ وہ میرا ہی ایسا جسم رکھتا ہے۔ قد بھی تقریباً یکساں ہے.... لیکن وہ اتنا بُرا آدمی نہیں ہو سکتا جی ہاں۔ یہ بھی درست ہے کہ وہ اسٹیٹ میں بہت بدنام ہے۔ لیکن جہاں تک اُس کے خلاف ثبوت بہم پہنچانے کا سوال ہے آج تک کوئی بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میرا خیال ہے کہ نقاب پوش کو بے نقاب کئے بغیر یہ معمہ کسی طرح حل ہی نہ ہو سکے گا۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے۔" فریدی اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا وہ اس طرح آپ کا کوٹ استعمال کر سکتا ہے کہ آپ کو پتہ ہی نہ چل سکے۔"

"جی ہاں.... ممکن ہے کیونکہ وہ محل کے ہر حصے میں بلا روک ٹوک جا سکتا ہے اور کوٹ کے متعلق میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اُس رات وہ میرے پاس نہیں تھا۔"

"کیا وہ ایسی کاریں بھی استعمال کر سکتا ہے جن پر اسٹیٹ کے جھنڈے لگے ہوں۔"

"ایسی ساری کاریں اُس کے استعمال میں رہتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہز ہائی نس کو اُس پر زیادہ اعتماد ہے۔"

"اچھا دیوان کے متعلق کیا خیال ہے۔"

"نہ بہت اچھا نہ بہت بُرا۔ عیاش ضرور ہے لیکن اس حد تک بھی نہیں کہ اسٹیٹ کی کے درپے ہو جائے۔"

"اچھا اب اجازت دیجئے۔" فریدی مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا آپ کا کافی وقت برباد

"جی نہیں.... قطعی نہیں.... مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک آپ کے کسی کام نہ یقین کیجئے! میں شیلا کے لئے بہت پریشان ہوں کیونکہ.... وہ بہت نیک لڑکی ہے۔۔ شریف.... میں اُسے صرف اُسی ایک نکتہ نظر سے نہیں دیکھتا جس کے لئے وہ بدنام ہے... خوبیوں کی مالک ہے جناب۔"

"دیکھئے....!" فریدی نے طویل سانس لی، "جو کچھ بن پڑ رہا ہے کر رہا ہوں.... آ کی مرضی۔"

یونیورسٹی سے وہ پرنسٹن کے تھانے میں آیا اور انچارج کو اُس کے کوارٹر سے بلوا کر دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا پھر بولا۔ "سیٹھ ممدو بھائی تو شاید آپ ہی کے علا کہیں رہتا ہے۔"

"پرانی بات ہوئی.... سنا ہے جس زمانے میں یہاں تھا، تھانے والوں کی باقاعدہ تنخواہ رکھی تھیں اور تنخواہیں اصل تنخواہوں سے پانچ گنا زیادہ ہوتی تھیں۔"

"شراب ہی کا تاجر تھا نا....!" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... تھا نہیں بلکہ اب بھی ہے۔"

"اب کہاں رہتا ہے۔"

"اب تو وہ.... مگر نہیں.... شائد میں بھولتا ہوں.... ذرا ٹھہریئے۔" اُس نے میز پر لگی ہوئی گھنٹی بجائی۔ اردلی کمرے میں داخل ہوا۔

"حوالدار گجر سنگھ کو بلاؤ۔" انچارج نے اُس سے کہا اور فریدی سے بولا۔ "یہ گوجر سنگھ تھانے کا سب سے پرانا آدمی ہے۔ غالباً اُسی وقت کا جب ممدو بھائی یہیں پرنسٹن ہی کے علاقے میں رہتا تھا۔"

گوجر سنگھ نے اُس مکان کی نشاندہی کی اور بولا۔ "اب تو اُس کا بہت بڑا کاروبار ہے جناب۔"

"کیا اُس کا اسٹاک بھی اُسی مکان میں رہتا تھا۔"

"جی ہاں جناب....!" گوجر سنگھ نے کہا۔ "میں نے دیکھے ہیں وہ تہہ خانے جہاں ہزاروں بوتلوں اور بیرلوں کا اسٹاک رہتا تھا۔ شراب کا اسمگلر بھی تھا جناب۔"

"کیا وہ تہہ خانہ کسی قسم کے میکنزم پر کام کرتے ہیں۔"

"جی ہاں.... سارا بجلی کا کھیل ہے.... ایک بار تاروں میں کچھ گڑبڑ ہو گئی تو اور تہہ خانے پندرہ دن تک نہیں کھل سکے تھے۔ ممدو بھائی کی دوکان ویران ہو گئی تھی۔"

"ہوں اچھا....!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "اس پوچھ گچھ کا تذکرہ کسی سے نہ آنے پائے۔"

پھر انچارج نے بھی گوجر سنگھ کو اسی کی تاکید کی۔

فریدی دفتر میں آیا۔ کلارا اُسی کی کرسی پر براجمان تھی۔ فریدی کو دیکھ کر اُس نے اٹھنا چاہا لیکن فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بیٹھی رہو.... بیٹھی رہو۔"

وہ دوسری میز کے کونے پر ٹک گیا اور جیب سے سگار نکال کر اُس کا سر توڑنے لگا۔

"کیا رہا یونیورسٹی میں۔" کلارا نے پوچھا۔

"کنور سنتوش سے پرمود کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں، جو کوئی خاص نہیں.... وہ بھی یہی کہتا ہے کہ اسٹیٹ کے لوگ خواہ مخواہ پرمود کی طرف سے بدگمان ہیں وہ اس حد تک نہیں جا سکتا اور ہز ہائی نس بھی اس قسم کی حرکت نہیں کر سکتے۔ کوئی اور ہی ہے، جو اپنے جرائم ان لوگوں کے سر تھوپنے کی کوشش کر رہا ہے.... تم ذرا ڈائریکٹری میں ممدو بھائی وائن ڈیلر کے ٹیلی فون نمبر تو دیکھنا۔"

"یہ ممدو بھائی کہاں سے آکودا....!" کلارا بے اعتباری سے مسکرائی۔

"دیکھو تو.... تم....!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

کلارا ڈائریکٹری کے اوراق الٹنے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "تھری ایٹ ناٹ ٹو سکر
فریدی نے فون پر نمبر ڈائیل کئے اور ریسیور میں بولا۔ "ممدو بھائی.... ہوں....
بلایئے.... شکریہ۔"

وہ ریسیور کو کان سے لگائے خلاء میں گھورتا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "میں انسپکٹر فرید
رہا ہوں۔ اوہو.... گھبرانے کی کوئی بات نہیں ممدو بھائی۔ میں تم سے تمہارے پرنسٹن
مکان کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں.... کرایہ پر اٹھادیا.... مگر کس کے ہاتھ۔ جوا ہوتا
نے آخر پولیس کو کیوں نہیں مطلع کیا.... اُوہ ہنٹر.... وہی تو نہیں جس کے چہرے پر چوٹ
نشان ہے.... اُوہ.... اچھا.... اچھا.... ہاں.... اچھا دیکھو.... تہہ خانے میں کہیں زہرہ
مجسمہ بھی ہے سنگ مرمر کا.... بہت اچھا ممدو بھائی شکریہ۔ نہیں مجھ سے ملنے کی ضرورت
کوئی خاص بات نہیں.... ویسے تم اس گفتگو کے متعلق کسی سے کچھ نہ کہنا.... شکریہ۔"

فریدی ریسیور رکھ کر کلارا کی طرف مڑا۔ اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی
"کام بن گ... تصدیق ہو گئی۔" اُس نے کہا۔ "اُن تہہ خانوں کا سراغ مل گیا جہا
اب بھی مل سکے۔"

"کہاں کس طرح....!"

"شیلا سے میں نے تہہ خانوں کی ساخت کے بارے میں پوچھا تھا اور اندازہ لگایا تھا
شراب محفوظ رکھنے کے گودام ہی ہو سکتے ہیں۔ شیلا نے زہرہ کے مجسمے کا بھی تذکرہ کیا تھا۔
سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہاں وہ مجسمہ کیوں نصب تھا۔ خیال آیا کہ پرنسٹن کے علاقے ہی
ممدو بھائی رہتا ہے جس کے زیر زمین گوداموں کی ایک بار تلاشی لی گئی تھی۔ لہٰذا اُسے بھی د
لینا چاہئے۔"

فریدی نے خاموش ہو کر سگار سلگایا اور پھر بقیہ داستان بھی دہرادی۔

"آپ محض اپنی یادداشت کی بناء پر دوسروں پر سبقت لے جاتے ہیں۔ مسٹر فریدی
نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن بہت زیادہ محتاط ہو کر کام کرنا پڑے گا.... کیونکہ وہ لوگ بہت محتاط ہیں میرا خیال ہے
ہم لوگوں کی نگرانی باقاعدہ طور پر ہو رہی ہے۔"

پھر وہ اس کے بعد ہی انتظامات میں مشغول ہو گیا تھا۔ ٹھیک نو بجے رات کو پانچ ایسے ٹرکوں کا
فلہ پرنسٹن کے تھانے کے قریب نظر آیا جس پر مزدور لدے ہوئے تھے اور ٹرکوں پر لکھا ہوا
"پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔" اور وہ ٹرک اُسی گلی سے گذرتے چلے گئے جسمیں ممدو بھائی کی کوٹھی تھی۔



نقاب پوش ہنٹر سے کہہ رہا تھا۔ "فریدی بُری طرح چکرایا ہوا ہے؟"

"میں فکر مند ہوں باس....!" ہنٹر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "جب وہ چکرایا ہوا نظر آئے
ہی سمجھنا چاہئے کہ وہ منزل مقصود کے قریب پہنچ چکا ہے اور کسی وقت بھی بے خبری میں دبوچ
بیٹھے گا۔"

"ناممکن.... اُس کی ہر لحظہ نقل و حرکت کی خبریں مجھے مل رہی ہیں۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔"

"میں پھر کہوں گا باس کہ آپ نے مندر والے باغ میں بہترین موقع کھو دیا.... ہاتھ آئے
ہوئے شکار کا خاتمہ نہ کر سکے۔"

"میں اُسے سبق دینا چاہتا ہوں۔" نقاب پوش نے ہنس کر کہا۔

"میں مطمئن نہیں ہوں باس....!" ہنٹر کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "صبح سے آنکھ پھڑک رہی ہے۔"

"شٹ اپ....!" نقاب پوش نے کہا اور جواریوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اُس کاریڈور
میں آیا جہاں تہہ خانے کا راستہ تھا۔

تہہ خانے میں اس وقت صرف شیلا ہی تھی اور اُس کے چہرے پر ایسی مردنی چھائی ہوئی تھی
جیسے برسوں کی بیمار ہو۔

"کیوں تم نے کیا سوچا....!" نقاب پوش نے اُسے مخاطب کیا۔

"خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو.... میں قاہرہ نہیں جاؤں گی۔"

"تب تو.... تب تو....!" نقاب پوش غصیلی آواز میں بولا۔ "تم اپنے بہت بُرے حشر کے
لئے تیار ہو جاؤ.... محترمہ شیلا.... اوپر اس وقت تقریباً دو درجن آدمی موجود ہیں۔"

"رحم.... خدا کے لئے رحم....!" وہ گڑگڑاتی ہوئی اُس کے قدموں میں آرہی۔

ٹھیک اُسی وقت گھنٹی کی زور دار آواز تہہ خانے کی محدود فضا میں گونجی اور نقاب پوش پڑا۔ سامنے دیوار پر سرخ رنگ کا بلب روشن ہو گیا تھا۔

"اُوہ....!" وہ ایک جانب جھپٹتا ہوا بولا۔ "خیر میں تمہیں پھر مہلت دیتا ہوں۔"

آج اُس نے دوسری دیوار کا ایک پش سوئچ استعمال کیا تھا۔ دروازہ نمودار ہوا اور جیسے اُس سے گذر کر آگے بڑھا دیوار پھر برابر ہو گئی۔

کچھ دیر بعد وہ عمارت کی پشت پر گلی میں کھڑا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔ "خبردار اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنا۔"

نقاب پوش نے قریب ہی کھڑی ہوئی ایک جیپ میں چھلانگ لگائی.... اور ایک فائر پھر جیسے ہی جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی.... کئی فائر ہوئے۔

لیکن وہ نکلا ہی چلا گیا۔ اندھا دھند ڈرائیو کر رہا تھا۔ ابھی زیادہ رات نہیں گئی تھی۔

سڑکوں پر لوگ چل پھر رہے تھے۔ کسی قدر ٹریفک بھی تھا۔ لیکن وہ ان سب کی پر بغیر اڑا جا رہا تھا۔ کافی مشاق معلوم ہوتا تھا۔ ابھی تک کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی تھ

پھر وہ شہر سے باہر ہی نکل آیا۔ لیکن جیپ کی رفتار میں کمی واقع نہ ہوئی۔

اُس نے مڑ کر دیکھا.... دور کسی موٹر سائیکل کا ہیڈ لیمپ نظر آ رہا تھا۔ ایکسیلیٹر پر دبا بڑھ گیا۔

ٹر سائیکل کا ہیڈ لیمپ پھر بھی نظر آتا رہا.... اور اب تو جیپ کی تیز رفتاری کے بھی نزدیک ہوتی معلوم ہو رہی تھی.... لیکن ریوالور کی رینج سے باہر ہی تھی۔

بار نقاب پوش نے ریوالور کے دستے پر ہاتھ ڈالا لیکن پھر کچھ سوچ کر اُسے استعمال نہ

پھر جیپ ایک کچے راستے پر موڑ دی گئی اور کچھ دور نکل آنے پر نقاب پوش نے پھ دیکھا! موٹر سائیکل اب بھی تعاقب کر رہی تھی۔

کچا راستہ ختم ہوا۔ پھر پکی سڑک ملی.... اور جیپ نے پھر فراٹے بھرنے شروع کئے سائیکل اب بھی ریوالور کی رینج سے باہر تھی۔ تعاقب کرنے والا.... کافی چالاک معلوم ہو

پھر کچھ دیر بعد جیپ نربدا اسٹیٹ کی حدود میں داخل ہوئی۔ موٹر سائیکل اب بھی ہوئی تھی۔

یہاں سڑکیں سنسان پڑی تھیں، اس لئے نقاب پوش اور بھی زیادہ بے خوف ہو کر ڈرائیو رہا تھا۔ یہاں پھر اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا.... موٹر سائیکل اب بھی رینج سے باہر تھا۔

پھر جیپ محلات کی حدود میں بھی داخل ہو گئی۔

فریدی نے بھی موٹر سائیکل کی رفتار بڑھائی اور محلات کی حدود میں گھستا چلا گیا۔ پھر ایک اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے جیپ کی رفتار کم ہو رہی ہو۔ اُس نے بھی رفتار کم کی۔ خدشہ تھا کہ جیپ سوار فائر نہ کر بیٹھے۔

کچھ دور چل کر جیپ رک ہی گئی اور کسی نے جیپ پر سے قد آدم باڑھ کی طرف چھلانگ لگائی۔

فریدی نے بڑی پھرتی سے موٹر سائیکل روکی اور ریوالور سنبھالے ہوئے مہندی کی باڑھ کی ف جھپٹا۔ کمپاؤنڈ میں دور دور پر روشنی کے پول تھے۔ اس لئے اس حصے میں اندھیرا ہی تھا۔

دفعتاً فریدی اچھل پڑا اور اچھلنے ہی نے جان بچالی ورنہ گولی جو ابھی کان کے پاس سے نکل گئی شاید پیشانی ہی پر بیٹھتی۔

وہ زمین پر لیٹ گیا اور آہستہ آہستہ رینگتا ہوا مہندی کی باڑھ کی طرف بڑھتا رہا۔ ویسے اُسے زہ تھا کہ فائر کس جگہ سے ہوا ہے۔

پھر ایسی آواز آئی جیسے کوئی اٹھ کر بھاگا ہو۔ اب تو فریدی کو بھی مہندی کی باڑھ پھلانگنی پڑی۔

اُدھر فائر کی آواز نے آس پاس کی عمارتوں کے لوگوں کو چوکنا کر دیا تھا۔ چاروں طرف سے یں آنے لگی تھیں.... اور کچھ لوگ تو ایک دوسرے کے نام لے لے کر پکار رہے تھے۔ پوچھ تھے کہ کیا معاملہ ہے۔

فریدی فائر کرنے والے کے پیچھے دوڑ رہا تھا.... دفعتاً ایک جگہ بھاگنے والا لڑکھڑایا۔ غالباً نے ٹھوکر کھائی تھی۔

اُس نے سنبھلنے کی کوشش تو کی تھی لیکن پھر ڈھیر ہی ہو گیا۔ قبل اس کے کہ دوبارہ اٹھ سکتا یدی نے کافی فاصلے سے اُس پر چھلانگ لگا دی اور دور تک رگیدتا چلا گیا۔

نقاب پوش کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح اُس کی گرفت سے آزاد ہو جائے۔ فریدی کو نوچ وٹ ڈالا۔ لیکن فریدی کی فولادی گرفت سے نکل نہ سکا۔

"کون ہے.... کیا ہے۔" آوازیں قریب آتی جارہی تھیں۔ ساتھ ہی ہلتی ہوئی ی

بھی کبھی کبھی اُن پر پڑجاتی تھی۔ غالباً آنے والوں میں سے کسی کے ہاتھ میں پٹرومیکس لیمپ ہو

"آؤ.... آؤ....!" فریدی نے جواباً چیخ کر کہا۔ "آج چور پکڑا گیا ہے۔"

"کون ہے کیا ہے۔" پھر آوازیں آئیں۔

نقاب پوش وحشیانہ انداز میں فریدی کی کلائیوں پر منہ مارنے کی کوشش کررہا تھا۔

دفعتاً وہ دونوں پٹرومیکس کی روشنی میں آگئے۔

"ارے کون ہے؟" کوئی چیخا۔ "اُوہو.... نقاب پوش.... نقاب پوش....!"

پھر وہ دونوں گھیر لئے گئے۔

"جانے نہ پائے.... جانے نہ پائے۔" مجمع چیخ رہا تھا۔

اتنے میں فریدی نے اُسے قلعہ جنگ کے داؤں پر مارا اور وہ سر کے بل نیچے چلا آیا۔

"واہ.... وا.... دبوچ لے۔" ہلڑ بڑھتا گیا۔

فریدی نے محسوس کرلیا کہ نقاب پوش ڈھیلا پڑ رہا تھا۔ بس اُس نے کہنی سے اُس کنپٹی پر گھسے لگانے شروع کردیئے.... نقاب پوش سست ہوتا چلا گیا۔

یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن مجمع میں سے کسی نے بھی آگے بڑھنے کی زحمت یا ہمت نہ

نقاب پوش بالکل ہی بے سدھ ہوگیا۔

اتنی دیر میں چاروں طرف نقاب پوش کا ہلڑ ہوگیا تھا۔ لوگ ہر جانب سے امنڈ محل کے مسلح پہرہ دار بھی آگئے۔

نقاب پوش زمین پر چت پڑا تھا.... اور فریدی قریب ہی کھڑا اس طرح ہاتھ جھاڑ رہا کہنے والا ہو۔ "چلو یہ بنڈل بھی اٹھاؤ۔"

"کیا یہ مر گیا....؟" پہرہ داروں کے کمانڈر نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ وہ فریدی کا چ دیکھ سکا تھا۔ کیونکہ خود اُس کی آنکھیں پٹرومیکس کی تیز روشنی کی زد پر تھیں اور فریدی اندھیرے میں تھا۔

"نہیں دوست....!"

"تم کون ہو....!" اُس نے بھنا کر پوچھا اور فریدی روشنی میں آگیا۔

"ارے.... آپ.... یعنی کہ....!"

"ہاں میں ہوں۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "چلو پہچانا تو تم نے۔"

"لل.... لیکن یہ نقاب پوش؟ اور آپ یہاں کہاں؟"

"یہ صرف نربدا اسٹیٹ ہی نہیں بلکہ پورے ملک کا دشمن ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ.... اچھا تو.... چلیں اسے دیوان صاحب کے سامنے اٹھوا لے چلیں۔"

"ہرگز نہیں.... اُن کو یہیں لاؤ.... میں اُن گواہوں سے محروم ہونا پسند نہیں کروں گا ن کے سامنے میں نے اُسے ایک طویل جدوجہد کے بعد قابو میں کیا تھا۔ جنہوں نے مجھ پر کئے نے والے فائر کی آواز سنی تھی.... جن [illegible] نقاب پوش کے قبضے سے ایک ایسا ریوالور آمد کروں گا جس سے کچھ دیر پہلے ہی گولی چلائی گئی ہو.... اور مشیر نامہ تیار کروں گا۔"

"یہ سب کچھ دیوان صاحب کے سامنے ہی ہوسکے گا.... بھلا گواہ منحرف کیوں ہونے لگے؟"

"یہ نہ کہو ڈیئر....!"

"ارے جناب ہم سبھی تنگ آئے ہوئے تھے اس بدبخت سے۔ دیوان صاحب تو کچا گے.... اسٹیٹ بدنام ہو رہی تھی اس کی بدولت.... عام طور پر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ہز ئی نس ہی کا کوئی گرگا ہے۔ اس طرح ہز ہائی نس کے لئے لڑکیاں فراہم کرتا ہے۔"

"اچھا اگر یہ بات سچ ہی نکلی تو....!"

"ہرگز نہیں جناب.... ہمارے ہز ہائی نس نہ پہلے کبھی ایسے تھے اور نہ اب ہیں۔ خیر اچھی ت ہے میں دیوان صاحب کو اطلاع بھجوا رہا ہوں۔"

پھر شائد اُس نے بیہوش مجرم کی نقاب کشائی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فریدی بول پڑا۔ "ابھی ہیں.... اپنے دیوان صاحب کو آہی جانے دیجئے۔"

فریدی بیہوش نقاب پوش کے پاس دوزانو بیٹھ کر اُس کے ہاتھوں میں ہلکی ہتھکڑیوں کا جوڑا لنے لگا جو وہ اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔

"ہاں جناب.... یہ آپ کے سارجنٹ حمید صاحب شادی کب کر بیٹھے۔ یہاں مقیم ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ یہی نقاب پوش اُن کی بیگم کو بھی لے گیا۔"

"اب سب ٹھیک ہو جائے گا....!" فریدی نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد دیوان بھی وہاں پہنچ گیا۔ پہرہ داروں کے کمانڈر نے فریدی کا تعارف کرا ہوئے کہا۔ "میں دراصل انہیں کی اسٹیٹ کا باشندہ ہوں۔"

"اوہ بڑی خوشی ہوئی جناب آپ سے مل کر۔" دیوان نے فریدی سے مصافحہ کرتے ہو کہا۔ "آپ تو بہت ہی اونچے آدمی ہیں۔ سنا ہے کہ سراغ رسانی کے شوق میں اسٹیٹ منیجروں کے حوالے کردی ہے۔"

"شوق ہی ٹھہرا....!" فریدی مسکرایا۔

وہ سبھی بے چین تھے کہ کسی طرح نقاب پوش جلد بے نقاب ہو جائے لیکن جب اُس کے چہرے سے نقاب ہٹائی گئی تو بہتیری چیخیں نکل گئیں۔ خود فریدی کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ کیونکہ یہ تو کنور سنتوش کمار تھا.... شرمیلا کنور سنتوش کمار.... کنور سنتوش کمار جو ایک بہت بڑی پوزیشن پر لات مار کر ساڑھے چار سو روپے کی معلمی کرتا تھا.... اور جسے اعتراف تھا کہ وہ تنخواہ کے لئے ملازمت نہیں کرتا بلکہ اپنے ذوق کی تسکین کے لئے معلمی کا پیشہ اختیار کئے ہو ہے.... کنور سنتوش کمار جسے شیلا کے اغواء پر بے حد دکھ پہنچا تھا.... وہ کنور سنتوش کمار راہ چلتی لڑکیوں کو اٹھالے جاتا تھا.... وہ کنور سنتوش کمار لڑکیوں کی تجارت کرتا تھا.... انہیں اُن کے اعزہ سے زبردستی چھڑاتا تھا.... اور پھر کالے کوسوں بھجوا کر فروخت کرادیتا تھا۔

محلات میں کھلبلی پڑ گئی.... نقاب پوش ہوش میں آچکا تھا اور خود اپنے ہی پیروں سے چل مخصوص محل کی ڈیوڑھی تک آیا تھا۔ ہز ہائی نس راجہ تیج بھان جی اسی محل میں گوشہ نشین تھے۔ دیوان ہی کے مشورے کی بناء پر اُسے یہاں لایا گیا تھا۔ اور اُس وقت وہ ملاقات کے کمرے میں راجہ صاحب کے حکم کے منتظر تھے۔

کچھ دیر بعد اُن دونوں پہلوانوں نے راجہ کی آمد کی اطلاع دی جو اُس کے ساتھ اُسی مخصوص محل میں رہتے تھے۔

دوسرے ہی لمحے میں ایک مغربی طرز کا ہیجڑا کمرے میں داخل ہوا جس نے نارنجی اسکرٹ اور سفید بلاؤز پہن رکھا تھا۔ پنڈلیوں پر جسم کی رنگت سے مناسبت رکھنے والے اسٹاکنگ تھے اور پیروں میں ٹاپ ہیل جوتے.... کنور سنتوش کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ہیجڑوں ہی کے انداز میں چیخا۔ "اے ہے.... نکالو ہتھکڑی میرے بچے کے ہاتھوں سے.... یہ کون نگوڑمارا ہے

جس نے ہتھکڑیاں ڈالی ہیں.... کیوں رے دیوان صاحب.... تو خاموش کیوں ہے۔ اے بول حرام کے جنے۔"

"دیوان کا چہرہ حیرتوں کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔ اُس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "سرکار یہ چھوٹے سرکار ہی نقاب پوش تھے۔"

"چل ہٹ! حرامی کے پلے۔" ہیجڑے نے کہا پھر فریدی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "یہ کون ہے؟"

"انسپکٹر احمد کمال فریدی سرکار....!" دیوان نے بدستور ہاتھ جوڑے ہوئے کہا۔ "مرکزی محکمہ سراغ رسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"کیوں بھیا.... تم نے کیوں میرے بچے کو باندھ رکھا ہے۔ چھوڑو جلدی ورنہ میں ریزیڈنٹ کو بلوالوں گی۔"

"ضرور بلوایئے۔" فریدی نے کہا اور پھر دیوان سے پوچھا۔ "آپ کی تعریف....!"

"سس.... سرکار ہیں.... ہز ہائی نس نربدا...." دیوان نے کہا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔



حمید بڑے انہماک سے کہانی سن رہا تھا۔ فریدی سگار سلگانے کے لئے رکا۔

"تو کیا دیوان وغیرہ کو علم نہیں تھا کہ وہ ہیجڑوں کی سی زندگی بسر کررہا ہے۔"

"ہرگز نہیں....!" فریدی سگار کا کش لے کر آہستہ آہستہ دھواں نکالتا ہوا بولا۔ "وہ نہیں جانتے تھے۔ ارے یہ وہی راجہ تیج بھان ہے۔ شیروں کا مشہور شکاری جس نے کبھی مچان پر بیٹھ کر شکار نہیں کیا۔ درجنوں شیر مار ڈالے۔ بڑے جیوٹ کا آدمی تھا۔ ایک ماہر نشانہ باز.... اچانک اُس کی جنس بدلنے لگی.... اور وہ گوشہ نشین ہوگیا۔ اُن دونوں پہلوانوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ راجہ کی جنس بدل گئی ہے.... اگر سنتوش کا معاملہ نہ ہوتا تو وہ کبھی باہر نہ آتا.... بے حد چاہتا ہے اُسے۔"

"اب سنتوش کا کیا بنے گا۔"

"اُن لوگوں نے مجھ پر ریاستی رد اکنے کی کوشش کی تھی.... لیکن پھر انہیں ریزیڈنٹ ہی کو

بلوانا پڑا۔ اُس نے کہہ دیا کہ وہ اس معاملے میں کچھ نہ کر سکے گا۔ برٹش انڈیا کی حکومت جانے بھی تو خار کھائے بیٹھا تھا کیونکہ دو تین اینگلو انڈین لڑکیاں بھی نربدا اسٹیٹ سے اٹھ چکی تھیں بہر حال اُس کا پورا گروہ گرفتار ہو چکا ہے اور حکومت مشرق وسطیٰ کے اُن ممالک کی حکومتوں سے بھی گفت و شنید شروع کر چکی ہے جہاں جہاں اُس کا یہ گندہ بزنس چل رہا ہے۔"

"بیچاری سیما.....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ "اب اُسے بھی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا.... اور اُس کے شوہر کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"شوہر....!" فریدی نے حیرت سے کہا۔ "گھاس تو نہیں کھا گئے۔ ارے ڈفر وہ ایک چلتی ہوئی طوائف ہے۔ زیادہ تر بیرونی سیاحوں کے ساتھ بزنس کرتی ہے۔"

"جان سے مار دوں گا....!" حمید مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"کسے....؟"

"بمبینو کے منیجر کو۔ حرامزادے نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ ایک بہت بڑے سرمایہ دار کی بیوی ہے اور ایڈونچر کی شائق ہے۔ کوئی ایسی ویسی نہیں۔"

"بزنس ٹیکٹ....!" فریدی مسکرایا۔ "اس طرح وہ زیادہ پیسے کماتی ہے اور منیجر کو زیادہ کمیشن ملتا ہے۔"

"خیر سمجھوں گا اُس نطفہ خنزیر سے بھی۔" حمید بڑبڑایا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "آخر اُس سے سیما کو اٹھانے کی حماقت کیوں سرزد ہوئی تھی۔"

"وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اُس کے لئے اُسے چارہ بنا کر لے جا رہے ہو۔ لہٰذا مجھے اور زیادہ مرعوب کرنے کے لئے یہ حرکت کر بیٹھا تھا۔"

"لیکن وہ بیچارہ راجہ تیج بھان.... لیکن بھلا بیچارہ کیوں.... بتائیے اُسے بیچارہ کہیں گے یا بیچاری.... میرے خیال سے تو یہ کہنا چاہئے۔ حمید نے کہا۔ اور پنسل اٹھا کر پیڈ پر لکھ دیا "بیچارا بیچاری۔"

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 90

اشاروں کے شکار

(مکمل ناول)

پیشرس

اشاروں کے شکار ملاحظہ فرمایئے! دیر ضرور ہوئی لیکن کہانی آپ کو پسند آئے گی۔ آہستہ آہستہ ہی فارم میں آسکوں گا.... ادھر بہتیرے پڑھنے والوں کا اصرار رہا ہے کہ فریدی اور حمید کی کچھ کہانیاں لگاتار پیش کی جائیں۔ کیونکہ میری صحت یابی کے بعد سے اب تک عمران کے چار ناول آچکے ہیں اور جاسوسی دنیا کا یہ دوسرا ناول ہے۔ لہٰذا پڑھنے والوں کی اس خواہش کے احترام میں فریدی اور حمید کی کچھ کہانیاں لگاتار پیش کروں گا یعنی اس ناول کے بعد والا ناول عمران سیریز کا نہیں بلکہ جاسوسی دنیا کا ہی ہوگا۔

پچھلا ناول "جونک کی واپسی" خاصا پسند کیا گیا ہے.... ناپسندیدگی کے سلسلے میں تادمِ تحریر صرف تین حضرات کے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ ان کا انداز نگارش کچھ ایسا ہے جیسے "ردعمل" کے طور پر جواب میں" دلچسپ قسم کا پیش رس چاہتے ہیں.... مجبوری ہے پیشرس طویل نہیں ہوسکے گا.... کیونکہ کہانی زیادہ صفحات کھا گئی۔ البتہ ان صاحب سے ایک بات ضرور کہوں گا جنہوں نے مجھے انگریزی کے جاسوسی ناول کے تراجم پیش

کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں اگر آپ ایسا کریں تو ہم تین کی بجائے تیس روپے میں وہ کتاب خریدیں گے۔

شکریہ جناب! لیکن صرف آپ ہی خرید سکیں گے۔ بقیہ پچاس پیسے فی سیر کے حساب سے فروخت کرنی پڑیں گی۔ تراجم کا حشر آئے دن پیش نظر رہتا ہے اور پھر میں کیوں کروں انگریزی ناولوں کا ترجمہ۔ کیوں نہ میرے ہی ناولوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا جائے۔ شاید جلد ہی آپ میرے ناولوں کے انگلش ایڈیشن بھی دیکھ سکیں.... ایک صاحب فرماتے ہیں جونک کی واپسی میں تسلسل نہیں ہے۔ خدا جانے تسلسل سے کیا مراد ہے.... ناول یک رخی تکنیک میں لکھا گیا ہے۔ لہٰذا تسلسل میں فرق آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

والسلام

ابن صفی

بے ہوشی

بعض فلمی گیت اس بُری طرح ذہن سے چپک کر رہ جاتے ہیں کہ زبان انہیں غیر ش طور پر دہراتی رہتی ہے۔ زبان بھی تھک جائے تو ان کے بول ذہن میں گونجتے رہتے ہیں۔ اچھے خاصے باریش کو دبی زبان میں "میں ان کی بن جاؤں گی" گاتے سنا گیا ہے۔

پھر قاسم تو تھا ہی ہونق.... بڑی دیر سے گا رہا تھا "اللہ کرے میں بھی دلہن بن جاؤں۔ ساتھ ہی غیر شعوری طور پر لچکتا بھی جا رہا تھا.... ظاہر ہے اس پہاڑ جیسے ڈیل ڈول کی بھی کیسی ہوگی۔

اس کی ننھی منی نازک سی بیوی نے بالآخر تنگ آ کر کہا۔ "اللہ تمہاری یہ خواہش بھی نہیں کرے گا؟"

"خیا.... ماطلب....!" قاسم چونک کر پلٹا.... چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر کھسیاہٹ آثار چہرے پر ظاہر ہوئے۔ غالباً اب اُسے احساس ہوا کہ وہ پنسل چھیلتے وقت کیا گا رہا تھا۔

"یہ تمہیں مصوری کی کس نے سجھائی ہے۔" بیوی آنکھیں نکال کر بولی۔

"توم سے ماطلب.... بھاگ جاؤ۔" قاسم ہاتھ ہلا کر غرایا۔

"نہیں جاؤں گی! سارے گھر کا بھٹیار خانہ بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"نغار خانہ....!" قاسم آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

"نغار خانہ....!" بیوی ہنس پڑی۔ انداز مضحکہ اڑانے کا سا تھا۔

"ہائیں.... تمہارا دیماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔"

"نغار خانہ نہیں.... نگار خانہ....!"

"توم سے مطلب...." قاسم اس طرح اٹھا جیسے مار ہی تو بیٹھے گا۔

لیکن اس کی بیوی بے تعلقانہ انداز میں اس "نگار خانے" کا جائزہ لیتی رہی۔

بہت بڑا کمرہ تھا جس میں چاروں طرف تجریدی آرٹ کے بے شمار نمونے نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ تو خود قاسم کی بوکھلاہٹوں کا نتیجہ تھے اور کچھ دوسرے مصوروں کی کوششیں۔

قاسم میں مصوری کے جراثیم کیپٹن حمید نے دریافت کیۓ تھے اور قاسم نے چھاتی ٹھونک کر کہا تھا کہ وہ تجریدی مصوری میں بڑا نام پیدا کرے گا۔

شہر کے ایک ثقافتی سرگرمیوں کے مرکز میں کسی مصور کی تجریدی کاوشوں کی نمائش ہو رہی تھی۔ قاسم اور حمید بھی جا پھنسے تھے۔ قاسم نے حمید کو اطلاع دی تھی کہ اٹلی سے ایک طائفہ آیا ہے جو وہاں رقص و سرور کی نمائش کرے گا.... لیکن وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ملک کی مشہور آرٹسٹ محترمہ معکوس آویزاں کی تصویروں کی نمائش ہو رہی ہے۔

حمید کو بے حد غصہ آیا اور اُس نے قاسم سے بھی کہہ دیا تھا کہ وہ اس کی غلط بیانی کے سلسلے میں یقینی طور پر کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا جس سے اس کو بھی بھگتنا پڑے۔

پھر وہ اس ہال میں آئے تھے جہاں تصویروں کی نمائش ہو رہی تھی اور قاسم حیرت سے منہ پھاڑ کر ان تصاویر کو دیکھنے لگا۔

"اے.... یہ کیا بنایا ہے سالوں نے۔" اس نے حمید کے کاندھے پر ہاتھ مار کر کہا تھا۔

"آہستہ.... بیٹے! ورنہ اگر کسی سالے نے سن لیا تو تمہاری ہی تجرید کر کے رکھ دے گا۔"

"کیا کر کے رکھ دے گا....؟" قاسم نے آنکھیں نکالی تھیں۔

"یار ختم کرو.... تصویریں دیکھو....!"

"یہ تصویریں ہیں؟.... کاہے کی تصویریں ہیں بھلا....!"

"یہ دیکھو اور اس حسینہ....!"

"کہاں ہے حسینہ....!"

"وہ سامنے....!"

"اے جاؤ....!" قاسم منہ پر رکھ کر ہنستا تھا "آگے سے بھینس اور پیچھے سے ناشتہ دان

معلوم ہوتی ہے۔ نہیں پیارے بھائی سچ بتاؤ یہ کیسی تصویریں ہیں۔"

حمید کوئی جواب دیئے بغیر گیلری میں چکر لگانے والی لڑکیوں کا جائزہ لیتا رہا۔ ایک بڑی پینٹنگ کے قریب ایک دبلی پتلی لڑکی خاموش کھڑی تھی۔

"یہ چپاتی بیگم کون ہیں....؟" قاسم نے اس طرف اشارہ کر کے پوچھا تھا۔

"شاید یہی مصور ہیں ان تصاویر کی۔"

"اے جاؤ.... ابھی تو شاید اس کی شادی بھی نہ ہوئی ہوگی۔"

"بھلا شادی اور مصوری کا کیا تعلق....!"

"ایسی حرکتیں میاں کو جلانے کے لئے کی جاتی ہیں۔" قاسم مصوری کے نمونے کو حقارت سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یار سنو....!" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "کیوں نہ تم ایسی ہی حرکتیں اپنی بیوی کو جلانے کیلئے شروع کردو۔ نام کا نام ہوگا اور بیوی بھی ہر وقت انگاروں پر لوٹتی رہے گی۔"

"اے تو واقعی یہ مصوری ہے....!" قاسم نے دوبارہ حیرت ظاہر کی تھی۔

"ہاں.... بھئی....!"

"میری سمجھ میں تو نہیں آتی....!" قاسم نے بے بسی سے کہا تھا۔

"ادھر آؤ.... میں سمجھتا ہوں.... دیکھو، اس تصویر میں دیکھو.... یہ کیا ہے۔"

"یہ.... یہ.... اوہ.... مشک ہے شاید.... پانی سے بھری ہوئی۔"

"غلط سمجھے.... یہ عورت ہے۔"

"اے جاؤ....!" قاسم منہ پر ہاتھ رکھ کر پھوہڑپن سے ہنسا تھا۔

"یقین کرو میرے دوست.... اچھا یہ بتاؤ.... کیا ہے....!"

"یہ تو.... یہ تو موسل ہے۔"

"غلط.... یہ مرد ہے۔"

"اچھا بیٹا.... ہاتھ پیر کہاں ہیں اس کے۔"

"یہی تو کمال ہے۔"

"چغد ہو تم....!"

"اوہ دیکھو برخوردار یہ تصویر فروخت بھی ہو چکی ہے۔ اس پر "فروخت شدہ" کی چٹ لگی ہوئی ہے۔ ٹھہرو ذرا پوچھیں تو کتنے میں فروخت ہوئی ہے۔"

حمید نے خود مصور سے پوچھا تھا اور قاسم یہ سن کر متحیر رہ گیا تھا کہ مشک اور موسل پانچ سو روپوں میں فروخت ہوئے ہیں۔

"اے اگر یہ واقعی مصوری ہے تو پھر میں مصور ہوں.... دیکھا جائے گا۔"

"کیا دیکھا جائے گا۔"

"میں بھی کروں گا مصوری.... اچھا! اگر مشک کی بجائے پن چکی بناؤں تو کیسی رہے گی۔"

"کیا بات پیدا کی ہے یار واقعی تم بہت ذہین آدمی ہو.... جس کمرے میں تمہاری بیوی سہیلیوں کو لے کر بیٹھتی ہو اُسی میں نگار خانہ بناڈالنا۔"

"غاؤں....!" قاسم نے بے دھیانی میں کہا تھا اور پھر تصاویر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

دوسرے دن پہلے تو اُس کی بیوی کا مخصوص کمرہ نشست کباڑ خانہ بنا تھا اور پھر نگار خانہ بن گیا تھا۔

سینکڑوں روپے رنگ برش، کینواس، ایزل اور فریموں پر صرف کئے گئے اور شروع ہو گئی تجریدی مصوری۔

بیوی نے بہت غل غپاڑا مچایا تھا۔ مگر کون سنتا ہے.... اور پھر کچھ دنوں کے بعد سچ بیوی کو کافی جلانے لگا تھا.... ایک دن کوئی تربوز نما چیز پینٹ کر کے اس میں ڈاڑھی لگادی اور نیچے لکھ دیا بیوی کے باپ کا نام.... اس پر تو گویا قیامت ہی آگئی تھی.... غصے نے اس کی ایسی درگت بنائی تھی جیسے ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا ہو اور قاسم کو وقتی طور پر گھر چھوڑ کر بھاگنا پڑا تھا۔

آج پھر کچھ ایسی ہی افتاد پڑنے والی تھی۔ کیونکہ اس کی بیوی کے تیور کچھ ایسے ہی تھے جیسے چڑانے کے موڈ میں ہو۔

"کیا تم بھی نہیں بتاؤ گے کہ تمہیں مصور کس نے بنایا ہے۔" اس نے کہا۔

"میں کھد بن گیا ہوں بنائے گا کون؟"

"نہیں....!" بیوی سر ہلا کر بولی۔ "کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں۔"

"قیا....!" قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

"ہوں....!" وہ ایزل پر نظر جمائے رہی جس پر کئی رنگ دائرے کی شکل میں گڈ
آرہے تھے۔

"معشوق....! یہ تم کیا بک رہی ہو.... اور یہ سالا پردۂ انگاری کیا ہے۔"

"زنگاری....!"

"وہی.... وہی.... ہے کیا.... اور تم معشوق معشوق کرتی ہو۔ شرم نہیں آتی۔"

"کیوں نہ کروں۔"

"ہائیں....!" قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "دماگ سہی ہے یا نہیں۔"

"تم اپنے دماغ کی خبر لو....!"

"اچھا.... اچھا....!" قاسم اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ "اگر تمہارے اماں باوا کی بھی تجر
کی تو کچھ نہ کیا۔"

"اے زبان سنبھال کے....!"

"نہیں سنبھالوں گا....!"

"اپنے چچا کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔"

"ہاں.... ہاں.... نہیں آتی....!"

"اور اگر میں کہوں تمہارے باپ کو....!"

"تو پھر وہ ہمارے چچا نہیں رہ جائیں گے.... جرور کہو.... وہ اسی قابل ہیں۔"

"قیا....!" غیر شعوری طور پر قاسم کی بیوی کی زبان سے نکلا۔ اس میں مزاح کو قطعی دخ
نہیں تھا۔ کیونکہ وہ بے حد غصے میں تھی۔

اتنے میں باہر سے کسی نے گھنٹی بجائی اور وہ دونوں ہی چونک پڑے۔

گھنٹی بجانے والے نے ایک بار بٹن دبانے پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ برابر دبائے جا رہا تھا۔

"یہ تمہارے بھائی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ سالوں کو گھنٹی بجانے کی بھی تم
نہیں۔" قاسم نے بیوی کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

"تم بکواس بند نہیں کرو گے اپنی.... منع کر دوں گی اب نہ آیا کرے کوئی....!"

"بلقل منع کر دو....!"

وہ ننتاتی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔ قاسم دروازے کی طرف گھورتا رہا۔ طرح طرح کے منہ
بناتا اور دانت پیستا رہا۔

کچھ دیر بعد ایک ملازم نے چاندی کی طشتری میں کسی کا وزیٹنگ کارڈ پیش کیا۔

"ہائیں....!" وہ کارڈ پر نظر جمائے ہوئے متحیرانہ لہجے میں بڑبڑایا۔ "مس روزا سنہا
سیکریٹری کلچر سنٹر۔"

"ابے.... مس روزا سنہا.... یعنی کہ مس۔" قاسم نے تھوک نگل کر سرگوشی کی اور ملازم
مسکرانے لگا۔

"قق.... قیسی ہے..؟" اس نے پُر اشتیاق لہجے میں پوچھا اور نچلے ہونٹ پر زبان پھیرنے لگا۔

"جوان ہے....!" ملازم نے دوسری طرف منہ پھیر کر ہنسی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ابے تو ہنستا کیوں ہے؟" قاسم نے آنکھیں نکالیں.... اور پوچھا۔ "دبلی پتلی ہے....!"

"نہیں جناب.... لمبی تڑنگی....!"

"ابے تو ایسے بول نا.... ہی۔ ہی۔ ہی۔" وہ احمقانہ انداز میں ہنستا ہوا اٹھ گیا۔

نوکر آگے تھا اور وہ پیچھے۔ یک بیک قاسم راہداری میں رک کر بولا۔ "ابے سن تو سہی۔"

نوکر بھی رک کر مڑا۔

"آئی کیوں ہے....؟"

"بتایا نہیں صاحب....؟"

"تم لوگ سالے اتنے چغد ہو۔ ابے تم یہ نہیں معلوم کر سکے کہ کیوں آئی ہے.... اچھا اچھا
ام کہاں ہے۔"

"اپنے کمرے میں۔"

"انہیں مالوم ہے۔"

"جی جناب....!"

"ارے باپ رے۔" قاسم پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

اب شاید سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے.... آخر الٹی کھوپڑی میں یہی آیا کہ پہلے بیوی
کے پاس ہی جائے۔ لہٰذا اس کے کمرے میں پہنچ کر غوں غوں کرنے لگا۔

"اغے.... ایم.... یہ قق قوں آئی ہے؟"

"مجھ سے پوچھ رہے ہو۔" بیوی آنکھیں نکال کر بولی۔

"پھر قس سے پوچھوں....؟" قاسم نے بے بسی سے کہا۔

"باوا سے....؟" اُس نے فون کی طرف اشارہ کیا۔

"اچھا....!" قاسم رَد میں فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ پھر یک بیک رک کر بولا۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا....؟"

"تم بتاؤ.... یہ کون ہے اور کیوں آئی ہے۔" بیوی اچھل کر کرسی سے اٹھتی ہوئی چیخی۔

"مم.... میں.... قیا بتاؤں.... میں تو جانتا بھی نہیں۔"

"ابھی معلوم ہوا جاتا ہے....!" وہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"ارے باپ رے۔" قاسم کراہ کر پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

وہ دروازے پر رک کر مڑی اور جلے کٹے لہجے میں بولی۔ "آؤ نا....!"

"مم.... میں.... کک.... کیوں! نہیں تم ہی جاؤ....!"

"مجھ سے ملنے نہیں آئی۔"

"بھگا دو.... تم بھگا دو جا کر....!"

"میری جوتی کو غرض پڑی ہے؟ لیکن یہ ضرور پوچھوں گی کہ کیوں آئی ہے۔"

"جرور .. جرور....!" قاسم بوکھلا کر بولا۔

ڈرڈر کر وہ بھی قدم اٹھاتا رہا۔ پہلے اس کی بیوی ہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ قاسم دروازے پر ٹھٹکا۔ کچھ سوچتا رہا۔ پھر خود بھی اندر داخل ہو گیا۔ اس دوران میں دونوں عورتوں کے درمیان رسمی قسم کی گفتگو ہو چکی تھی.... لیکن قاسم نہیں سن سکا تھا۔ جیسے ہی وہ اندر پہنچا اس کی بیوی بولی۔ "جی ہاں یہی ہیں قاسم صاحب۔"

"آداب بجا لاتی ہوں جناب۔" بڑی شیریں آواز میں کہا گیا۔ قاسم نے شکل دیکھی تو بوکھلاہٹ کے باوجود نہال ہو گیا۔ دانت نکل پڑے۔

"ترشیف.... تفریش.... تشریف رکھئے۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

واقعی لمبی تڑنگی صحت مند اور خاصی دلکش لڑکی تھی۔

پھر گہری خاموشی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر تک شاید ہر ایک اپنی جگہ پر یہی سوچتا رہا کہ اب کیا کہنا چاہئے۔ پھر لڑکی ہی نے سکوت توڑا۔

"تکلیف دہی کی معافی چاہتی ہوں۔ میں کلچر سنٹر کی سیکریٹری ہوں۔ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ ہم لوگ اکثر ثقافتی تقریبات منعقد کرتے رہتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک اچھی مصور... کی تصاویر کی نمائش کا انتظام کیا تھا۔"

"جی ہاں.... جی ہاں.... میں وہاں غیا تھا۔" قاسم بوکھلا کر بولا۔

"ہم خود ہی اچھے آرٹسٹوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں کہ ان فن کاروں کو جو گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر منظر عام پر لائیں۔"

"جی بہت اچھی بات ہے۔" قاسم سر ہلا کر بولا۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ بھی بڑے اچھے مصور ہیں۔"

"اجی میں کیا.... ہی۔ ہی۔ ہی.... قس لائق ہوں۔" قاسم نے ازراہِ انکسار دانت نکال دیئے۔

قاسم کی بیوی مس روزا سنہا کو گھورے جا رہی تھی اور قاسم اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر بار بار زبان پھیر رہا تھا۔

"آپ کو کس نے بھیجا ہے؟" دفعتاً قاسم کی بیوی پوچھ بیٹھی۔

"کسی نے بھی نہیں۔" روزا نے جواب دیا۔ "کہیں تذکرہ آیا تھا۔ میں نے کہا مل ہی لوں۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ کہاں بات چھڑی تھی۔"

"بہرحال آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" قاسم کی بیوی کچھ دیر بعد بولی۔ "کسی نے ان کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی ہو گی۔"

"تب تو مجھے افسوس بھی ہے اور شرمندگی بھی....!"

"نہیں افسوس نہ کیجئے۔" قاسم جلدی سے بول پڑا۔ "آرٹ وارٹ ان کی سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا جانیں۔"

"اوہ تو پھر میں نے غلط نہیں سنا تھا....!" روزا خوش ہو کر بولی۔

"جی ہاں.... بھائی صاحب.... فع.... مطلب یہ کہ جی ہاں.... چلئے میں آپ کو اپنی

تصویریں دکھاؤں۔"

"مجھے بے حد خوشی ہوگی جناب۔"

بیوی نے قاسم کو گھور کر دیکھا لیکن وہ تو کسی دوسری ہی دنیا میں پہنچ چکا تھا۔ دس ا[illegible] سے بھی گھورتی تو کیا ہوتا۔

موج میں آیا تو پھر بکتا ہی چلا گیا۔ "جی بات یہ ہے کہ لوگ میرے آرٹ سے جلتے ہیں[illegible] جب کوئی چیز سمجھ میں نہیں آتی.... تو.... جی ہاں.... واہیات ہو جاتی ہے سالی.... مطلب[illegible] کہ جی ہاں۔"

"کیا آپ کا نگار خانہ کہیں اور ہے۔" روزا نے پوچھا۔

"جی نہیں یہیں ہے.... گھر پر ہی۔"

"تو پھر....؟"

"جی ہاں چلئے....!" قاسم اٹھتا ہوا بولا۔

اس کی بیوی کے چہرے پر عجیب آثار تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے جھینپ بھی رہی ہو اور شدید ترین غصے کو بھی دبانے کی کوشش کر رہی ہو۔

لیکن وہ انکے ساتھ اس کمرے تک آہی گئی۔ جہاں حماقتوں کے شاہکار بکھرے پڑے تھے۔

"اوہ.... ونڈر فل۔" روزا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"جی غاں....!"

"کمال ہے.... اف فوہ.... آپ نے تو کمال کر دیا۔"

"اجی میں کیا.... ہی۔ہی۔ہی۔ہی....!"

"قوم کی بدقسمتی ہے کہ وہ آپ سے واقف نہیں۔"

"بہت ہو چکا....!" قاسم کی بیوی غصیلی آواز میں بولی۔ "آپ ہمارے ہی گھر میں ہما[illegible] مضحکہ اڑا رہی ہیں۔"

روزا بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی طرف مڑی۔

"میں نہیں سمجھی محترمہ....!" اس نے حیرت زدہ آواز میں کہا۔

"کیا یہ تصویریں ہیں۔" قاسم کی بیوی آنکھیں نکال کر بولی۔

"میں سمجھی۔" روزا نے طویل سانس لی پھر مسکرا کر بولی۔ "عام طور پر لوگ تجریدی آرٹ کو سمجھ نہیں پاتے۔"

"کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہی ہیں کہ یہ مصوری ہے۔"

"جی ہاں....!" روزا سر ہلا کر بولی۔ "پوری سنجیدگی اور یقین کے ساتھ....!"

"اللہ رحم کرے....!" قاسم کی بیوی آہستہ سے بڑبڑائی اور روزا پھر تصاویر کیطرف متوجہ ہو گئی۔

"واہ کیا آئیڈیا ہے...." وہ ایک تصویر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "دربار شاہی۔"

"بھلا مجھے بھی تو بتائیے کہ کیا آئیڈیا ہے۔" قاسم کی بیوی نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"کیڑے مکوڑے اور نامکمل سا دائرہ بنا کر قاسم صاحب نے جس نازک خیالی کا مظاہرہ کیا ہے اس کا جواب مشکل ہی سے ملے گا۔"

قاسم نے فخریہ انداز میں بیوی کی طرف دیکھا اور اکڑ گیا۔

روزا اس مخصوص تصویر کی خوبیاں گنوائے جا رہی تھی۔ پھر اس نے تجویز پیش کی کہ قاسم کی تصاویر کی نمائش بھی ہونی چاہئے۔

"آپ ہمارے لئے مشکلات پیدا کر رہی ہیں محترمہ....!" قاسم کی بیوی نے کہا۔

"کیسی مشکلات....؟"

"یہ سب سچ سمجھ رہے ہیں۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہی۔ آپ کو کیسے یقین دلاؤں۔"

"تو آپ ان تصاویر کی نمائش کریں گی....!"

"جی ہاں....!"

"میں کیا کروں....!" قاسم کی بیوی اپنی پیشانی مسلتی ہوئی آہستہ سے بڑبڑائی۔

"تم قیوں مری جا رہی ہو۔" قاسم نے سرگوشی کی۔ "ہونے دو نمائش اور قیا۔"

روزا تصاویر میں کھوئی ہوئی ایک ایک کو بغور دیکھتی پھر رہی تھی.... قاسم کی باچھیں کھلی پڑ رہی تھیں اور قاسم کی بیوی کے تیور ایسے تھے جیسے ابھی ڈنڈا سنبھالے گی اور انہیں کمرے سے باہر ہانک کر ساری تصاویر میں آگ لگا دے گی....

دفعتاً روزا ایک جگہ رک کر مڑی اور اس کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا

تھا جیسے اُس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ ہو۔ چہرہ زرد ہو گیا تھا۔

"یہ.... یہ....!" اُس نے سامنے والی تصویر کی طرف اشارہ کیا.... دو تین جھٹکے
اور دھم سے فرش پر آ رہی.... قاسم اور اس کی بیوی بوکھلا کر آگے بڑھے۔ روزا گہری
سانسیں لے رہی تھی.... وہ اسے آوازیں دیتے رہے لیکن بے سود! وہ بے ہوش ہو چکی تھی

کیمرہ

انہونی ہی کہنا چاہئے۔ حمید اب بھی متحیر تھا۔ فریدی اور کیبرے[1]۔ نہ صرف خود آیا تھا
حمید کو بھی گھسیٹ لایا تھا۔

سر شام ہی اس نے کہا تھا۔ "کیوں؟ کیا آج کل تم اس شہر میں نہیں ہو۔"

حمید کیا جواب دیتا صرف استفہامیہ انداز میں اُسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

"نیاگرہ میں ایک اطالوی پارٹی آئی ہوئی ہے...." وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا

"میں نے لہو و لعب سے توبہ کر لی ہے....!"

"فون کر کے ایک میز مخصوص کرا لو.... دو آدمیوں کے لئے ڈنر....!"

"میرا خیال ہے کہ وہ پارٹی کیبرے پیش کرتی ہے....!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" اس نے خشک لہجے میں کہا تھا اور سامنے کھلی ہوئی کتاب پر
جمادی تھی۔

رات کا کھانا نیاگرہ میں کھایا گیا تھا اور ابھی وہ فلور شو دیکھ رہے تھے۔ اسپاٹ لائٹ رقاصہ
ساتھ ہی حرکت کر کے جسم کے خطوط واضح کر رہی تھی۔

حمید شروع ہی سے محسوس کرتا رہا تھا کہ وہ زیادہ تر تماشائیوں کا جائزہ لے رہا ہے...
کبھی کبھی وہ اس مووی کیمرے کو بھی دیکھنے لگتا جو فریدی کے سامنے میز پر رکھا ہوا تھا۔ وہ سوچ
تھا کیا وہ اس نیم عریاں رقص کی متحرک تصویریں لے گا۔ کیا تجرد نے جنسی کجروی کی شکل اختیار
کرلی ہے؟

---

[1] نیم عریاں رقص

آخر جب گھٹن بہت زیادہ بڑھ گئی تو اس نے فریدی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بس اب
شروع ہو جائیے۔"

"کیا مطلب....؟" فریدی چونک کر بولا۔

"بڑے غضب کے پوز دے رہی ہے ظالم! کیمرہ اٹھائیے اور شروع ہو جائیے۔"

"شٹ اپ....!"

حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور پھر رقاصہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ہال میں بلند آہنگ موسیقی گونج رہی تھی.... اور حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ساری
کائنات ایک انگڑائیاں لیتے اور لچکتے ہوئے جسم میں تبدیل ہو گئی ہو۔

ایک پل کے لئے وہ اس کی میز کے قریب بھی آئی تھی اور اسپاٹ لائٹ سے اس کی آنکھیں
چندھیا گئی تھیں۔ ورنہ وہ اس لچکتی ہوئی کائنات کا جائزہ قریب سے بھی لے سکتا۔

پھر وہ آگے بڑھ گئی تھی اور اب جس میز کے پاس تھرک رہی تھی اس پر سے ایک آدمی اٹھا
اور بالکل اسی کے سے انداز میں لچکنے لگا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے گہرے نشے میں ہو.... ہال میں قہقہے
بلند ہوئے.... رقاصہ بھی شاید اس کی اس حرکت سے محظوظ ہو رہی تھی۔ اس لئے وہ وہیں رک
کر اپنے جسم کو تھرکاتی اور لچکاتی رہی.... وہ دونوں ہی اسپاٹ لائٹ کے دائرے میں تھے۔

دفعتاً حمید نے مووی کیمرے کے چلنے کی آواز سنی اور چونک کر مڑا۔ فریدی ان کی تصویریں
لے رہا تھا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت کسی طرف سے ایک بوتل آکر اُس کے ہاتھوں سے ٹکرائی اور کیمرہ
فرش پر جا گرا.... فریدی اسے اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے
اس پر چھلانگ لگائی.... اور شاید کیمرے پر قبضہ بھی کر لیا.... لیکن فریدی کی ٹھوکر اسے دور لے
گئی۔ پھر حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے فریدی اڑتا ہوا اس پر جا پڑا ہو۔

ہال میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سارے بلب روشن ہو گئے۔ اسپاٹ لائٹ غائب ہو چکی تھی اور
رقاصہ ایک جانب سہمی کھڑی تھی۔

وہ دونوں فرش پر گتھے ہوئے تھے.... ان کے گرد مجمع اکٹھا ہونے لگا۔

"ہٹ جائیے.... ہٹ جائیے یہاں سے۔" حمید نے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا۔ "پولیس"

"پولیس کی ایسی تیسی....!" کوئی نشے میں غرایا۔ "یہاں بھی پولیس! وہاں بھی پولیس
خواب گاہوں میں پولیس.... قبر میں پولیس.... جہنم میں بھی پولیس.... ہینہ....!"

پھر حمید نے دیکھا کہ فریدی صدر دروازے کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اس کے آگے کیمرے پر جھپٹنے والا تھا۔

باہر نکل کر اُس نے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی.... فریدی اس طرف دوڑا تھا جہاں انہوں نے لنکن پارک کی تھی۔

حمید کو اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ بھی لنکن میں کیونکر بیٹھا تھا۔

پھر لنکن کی رفتار کا کیا پوچھنا۔ فریدی ڈرائیو کر رہا تھا.... اور شاید کسی کے تعاقب میں۔ سنسان سڑک پر بہت دور کسی گاڑی کی عقبی سرخ روشنی دکھائی دے رہی تھی۔

"کچھ بتائیے بھی تو....!" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "اس طرح بھاگنے کی کیا ضرورت ہے رقاصہ پیچھا کر رہی ہے۔"

"خاموش بیٹھو....!"

"کیا وہ کیمرہ لے گیا۔"

"ہاں....!"

"آپ بھی تو کمال کر رہے تھے۔ مجھ سے کہتے.... میں ہزاروں پن اَپ لڑکیوں کی تصویریں جی اسٹرنگ والی مہیا کر دیتا۔"

"ہوں.... تو میں اس لئے اس کی تصویریں لے رہا تھا....؟" فریدی غرایا۔

"چلئے تسلیم کہ کسی نیک مقصد کے لئے آپ ایسا کر رہے تھے.... لیکن پھر بھی....!"

"بکو مت....!"

"اللہ رحم کرے....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

دونوں گاڑیوں کا فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا.... فریدی نے رفتار کچھ اور تیز کر دی۔ حمید سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"آخر وہ کیمرہ کیوں لے بھاگا.... کون تھا....؟"

"یہی تو دیکھنا ہے؟"

دفعتاً اگلی کار رک گئی اور کوئی اُتر کر بھاگا.... فریدی نے پورے بریک لگائے۔ لنکن دھچکے کے ساتھ رک گئی۔ دوسرے لمحے میں فریدی بھی اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

دونوں بائیں جانب کی ڈھلان میں اُتر گئے تھے۔ حمید نے سوچا کہ وہ اسے دوسری طرف سے کیوں نہ گھیر لے.... اسی خیال کے تحت وہ اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا اور کیڈی کو آگے نکال لے گیا۔ تاروں کی چھاؤں میں دونوں صاف نظر آ رہے تھے.... اگلے موڑ پر گاڑی روک کر وہ خود بھی ڈھلان میں اترتا چلا گیا۔

کیمرہ اڑا لے جانے والا سامنے سے بڑھتا آ رہا تھا.... حمید ایک ٹیکرے کی اوٹ میں دبک گیا.... وہ بڑی تیزی سے دوڑتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا.... جیسے ہی قریب آیا حمید نے زمین پر ہتھیلیاں ٹیک کر ٹانگ ماری اور وہ اچھل کر دور جا گرا.... ساتھ ہی حمید نے اس پر چھلانگ لگائی۔ فریدی قریب پہنچ چکا تھا۔ حمید اسے چھاپ بیٹھا تھا۔

"بہت اچھے۔" فریدی جیب سے ٹارچ نکالتا ہوا بولا۔ لیکن پھر جیسے ہی ٹارچ کی روشنی گرنے والے پر پڑی اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ "یہ کیا کیا۔"

گرنے والے کا منہ بھرتا بن گیا تھا.... متعدد جگہوں سے خون پھوٹ رہا تھا۔

"بیہوش ہو گیا ہے....!" حمید اسے چھوڑ کر ہٹتا ہوا بولا۔

"لیکن کیمرہ....!" فریدی کا لہجہ پُر تشویش تھا۔ ٹارچ کی روشنی آس پاس چکرا رہی تھی۔ بے ہوش آدمی کو بھی الٹا پلٹا گیا۔ لیکن کیمرہ نہ مل سکا۔

"کہیں گاڑی ہی میں نہ چھوڑ آیا ہو۔" حمید بولا۔

"ہو سکتا ہے.... اچھا اسے اٹھاؤ....!"

"جی....!" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "چھاپ بیٹھنے کی ذمہ داری میری۔ اٹھائے پھرنا بس سے باہر ہے۔"

"بکواس مت کرو۔"

"کہاں لے چلئے گا۔"

"گاڑی تک۔"

"چلئے صاحب....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

ان دونوں نے اُسے اٹھایا اور لنکن تک لائے۔ پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ وہ گہری گہری سانسیں

لے رہا تھا۔

"تم نے عقل مندی سے کام لیا۔" فریدی انجن اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔

حمید کچھ نہ بولا.... لیکن حرکت میں آچکی تھی۔ وہ پھر اسی جگہ آئے جہاں بھاگنے والے نے اپنی گاڑی چھوڑی تھی۔

فریدی نے ٹارچ کی روشنی میں اس کی گاڑی بھی دیکھ ڈالی لیکن کیمرہ نہ ملا۔

"ارے میں دوسرا خرید دوں گا.... پیچھا بھی چھوڑیئے منحوس کا....!" حمید نے کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر حمید سے مخاطب ہوا.... "تم یہ گاڑی کوتوالی لے جاؤ.... میں اسے ہسپتال لے جاؤں گا۔"

حمید نے خاموشی سے تعمیل کی۔ انجن اسٹارٹ کیا اور فریدی سے مزید کچھ پوچھے بغیر گاڑی آگے بڑھا دی۔

تفریح کرکری ہو چکی تھی.... بڑی موج میں کیمرے سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ کیمرے کا چرخہ چل گیا.... اور اب نتیجے کے طور پر ایک آدمی ہسپتال جا رہا تھا اور وہ خود اُس کی گاڑی سنبھالے ہوئے کوتوالی کی جانب رواں دواں تھا۔

یہ زندگی ہے.... وہ سوچ رہا تھا۔ کہیں چین نہیں! تفریح میں بھی ڈیوٹی سر پر سوار ہو جاتی ہے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ شہر ہی چھوڑ بھاگا طویل رخصت پر۔ لیکن کیا وہاں کام سے پیچھا چھوٹا تھا۔ بعض اوقات تو وہ سوچنے لگتا کہ کوئی بدروح ان کے لئے لاشیں مہیا کرنے کا ٹھیکہ لے بیٹھی ہے۔

کار تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی اور وہ بور ہوتا رہا.... ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا کہ فریدی بھی آرہا ہے یا نہیں۔

دفعتاً سامنے کچھ دور پر ایک آدمی نظر آیا جو بیچ سڑک پر دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

حمید نے بریک لگائے.... اور گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈال دیا.... گاڑی پیچھے بھاگتی چلی گئی سڑک سنسان تھی.... خطرے کی بو سونگھ لینے کے بعد آگے بڑھنا حماقت ہی ہوتی۔ ویسے ریورس گیئر میں ڈال کر گاڑی پیچھے بھگانا بھی عقل مندی کا کام نہیں تھا۔ بہر حال وہ دیکھ ہی رہا تھا کہ ہاتھ ہلا کر گاڑی رکوانے والے نے اب گاڑی کی طرف دوڑنا شروع کر دیا تھا۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو.... خدا کے لئے ٹھہر جاؤ.... مجھے بچاؤ۔" وہ چیخ رہا تھا۔

حمید اس کی پرواہ کئے بغیر گاڑی کو پیچھے بھگاتا رہا۔ پھر اسے پیچھے کسی دوسری گاڑی کی ہیڈ لائٹس دکھائی دیں۔

کرنل کے علاوہ اور کون ہوگا۔ اس نے سوچا اور گاڑی کو اسی طرح بیک کرتا ہوا ہارن بجانے لگا۔ پچھلی گاڑی کی رفتار کم ہو رہی تھی۔

بالآخر حمید بھی بریک لگاتا ہوا چیخا۔ "میں ہوں.... خطرہ۔"

گاڑی روک دی گئی لیکن ہیڈ لیمپ روشن ہی رہنے دیئے تھے۔

دوسری گاڑی میں فریدی ہی تھا۔ اتر کر قریب آیا۔

"کیا بات ہے؟"

"وہ دیکھئے....!" حمید نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ وہ آدمی اب بھی اُن کی طرف دوڑا آرہا تھا۔

"میں دیکھ رہا ہوں.... تم زبان ہلاؤ۔"

"بیچ سڑک پر آکھڑا ہوا تھا.... گاڑی رکوانا چاہتا تھا۔"

"ہوں.... ٹھہرو.... آنے دو۔"

وہ آدمی قریب آیا اور ہانپتا ہوا آگے پیچھے جھولنے لگا....

"ب.... بچاؤ...." اس نے گرتے گرتے کہا۔ حمید نے کوشش کی تھی کہ سنبھال لے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

"یہ بھی بیہوش ہو گیا۔" حمید نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"اسے بھی اٹھا کر اس گاڑی میں ڈالو۔"

حمید نے پھر ٹھنڈی سانس لی لیکن کچھ بولا نہیں۔ دونوں نے اس بیہوش آدمی کو بھی اٹھا کر گاڑی میں ڈال دیا۔

"میں آگے چلتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "تم یہ گاڑی ذرا کنارے کر لو۔"

حمید نے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے لنکن کو نکال لے جانے کا اشارہ کیا۔ اب لنکن آگے جا رہی تھی.... حمید نے جمائی لے کر بُرا سا منہ بنایا۔ دیر سے پائپ نہیں پیا تھا۔

"ہائے نہیں.... ہائے نہیں۔" پچھلی نشست سے ایسی ہی آواز آئی جیسے کوئی خواب میں

بڑبڑا رہا ہو۔

"کیا تم زندہ ہو؟" حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔ لیکن جواب نہ ملا۔

گاڑی کے انجن کی آواز اسے ایسی لگی جیسے خود اس کی کھوپڑی سے نکل رہی ہو۔ تھوڑ بعد پچھلی نشست سے پھر آواز آئی۔ "بچاؤ.... بچاؤ.... میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

"آہا نک....!" حمید کے سینے سے ایک جگر خراش آہ نکلی اور وہ اس طرح منہ چلانے لگا بیہوش آدمی کو کچا ہی چبا جائے گا۔

"میں کہاں ہوں.... میں کہاں جا رہا ہوں۔" پچھلی نشست سے آواز آئی۔

"تم زندہ ہو....!" حمید نے پوچھا۔

"ہاں میں زندہ ہوں.... تم کون ہو۔" اس کی آواز خوفزدہ تھی۔

"میں کنواریوں اور کنواروں کا ٹھیکدار ہوں۔"

"نہیں نہیں.... میں شادی نہیں کروں گا۔ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ تم مجھے گولی مار دو"

"تو یہاں اس ویرانے میں شادی ہو رہی تھی.... کیوں؟"

"میرے حواس بجا نہیں ہیں.... سچ بتاؤ تم کون ہو....؟"

"تم چیختے ہوئے میری گاڑی کی طرف آ رہے تھے۔"

"اُو.... ہاں.... یاد آ رہا ہے اب.... بہت بہت شکریہ.... لیکن آپ کون ہیں؟"

"ایک امن پسند شہری۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے.... یہ بہت اچھی بات ہے.... مم.... مگر....!"

"کہتے رہو.... رکنے کی ضرورت نہیں۔ میں غور سے سن رہا ہوں۔"

"میں دنیا کا بدبخت ترین آدمی ہوں۔"

"ایسا نہ کہو دوست ورنہ شادی سے قبل ہی شادی سے دور بھاگنے کی کوشش نہ کرتے۔"

"میں نہیں سمجھا! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"لوگ عموماً شادی کر لینے کے بعد شادی سے دور بھاگتے ہیں۔"

"ارے تو میں ان بدبختوں سے کب کہتا ہوں کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کن بدبختوں کا تذکرہ ہے۔"

"میں خود بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔"

"یار کہیں تم بہت زیادہ تو نہیں پی گئے۔"

"ہرگز نہیں.... میں نشے میں نہیں ہوں۔"

"تو پھر کسی رسالے کے ایڈیٹر ہو گے جسے جاگتے میں بھی سالانہ خریداروں کے خواب آتے ہوں۔"

"نہیں جناب میں تو سکول ماسٹر ہوں۔"

"کسی گرلز سکول کے۔"

"وہاں مخلوط تعلیم ہوتی ہے۔"

"مرض سمجھ میں آگیا۔"

"جی....!"

"کچھ نہیں، کوئی خاص بات نہیں تم ہر اس طالبہ کو اپنی عاشق سمجھ لیتے ہو جو تم سے اخلاق سے پیش آتی ہے۔"

"بالکل غلط.... جب میں شادی کرنا ہی نہیں چاہتا....!"

"خیر.... خیر.... تم بعض بدبختوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔"

"ہاں.... لیکن میں ان کی نشاندہی نہ کر سکوں گا۔"

"تم ایک پولیس آفیسر سے گفتگو کر رہے ہو اس لئے محتاط رہو۔"

"میرے خدا.... پپ.... پولیس آفیسر....!"

"ہاں اب بتاؤ کیا قصہ ہے؟"

"قق.... قصہ.... بخدا میں بھی نہیں جانتا کہ کیا قصہ ہے۔"

"پھر بکواس شروع کر دی تم نے۔ اس وقت یہاں اس ویرانے میں کیا کر رہے تھے۔"

"وہ لوگ مجھے پکڑ لائے ہیں.... مجبور کر رہے تھے کہ میں شادی کر لوں۔"

"کس سے....؟"

"وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک بڑے سرمایہ دار کی لڑکی ہے؟"

"لڑکی دیکھی ہے تم نے....!"

"نن نہیں جناب....!"

"کیا پہلی بار پکڑا تھا تمہیں....!"

"نہیں جناب کئی بار میری پٹائی کر چکے ہیں.... آپ کو میرے سارے جسم پر نشان آئیں گے۔"

"اپنا نام اور پتہ بتاؤ۔ کس سکول میں پڑھاتے ہو۔"

"سینٹ جوزف سکول میں.... مجھے واحد علی کہتے ہیں! دولت گنج میں رہتا ہوں مکان نمبر تین سو چودہ۔"

"بھلا وہ تمہیں کس طرح پکڑتے ہیں.... بچے تو ہو نہیں۔"

"دھوکا کھا جاتا ہوں۔ آج شام کو کیفے شبانہ میں چائے پی رہا تھا۔ چائے پی کر باہر نکلا ہی فٹ پاتھ سے لگا ہوا ایک موٹر رکشہ کھڑا تھا۔ میں اس میں بیٹھ گیا۔ دولت گنج چلنے کو تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ وہ غلط راستے پر جا رہا ہے۔ میں نے اعتراض کیا تو ڈرائیور بولا اِدھر ایک کام ہے۔ آپ جتنا ہمیشہ دیتے ہیں اتنا ہی دیجئے گا.... میں خاموش ہو رہا.... پھر سے باہر نکل آیا.... میرے چیخنے چلانے پر بھی میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ پیچھے ایک کار تھی میں سمجھ گیا کہ آج پھر اسی پراسرار چکر میں پڑ گیا ہوں۔ ایک جگہ موٹر رکشہ رکا.... پیچھے والی کار بھی رکی.... چار آدمی اس پر سے اُترے اور مجھے پکڑ کر ایک طرف گھسیٹ لے گئے!"

"بڑی عجیب کہانی ہے....!"

"آج وہ دھمکی دے رہے تھے کہ اگر میں نے رضامندی ظاہر نہ کی تو مجھے جان سے مار دیں گے"

"تم آخر تیار کیوں نہیں ہو جاتے۔"

"نہیں جناب۔ موت گوارا ہے.... لیکن شادی.... ہرگز نہیں۔"

"میرا چیف تم سے مل کر بے حد خوش ہو گا....!"

"میں نہیں سمجھا جناب۔"

"وہ بھی اس معاملے میں تمہاری ہی طرح عدیم المثال ہے۔"

"خدا جانے....!" وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑا کر رہ گیا۔

"تو پھر اب تم کیا چاہتے ہو۔"

"مجھے میرے گھر پہنچا دیجئے.... ہمیشہ احسان مانوں گا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کہانی میں جھوٹ کتنے فیصد ہو سکتا ہے۔ "تو پھر تم ان سے کس طرح نکل بھاگے۔" حمید نے کچھ دیر بعد اس سے پوچھا۔

"وہ سڑک تک میرے پیچھے آئے تھے.... بس کسی طرح نکل بھاگا تھا....!"

"تمہارے گھر میں کتنے افراد ہیں....!"

"میں تنہا ہوں.... گھر والے گاؤں میں رہتے ہیں۔"

"تب تو وہ تمہارے گھر میں بھی گھس سکتے ہیں.... تم کیا بگاڑ لو گے اُن کا۔"

"پھر بتائیے.... میں کیا کروں....؟" اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

دفعتاً ہیڈ لیمپ لنکن پر پڑی جو کچھ فاصلے پر سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ حمید نے ہارن .... فریدی نے کھڑکی سے ہاتھ نکال کر رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

گاڑی لنکن کے قریب ہی جا رکی۔

"کیا بات ہے....!" حمید نے پوچھا۔

"پٹرول ختم ہو گیا ہے.... ذرا دیکھو تو اس گاڑی کی کیا پوزیشن ہے۔"

"ٹنکی سے نکالئے گا کیسے....؟"

"تم فکر نہ کرو....!"

حمید گاڑی سے اُترا.... گاڑی لنکن کے برابر ہی کھڑی تھی۔

"یہ لو....!" فریدی نے اسے ربر کا ایک پتلا سا پائپ دیتے ہوئے کہا۔ "اسی پائپ سے نکال لوں گا۔"

پھر وہ بھی لنکن سے اُتر آیا.... حمید گاڑی کی ٹنکی میں ربر کا پائپ ڈال رہا تھا۔ فریدی بھی اس کے قریب آ گیا۔

اچانک ایک ہوائی فائر ہوا اور وہ دونوں اچھل پڑے.... بارود کے دھوئیں کی بو فضا میں پھیل رہی تھی۔

فریدی لنکن کی طرف جھپٹا۔

"اوہ...." حمید نے اس کی آواز سنی۔ "کھوپڑی میں گولی ماری گئی ہے۔"

حمید اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ کی طرف لپکا.... شادی سے ڈرنے والا غائب تھا۔
لنکن میں پڑے ہوئے بیہوش آدمی کی کھوپڑی سے خون ابل رہا تھا۔

چار لکیریں

"یہ کیا ہو گیا۔" حمید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"وہ آدمی کہاں گیا....!"

"وہ آدمی....!" حمید چاروں طرف اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔

"تلاش کرو.... ادھر....!" فریدی نے بائیں جانب والی ڈھلان کی طرف اشارہ
بائیں جانب اترتا چلا گیا۔

حمید ڈھلان سے نیچے اُتر آیا تھا.... اندھیرے میں کہیں کوئی متحرک چیز نہ دکھائی
کہاں دوڑتا پھرے اندھیرے میں.... اس نے سوچا اور اسے اپنی حماقت پر بھی غص
تھا کہ وہ کتنی صفائی سے اُلو بنا گیا۔

سڑک ، ہارن کی آواز آئی.... شائد فریدی اسے واپس بلا رہا تھا.... وہ او
فریدی لنکن میں بیٹھ چکا تھا۔

"اس گاڑی کے نمبر نوٹ کر کے تم بھی اِدھر ہی آجاؤ....!" اس نے حمید سے کہا۔

"کیا نہیں ملا....؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں....!"

حمید نے ٹارچ کی روشنی میں گاڑی کے نمبر نوٹ کئے اور اگلی نشست پر جا بیٹھا۔

"احمق....!" فریدی بڑبڑایا۔

"خواہ مخواہ بور نہ کیجئے....!"

"میں نے کہا تھا گاڑی میں پٹرول نہیں ہے...." فریدی نے کہا اور ربر کا پائپ
نیچے اُتر گیا.... حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی پھر لنکن میں آ بیٹھا۔

اب وہ شہر کی طرف جا رہے تھے۔

"ساری محنت برباد ہو گئی...." فریدی بڑبڑایا۔ "بمشکل تمام ایک آدمی ہاتھ آیا تھا۔"

"ایک نہیں دو ہاتھ آئے تھے...." حمید پائپ کا کش لے کر بولا۔

"میں اس لاش کی بات کر رہا ہوں۔"

"کئے جائیے....!" حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

اسے علم نہیں تھا کہ ان دنوں فریدی کے پاس کوئی کیس بھی تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر فریدی ہی بولا۔ "میرا خیال ہے کہ نیاگرا سے یہ خالی ہاتھ ہی
فا. کیمرہ وہیں کسی نے اس سے لے لیا ہوگا۔"

"بھلا میں کیا عرض کر سکتا ہوں اس سلسلے میں....!"

"بہت چڑچڑے ہو رہے ہو۔"

"مجھے علم نہیں....!"

"یہ ایک حیرت انگیز کیس ہے....!"

"ممکن ہے....؟" حمید نے لاپرواہی سے کہا۔

پھر فریدی نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ لنکن سنسان سڑک پر تیرتی رہی۔

"کام اب شروع ہوگا حمید صاحب....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"ارشاد....! کیپٹن حمید خود کو ایک ٹائپ لائٹر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

"یہ لاش ایک بڑے آدمی کی کوٹھی کے سامنے چھوڑ دی جائے گی۔"

"خیال اچھا ہے.... اس طرح ہمارا فنگر پرنٹ سیکشن بڑی آسانی سے ہماری انگلیوں کے
نات کے فوٹو لے سکے گا۔"

"خوشی ہوئی کہ تمہاری سوجھ بوجھ بڑھ رہی ہے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن ہم انہیں اس کا
قع نہیں دیں گے۔ اس کے جسم سے وہ ساری چیزیں علیحدہ کر دیں گے جن پر انگلیوں کے
انات مل سکنے کے امکانات ہوں۔"

"اس کے جوتے اتار کر بھاگئے گا۔"

"خیال درست ہے.... جوتوں ہی پر امکانات ہو سکتے ہیں لہٰذا اتارنے کی بھی ضرورت

نہیں۔ صرف رومال پھیر دینا کافی ہوگا۔"

"اب یہ وقعت رہ گئی ہے ہماری کہ لاشوں کے جوتے صاف کرتے پھریں۔" بولا۔

"لیکن جناب....!" حمید نے کچھ دیر بعد دانت پر دانت جما کر کہا۔ "ابھی شہر میں پہل ہوگی۔ ہم یہ لاش وہاں ڈالیں گے کیسے؟"

"نہیں وہ علاقہ قطعی طور پر ویران ہوچکا ہوگا.... لیکن پھر بھی تمہاری بوکھلاہٹ ہوگی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہیں چل کر سمجھ لینا....!"

حمید بجھے ہوئے پائپ کو دوبارہ سلگا رہا تھا۔

کار شہر کے اس حصے میں داخل ہو رہی تھی جہاں بہت بڑے بڑے تاجروں تھیں۔ یہاں ساری سڑکیں سنسان نظر آئیں.... عمارتوں کی کھڑکیوں سے گہری نیلے رنگ کی روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔

لنکن ایک عمارت کے پھاٹک سے چند گز دور جاکر رک گئی۔

"کیا....؟" حمید کے لہجے میں سچ مچ بوکھلاہٹ تھی۔

"....!" فریدی مسکرایا۔ "غالباً محبوبہ دلنواز کی کوٹھی ہے....!"

"یعنی کہ یہاں....؟"

"خبردار....!"

"مم... مگر....!"

"کچھ نہیں....!" فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ "نیچے اترو....!"

حمید اترا نہیں بلکہ لڑھک آیا....

"آپ جانتے ہیں یہاں کون رہتا ہے....؟" حمید نے سرگوشی کی۔

"وقت نہ ضائع کرو...." فریدی نے اسے پچھلی نشست کی طرف دھکیل دیا۔

دونوں نے پچھلی نشست سے لاش اتاری اور عمارت کے پھاٹک کے قریب لا

نیں تیز ہوگئی تھیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کانوں میں سیٹیاں سی بج رہی ہوں۔

وہ دونوں پھر گاڑی میں آبیٹھے.... گاڑی چل پڑی.... حمید کبھی فریدی کی طرف دیکھنے لگتا ونڈ شیلڈ کی طرف۔

فریدی خاموش تھا.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ گھنٹوں سے صرف خیالات دبا رہا ہو۔ ہاتھ پیروں کو جنبش بھی نہ دی ہو۔

"آپ نے اچھا نہیں کیا....؟" حمید کھکار کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ بہت کمزور دل کا آدمی ہے.... کہیں حرکت قلب بند نہ ہوجائے۔"

"پتہ نہیں تم کس کی باتیں کر رہے ہو۔"

"پھر آپ نے محبوبہ دلنواز کا حوالہ کیوں دیا تھا۔"

"کیا تم آج کل روزا سنہا سے پینگیں نہیں بڑھا رہے....؟"

"اس لئے آپ چاہتے ہیں کہ سر سنہا کا ہارٹ فیل ہوجائے۔"

"لحیم شحیم آدمی ہے۔"

"دل کے دورے پڑتے ہیں اس پر.... آخر لاش اسی کے دروازے پر کیوں ڈالی گئی ہے۔"

"دماغ مت چاٹو.... ابھی گاڑی دھونی ہے....!"

"کیا زبان سے دھوئی جائے گی....!" حمید جھنجھلا کر بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ "وہ کون تھا اور آپ کا کیمرہ کیوں لے بھاگا تھا؟"

"میں نے کچھ تصویریں لی تھیں۔"

"کیا اس کا تعلق اسی ڈانسنگ پارٹی سے تھا....؟"

"آہا....!" فریدی ہلکے سے قہقہے کے ساتھ بولا۔ "تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نے اس کی کی تصویریں لی تھیں....!"

"پھر....؟"

"وہ تصویریں اس آدمی کی تھیں جو نشے میں خود بھی ناچنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"اب کچھ نہیں پوچھوں گا....!" حمید نے بے اعتباری سے کہا۔

"یقین کرو....!"

"یقین کر کے کیا کروں گا جبکہ اس کے باوجود بھی کچھ سمجھ میں نہ آئے۔" حمید
ہاتھ مار کر بولا۔

"فی الحال میں کچھ سمجھانا بھی نہیں چاہتا۔ تم جانتے ہو جب تک کوئی چیز خود میر
میں صاف نہیں ہو جاتی۔ اسے زبان پر نہیں لاتا۔ عرصہ سے کچھ لوگوں کی نگرانی کر رہا
بالآخر وہ لوگ ہوشیار ہو ہی گئے.... اور کم از کم ان کی آج کی حرکت سے یہ تو ثابت ہو
میری محنت برباد نہیں ہوئی۔"

حمید ذہن پر زور دینے لگا۔ اس نے ان دنوں فریدی کو اکثر مووی کیمرہ استعمال کر
تھا۔ راہ چلتے تصویریں لینے لگتا۔

"تو کیا.... وہ کیمرہ؟"

"ہاں.... کیمرہ ہی تو بعض چیزیں اجاگر کرنے کا باعث بنتا ہے۔"

"کیا آپ مجھے کیمرے ہی کے بارے میں مزید کچھ نہ بتا سکیں گے۔"

"بتاؤں گا....!" فریدی نے کہا اور مزید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

لنکن فریدی کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ لیکن انہیں یہ دیکھ کر حیرت
پھاٹک بند نہیں تھا.... چوکیدار پھاٹک کی طرف آتا دکھائی دیا.... پورچ میں ایک گاڑی
نظر آئی۔

"مار ڈالا....!" حمید کراہا۔

"کیوں....؟ کیا ہوا....؟"

"قاسم کی بیوی معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا تم کسی طرح اس سے اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔" فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی گاڑی کو گیراج کی طرف لے جا رہا تھا۔

ڈرائنگ روم میں قاسم ہی ان کا منتظر تھا۔ رہ رہ کر اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگتا
سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہا ہو۔ انہیں دیکھ کر سیدھا ہو بیٹھا۔ چند لمحے منہ کھو

پھاڑے حمید کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم نے میری زندگی برباد کر دی ہے؟"

"مت بکواس کرو....!" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"سالے تم نے مجھے حضور کیوں بنایا تھا.... بتاؤ۔" اس نے گھونسہ ہلا کر پوچھا۔ فریدی نے
حمید کو گھور کر دیکھا۔

"اب بتاؤ.... میں کیا کروں....!"

"کیا بات ہے....؟" فریدی نے پوچھا اور قاسم اس طرح اچھل پڑا جیسے اب اس کی
دگی کا احساس ہوا ہو۔

"سالالیم....!" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کر ہاتھ پیشانی تک لے گیا۔

"بیٹھو.... بیٹھو....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

قاسم بیٹھ گیا.... لیکن حمید کو اسی طرح پھاڑ کھانے والے انداز میں گھورتا رہا۔

"مصوری اور زندگی کی بربادی سے کیا تعلق....؟" حمید نے اس سے پوچھا۔

"بالکل تعلق ہے....!" قاسم غرایا۔ "میں کہہ رہا تھا کہ میں مصور نہیں بن سکتا۔ قہنے لگے
بن سکتے ہو.... اب بتاؤ۔"

"بہتر ہے تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔" فریدی نے کہا۔

"کہاں تک رہوں خاموش....!"

"ابے تو آخر کیا ہوا....؟" حمید نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری ایسی کی تیسی ہوا....!"

"ہوا نہیں ہوئی....!"

"ٹھینگے سے.... تم سالے بتاؤ میں اب کیا کروں۔"

"کیا تم آدمیوں کی طرح گفتگو نہیں کر سکتے۔" فریدی نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"کر سکتا ہوں.... مگر نہیں کروں گا۔"

فریدی نے حمید کو غصیلی نظروں سے گھورا اور کمرے سے نکل گیا۔

حمید قاسم کے قریب آکر اس کا شانہ سہلانے لگا اور اس نے کسی نخریلی عورت کے سے
از میں اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"کچھ بولو بھی پیارے...." حمید نے کہا۔

"اب یہ بولوں گا کہ اللہ کرے تم مر جاؤ....!"

"ٹھیک ہے مر بھی جاؤں گا.... لیکن تم....!"

"نہیں ابھی مرو....!"

"ابے ہوش ہے یا نہیں....!"

"میں تو ہوش میں ہوں.... مگر وہ سالی کیوں بے ہوش ہو گئی تھی اور کیوں میری
سوار ہے۔"

"کون کس کی باتیں کر رہے ہو۔"

"روزا سنہا کی....!"

"کون روزا سنہا.... میں نہیں جانتا۔"

"وہی جو میری نمائش کرنا چاہتی تھی۔"

"تمہاری نمائش....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "تمہاری نمائش کوئی عورت کرنا چاہ

"میری نہیں میری تصویروں کی....!"

"آہا تو یہ کہو.... بڑے مصور ہو رہے ہو۔"

"جی نہیں میں بالکل چغد ہو رہا ہوں۔" قاسم نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"تو روزا سنہا تمہاری تصاویر کی نمائش کرنا چاہتی ہے....!"

"ابے تم میری جان بچاؤ.... ہاں....!" قاسم آنکھیں نکال کر گھونسہ دکھاتا ہوا بو

"تصویروں کی نمائش سے....!"

"نہیں اپنے باوا کے کفن سے.... تم سمجھتے قیوں نہیں۔"

"سمجھنے ہی کی کوشش کر رہا ہوں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "تو وہ روزا سنہا کیا کہتی ہے۔"

"میری ہی کوٹھی میں رہ پڑی ہے.... کہے گی کیا۔"

"کیا مطلب....!"

"کہتی ہے میں اب اس گھر سے باہر قدم نہ نکالوں گی۔"

"مگر کیوں....؟"

"ابے کیا میں روزا سنہا ہوں کہ بتا دوں....؟" قاسم جھلا کر بولا۔

"نہیں نہیں! تم تو نیلم پری ہو۔"

"اور کیا....!" قاسم نے رو میں سر ہلا کر کہا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ "قیا قیا۔"

"کچھ بھی نہیں! تم شروع سے بتاؤ کہ کیا ہوا تھا۔"

قاسم نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ حمید غور سے سنتا رہا.... فریدی اس وقت کمرے میں داخل ہوا جب قاسم کہہ رہا تھا۔ "وہ میری تصویریں دیکھتی پھر رہی تھی ایک تصویر دیکھ کر نہ جانے وہ کیوں ڈر گئی۔ پھر گری اور بیہوش بھی ہو گئی۔ بڑی مشکل سے ہوش میں آئی.... اور اب کہتی ہے کہ میں کوٹھی سے باہر قدم نہ نکالوں گی۔"

فریدی دروازے کے قریب ایک کرسی پر خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔

"کوئی وجہ بھی بتاتی ہے یا....!"

"ابے کچھ بھی نہیں! لاکھ لاکھ پوچھا۔ جواب ندارد.... اور وہ ظالم جہاں بیگم میرا کلیجہ کھائے لے رہی ہے۔ کہتی ہے تم لوگ ڈرامہ کر رہے ہو.... اس طرح اس عورت کو گھر میں ڈالنے کا ارادہ ہے.... اب بتاؤ سالے میں کیا کروں.... مصور تو بنا دیا تھا....!"

"واقعی تمہاری بیوی آپے سے باہر ہو رہی ہوگی۔" حمید نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"زندگی حرام کر دی ہے۔"

"کیا روزا سنہا اب بھی کوٹھی ہی میں ہے۔"

"ابے تم ہوش میں ہو یا نہیں! کوٹھی میں نہ ہوتی تو میں یہاں بیٹھا ہوتا۔"

"کیا قصہ ہے....!" فریدی نے پوچھا۔

"بھوک کے مارے بولا نہیں جا رہا مجھ سے۔ اب پھر قصہ سناؤں۔" قاسم پیٹ پر ہاتھ پھیر کر مردہ سی آواز میں بولا۔ "ابھی رات کو کھانا بھی نہیں کھایا۔ بیغم نے کھانا بھی نہیں پکنے دیا۔ قہتی ہے بھوکا ماروں گی حرامزادی کو۔"

حمید نے جلدی جلدی فریدی کو پوری کہانی سنائی.... فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "وہ تصویر کیسی تھی۔"

"وہ میری تھی ہی نہیں۔"

"تو کیا تم نے دوسروں کی تصاویر بھی اپنے نگار خانے میں رکھ چھوڑی ہیں۔"

"ہرگز نہیں! مجھے کیا پڑی ہے کہ دوسروں کی تصویریں اپنے نگار خانے میں رکھتا پھروں"

"وہ اب تصویر کہاں ہے؟"

"ساتھ لایا ہوں.... سمجھ میں نہیں آتا سالی کیسے آ گئی وہاں.... جب میں کمرے

اس وقت تو نہیں تھی۔"

"لاؤ مجھے دکھاؤ....!"

"وہ رکھی ہے۔" قاسم نے میز کی طرف اشارہ کیا جس پر پرانے اخبار میں لپٹا ہوا ایک بڑا تصویری فریم رکھا ہوا تھا۔

حمید نے جھپٹ کر اُسے اٹھایا۔

یہ سرخ رنگ کی تین متوازی لکیریں تھیں۔ جنہیں سیاہ رنگ کی چوتھی لکیر درمیان سے کرتی تھی۔

فریدی انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ پھر قاسم سے بولا۔ "بہتر ہے تم یہیں کھانا کھالو۔"

قاسم منہ چلانے لگا۔ فریدی نے گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔ فریدی کچھ ہدایات دیں اور قاسم کو اس کے ساتھ بھیج دیا۔

اب وہ حمید کو گھور رہا تھا۔

"ہوں اب تم بتاؤ۔" فریدی نے اس سے کہا۔

"میں کیا بتاؤں....؟"

"مجھ سے بھی اڑنے کی کوشش کرو گے؟"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"روزا سنہا کو اس کے گھر کس نے بھیجا تھا۔"

"میں نے....!"

"کیوں؟"

"تفریحاً! اس نے بتایا تھا کہ کلچر سنٹر کا فنڈ ختم ہو گیا ہے۔ میں نے سوچا اس طرح وہ سے کچھ وصول بھی کر سکے گی۔"

"لیکن وہ اس کی کوٹھی ہی میں جم کر رہ گئی۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ چیز میری اسکیم میں شامل نہیں تھی۔ خود مجھے بھی اس پر حیرت ہے۔"

"روزا سنہا کو کب سے جانتے ہو۔"

"دو ماہ پہلے کلچر سنٹر ہی کے کسی فنکشن میں کسی نے تعارف کرا دیا تھا۔"

"پھر وہ خود ہی تم سے ملنے کے مواقع پیدا کرتی رہی ہوگی کیوں....؟"

"اب بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "پتہ نہیں کیا چکر ہے۔ ابھی ابھی لاش اس کی کوٹھی کے سامنے پھینکی گئی اور خود اس مصیبت میں گرفتار رہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ قاسم کچھ دیر بعد پھر دکھائی دیا لیکن اس بار چہرے پر جھلاہٹ کی بجائے سکون پایا جاتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کوئی بے حد خوش اخلاق آدمی ہو۔

فریدی نے اس کے ساتھ اس کی کوٹھی تک جانا منظور کر لیا تھا۔

"قرنل صاحب۔" قاسم چہک کر بولا۔ "میں صرف یہی چاہتا ہوں کہ وہ اس وقت تو کوٹھی سے چلی ہی جائے۔"

"اور اس کے بعد....؟" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"جی ہی ہی ہی....!" قاسم آنکھیں چراتا ہوا کھسیانی ہنسی ہنسا۔

"اس کے بعد تو یہ اپنے والد صاحب سے اس کا نکاح پڑھوا دیں گے۔" حمید نے کہا۔

"اے اے....!" قاسم مکا تان کر بولا۔ "ابھی میں تمہارے باپ کا نکاح پڑھوا دوں تو کیسا لگے گا۔"

فریدی نے بیچ بچاؤ کرا دیا ورنہ قاسم تو آپے سے باہر ہو گیا تھا۔

کوٹھی پہنچ کر معلوم ہوا کہ روزا سنہا سو رہی ہے۔ قاسم اس فکر میں تھا کہ فریدی کسی نہ کسی طرح اُسے کوٹھی سے لے جائے لیکن فریدی تو دراصل یہ معلوم کرنے گیا تھا کہ وہ تصویر قاسم کے نگار خانے میں کیسے پہنچی تھی۔ اس نے اس کے سارے ملازموں کو طلب کر لیا.... ان میں سے ایک بہت زیادہ نروس نظر آ رہا تھا۔ فریدی نے سوالات کی بوچھاڑ کی تو اُسے اعتراف کرنا ہی پڑا کہ وہ غلطی اسی سے سرزد ہوئی تھی۔ اس نے بتایا کہ جب قاسم ڈرائنگ روم میں روزا سنہا سے گفتگو کر رہا تھا باہر ایک آدمی نے اسے وہ تصویر دے کر اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ ان کے نگار

خانے میں پہنچنے سے قبل ہی وہاں رکھ دے اس کام کا صلہ اسے بیس روپوں کی شکل میں ملتا۔

پھر اس نے اس آدمی کا جو حلیہ بتایا اس سے حمید نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ یقینی طور پر اپ میں رہا ہوگا۔

پھر وہ روزا سنہا والے کمرے کا دروازہ کھلوانے کی کوشش کرتے رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

چیخیں

سر فیڈرک سنہا شہر کے متمول ترین آدمیوں میں سے تھا۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے صرف فیڈرک سنہا تھا.... جنگ کے زمانے میں ملٹری کے ٹھیکے لئے اور حیرت انگیز طور پر صرف دولت مند ہوتا گیا بلکہ جنگ ختم ہونے سے قبل ہی نائٹ ہڈ بھی نصیب ہو گئی۔

آزادی کے بعد صنعتی کاروبار میں سرمایہ لگا۔ پھر اور تیزی سے پھلنے پھولنے لگا اور اب پورے ملک میں دو چار ہی اس کی ٹکر کے رہے ہوں گے۔

لحیم شحیم آدمی تھا۔ لیکن سننے میں آتا تھا کہ دل کے دورے اسے کیچوے سے بھی بدتر دیتے ہیں۔

آج وہ دیر تک سوتا رہا تھا.... اٹھنے کے بعد بیڈ ٹی کے لئے گھنٹی بجائی تھی لیکن کوئی بھی آیا.... آخر جھلا کر خود ہی اٹھا۔ خواب گاہ سے نکلا لیکن گھر میں سناٹا محسوس ہوا.... دو ایک نوکروں کو نام لے کر پکارا مگر جواب نہ ملا۔ جھلا کر آگے بڑھتا چلا گیا۔

ہر طرف سناٹا ہی تھا۔ اسی طرح چلتا ہوا وہ بیرونی برآمدے تک آیا۔ نظر وسیع لان سے گزر کر پھاٹک تک پہنچی جہاں بھیڑ نظر آرہی تھی۔ پولیس کی دو گاڑیاں کھڑی دکھائی دیں۔

اس کے ملازمین نے شاید اسے دیکھ لیا تھا اس لئے وہ جھپٹتے ہوئے اس کی طرف آئے۔

"کیا بات ہے؟" سر سنہا نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"حضور....!" ایک ملازم ہانپتا ہوا بولا۔ "پھاٹک پر لاش....!"

"کیا....!"

"پھاٹک پر کسی کی لاش پڑی پائی گئی ہے۔ پولیس آفیسر آپ کو پوچھ رہا تھا۔"

"مم.... مجھے پوچھ رہا تھا۔" سر سنہا نے کہا۔ اس کا چہرہ یک بیک زرد پڑ گیا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پلکیں کسی دباؤ کی بناء پر جھکی پڑ رہی ہوں۔ اگر نوکر آگے بڑھ کر اُسے سہارا نہ دیتے تو شاید گر ہی پڑا ہوتا۔

وہ اسے سہارا دیتے ہوئے ڈرائنگ روم میں لائے اور ایک آرام کرسی پر لٹا دیا۔

ایک ملازم ڈاکٹر کو فون کرنے لگا۔ برآمدے میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔

دوسرا ملازم اُدھر جھپٹا۔ آنے والا پولیس انسپکٹر تھا۔

"صاحب پر دل کا دورہ پڑ گیا ہے.... میں نے انہیں لاش کے متعلق بتایا تھا۔" اس نے پولیس انسپکٹر سے کہا۔

"اوہ.... مجھے افسوس ہے۔"

"ڈاکٹر کو فون کیا گیا ہے۔"

انسپکٹر پھر واپس چلا گیا.... سر سنہا آنکھیں بند کئے گہری سانسیں لیتا رہا۔ کچھ دیر بعد آنکھیں کھول کر اُس نے نحیف آواز میں کہا۔ "بے بی کو بلاؤ۔"

"جی.... جی.... وہ تو نہیں ہیں۔" ایک نوکر نے جواب دیا۔

"کہاں گئی....؟"

"جی وہ تو رات بھی نہیں تھیں۔"

"رات بھی نہیں تھی۔" سر سنہا نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"جی صاحب! رات نہیں آئی تھیں۔"

وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے خلا میں گھورتا رہا۔ پھر آہستہ سے پوچھا۔ "کس کے ساتھ گئی تھی۔"

"تنہا.... یہاں کوئی نہیں آیا تھا....؟"

"یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ کہاں جا رہی ہے۔"

"جی نہیں۔"

"اس کے دوستوں کو فون کر کے معلوم کرو۔"

"ہم کسی کو بھی نہیں جانتے صاحب۔" اس ملازم نے کہا اور دوسروں کی طرف مستفسرانہ انداز میں دیکھنے لگا.... لیکن انہوں نے نفی میں سر ہلائے۔

"کچھ کرو....!" سر سنہا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں.... جی ہاں.... جی اچھا۔" ملازم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اتنے میں برآمدے میں پھر قدموں کی چاپ گونجی.... ایک ملازم باہر گیا اور واپس آ کر وزیٹنگ کارڈ لایا۔

سر سنہا نے وزیٹنگ کارڈ پر نظر جمائے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "کرنل فریدی....!" پھر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اندر بلا لو۔"

فریدی کے ساتھ حمید بھی تھا۔

"معاف کیجئے گا۔" سر سنہا نے لیٹے ہی لیٹے کہا۔ "میں آپ کے استقبال کے لئے اٹھ نہیں سکتا۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں! آپ لیٹے رہئے۔ ناوقت تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔"

"ملازموں نے بتایا کہ یہاں میرے پھاٹک کے قریب ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ دل پر سا لگا.... اور اب میرے ہاتھ پیر قابو میں نہیں ہیں.... میں دل کا مریض ہوں۔"

"ملازموں کو احتیاط برتنی چاہئے تھی۔"

"جاہل ہیں نرے....!" سر سنہا نے غصیلی آواز میں کہا۔

"میں دراصل ایک ضروری کام سے آیا تھا۔ آپ کی صاحبزادی۔"

"اوہ.... وہ کہاں ہے؟ مجھے بتایئے.... میں بہت پریشان ہوں۔ ملازموں نے بتایا ہے کہ پچھلی رات بھی نہیں آئی تھی۔"

"وہ کسی ثقافتی تحریک سے بھی منسلک ہیں۔"

"جی کلچر سنٹر کی سیکریٹری ہیں آپ بتایئے وہ کہاں ہے۔"

"وہ قطعی محفوظ ہیں آپ مطمئن رہئے۔"

"میں پوچھ رہا ہوں وہ ہے کہاں....؟" سر سنہا نے کسی قدر ترشروئی سے پوچھا۔

"اس وقت.... عاصم ولا میں ہیں۔"

"عاصم ولا میں....!" سر سنہا کے لہجے میں تحیر تھا۔ "کیوں....؟"

"وہ وہاں ایک مصور کی تصویریں دیکھنے گئی تھیں.... ایک تصویر پر نظر پڑتے ہی بے

ہو گئیں.... ہوش آنے پر بے حد خوفزدہ نظر آ رہی تھیں.... اور پھر انہوں نے کوٹھی سے باہر قدم نکالنے سے انکار کر دیا۔ پچھلی رات وہ وہیں سوئی تھیں۔"

"عاصم ولا کہاں ہے؟"

"آپ سیٹھ عاصم سے تو واقف ہی ہوں گے۔"

"اوہ.... وہ.... مگر کیوں؟" سر سنہا مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔

"کیا آپ وہ تصویر دیکھیں گے....؟" فریدی نے پوچھا۔

"کیوں نہیں.... ضرور ضرور....!"

فریدی نے حمید کی طرف دیکھا اور حمید نے کاغذ میں لپٹا ہوا فریم اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ ان چار لکیروں کو بغور دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ "اول تو یہ تصویر نہیں ہے۔ صرف چار لکیریں ہیں.... دوم ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کسی کی بے ہوشی کا باعث بن سکے؟ کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔"

"بھلا میں آپ کا وقت کیوں برباد کرنے لگا۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"آپ نے اس سے پوچھا تھا....؟"

"وہ کچھ بتانے پر تیار نہیں....!"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"وہ اب بھی کوٹھی سے باہر نکلنے کو تیار نہیں....!"

"مجھے لے چلئے.... لیکن لیکن.... یہ لاش.... مجھے اس لاش کے متعلق بتایئے۔"

"میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ یہیں آ کر معلوم ہوا تھا کہ کوئی لاش آپ کے پھاٹک پر پائی گئی ہے۔"

"میں لاشیں نہیں دیکھ سکتا۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا اور خاموش ہو کر نچلے ہونٹ پر زبان پھیرنے لگا۔

"لیکن وہ تو آپ کو دیکھنی ہی پڑے گی.... کاروائی شناخت میں آپ کی شرکت ضروری ہو گی۔ کیونکہ لاش آپ کے پھاٹک پر پائی گئی ہے۔"

"میرے خدا.... میں دل کا مریض ہوں....؟"

"تو پھر آپ کتنی دیر بعد میرے ساتھ چل سکیں گے۔ کیونکہ عاصم ولا والے بھی اس واقعہ

کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔"

"کیا وہ بے بی کو پہچانتے نہیں۔"

"ہوسکتا ہے عاصم صاحب پہچانتے ہوں لیکن وہ اس عمارت میں نہیں رہتے۔"

"پھر وہاں کون رہتا ہے۔"

"عاصم صاحب کا لڑکا قاسم....!"

"خیر.... خیر.... میں ذرا....!"

"ہاں آپ اطمینان سے فارغ ہو جائیے.... میں انتظار کروں گا۔"

سر سنہا انہیں وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ حمید فریدی کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دیر بعد اس نے آہستہ سے کہا۔ "آپ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ یہ تصویر وہاں کیونکر پہنچی تھی"

فریدی مختصر سی "ہوں" کے ساتھ دوسری طرف دیکھنے لگا اور وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

تصویر میز پر کھلی پڑی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک ملازم نے آکر پوچھا۔ "صاحب نے پوچھا ہے آپ کافی پینا پسند کریں گے۔"

"نہیں شکریہ....! ہم ناشتہ کر چکے ہیں۔" حمید بولا۔

ملازم تصویر کی طرف بغور دیکھے جا رہا تھا۔

"کیوں؟ کیا اس تصویر میں کوئی خاص بات ہے؟" حمید نے اس سے پوچھا اور وہ چونک پڑا.... پھر ہکلا کر بولا۔ "جج جی.... نن نہیں تو۔"

حمید نے فریدی کی طرف دیکھا جس کے ہونٹوں پر معنی خیز سی مسکراہٹ تھی۔ وہ چلا

فریدی نے حمید سے کہا۔ "میں سر سنہا کو لے جاؤں گا۔ تم پھاٹک پر رکنا میرا خیال ہے کہ وہ تصویر کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے۔"

"میں دیکھ لوں گا....!" حمید بولا۔

تقریباً پندرہ یا بیس منٹ بعد سر سنہا پھر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

"میں بے حد شرمندہ ہوں۔" اس نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "کیا آپ چل رہے ہیں میرے ساتھ۔"

"جی ہاں۔"

وہ باہر آئے۔ ڈرائیور نے گاڑی نکالی۔ اتنے میں انسپکٹر بھی تیزی سے ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔

"اوہ....!" سر سنہا بڑبڑایا۔ "یہ حضرت لاش مجھے ضرور دکھائیں گے.... میرے خدا۔"

بہر حال اسے لاش دیکھنی ہی پڑی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق مرنے والا اس کے لئے اجنبی تھا۔

پھر فریدی اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا اور حمید وہیں رک گیا تھا۔ وہ پھر کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ سارے ملازمین دوبارہ باہر آگئے تھے۔

حمید نے اس ملازم کو ایک طرف بلایا جس سے تصویر کے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔

"تم لوگوں نے رات کو کسی قسم کی کوئی آواز نہیں سنی تھی۔" اس نے اس سے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔"

"کسی گاڑی کے رکنے کی آواز....؟"

"ہوسکتا ہے۔ صاحب گاڑیاں تو رات بھر گزرتی رہتی ہیں۔"

"یہاں کوئی چوکیدار بھی ہے۔"

"جی ہاں جناب....!"

"کیا وہ پچھلی رات ڈیوٹی پر نہیں تھا۔"

"تھا جناب....!"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"اچھا یہ مس روزا سنہا اکثر گھر پر نہیں رہتیں۔"

"ایسا تو کبھی نہیں ہوا جناب۔ یہ پہلا موقع تھا۔"

"ان کے احباب تو آتے رہتے ہوں گے۔"

"جی ہاں.... کبھی کبھی۔"

"ان میں کسی کا نام اور پتہ بتا سکو گے۔"

"نہیں جناب۔"

"تم اس تصویر کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے؟"

"جی.... جی ہاں.... جی نہیں....!"

"کیا بات ہوئی۔"

"پپ پتہ نہیں....!"

"تم نے پہلے بھی کہیں دیکھی تھی۔"

"دیکھی تھی.... جی نہیں۔ پتہ نہیں مجھے کیا کہنا چاہئے...." وہ مضطربانہ انداز میں بڑبڑاتا ہوا اپنی پیشانی مسلنے لگا۔

"وہی جو تم حقیقتاً کہنا چاہتے ہو۔ سچی بات۔"

"یہ تصویر مس صاحبہ کے لئے بڑی پریشانیاں لاتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ایک بار وہ اس تصویر کو دیکھتے دیکھتے بے ہوش ہو گئیں تھیں۔"

"کیا یہیں گھر پر....!"

"جی ہاں اپنے کمرے میں پھر یہ تصویر غائب ہو گئی تھی۔"

"غائب ہو گئی تھی۔"

"جی ہاں جناب.... اس دوران میں مس صاحبہ بہت زیادہ خوفزدہ نظر آتی رہی تھیں۔"

"آئی کہاں سے تھی۔"

"پتہ نہیں مس صاحبہ نے مجھ سے پوچھا تھا کیونکہ میں ہی ان کے کمرے کی دیکھ بھال کرتا ہو"

"صاحب کو علم ہے اس کا۔"

"جی نہیں انہوں نے منع کر دیا تھا مجھے کہ ان کی بے ہوشی اور تصویر کے بارے میں صاحب کو نہ بتاؤں۔"

"وجہ بھی بتائی تھی۔"

"جی نہیں....!"

"تعجب ہے۔ اگر وہ کسی چیز سے خائف تھیں تو انہیں اس کا تذکرہ سر سنہا سے ضرور کرنا چاہئے تھا۔"

"دیکھئے انہیں بتایئے گا نہیں کہ میں نے آپ کو کچھ بتایا ہے۔ میں اس خاندان کا خیر خواہ ہوں

"نہیں تم مطمئن رہو۔ اگر ان کے دوستوں کے متعلق کچھ بتا سکو تو بہتر ہے۔ مثال کے طور پر کبھی کوئی ایسا آدمی بھی ملتا ہے ان سے جسے دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتی ہیں۔"

"نہیں صاحب! مجھے کبھی اتفاق نہیں ہوا۔"

"خیر.... جاؤ....!"

ملازم چلا گیا۔ حمید پھر ٹہلتا ہوا پھاٹک کی طرف آیا۔ لاش اٹھوائی جا رہی تھی۔ سب انسپکٹر حمید کے قریب آ کر بولا۔ "آپ لوگوں نے لاش کا معائنہ نہیں کیا۔"

"ہم اس لئے نہیں آئے تھے انسپکٹر....!" حمید نے خوش اخلاقی سے کہا۔ "دوسرا معاملہ تھا۔ لاش کے بارے میں تو یہیں آ کر معلوم ہوا۔ ویسے پتہ چلا کون تھا۔"

"جی نہیں! اس کے پاس سے بھی کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی جو اس کی شخصیت پر روشنی ڈال سکتی۔"

"دیکھو کیا ہوتا ہے۔" حمید نے کہا اور دوسری طرف مڑ کر بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

کچھ دیر تک وہیں کھڑا رہا.... پھر ایک جانب چلنے لگا.... وہ روزا سنہا سے ملنے اور گفتگو کرنے کے لئے بے چین تھا۔ پچھلی رات وہ چیختے ہی رہ گئے تھے لیکن روزا نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔ صبح بمشکل تمام اس تک پہنچے تھے لیکن اس نے کچھ نہیں بتایا تھا بس یہی کہتی رہی تھی۔ "پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں خود بھی نہیں سمجھ سکتی۔"

لیکن فریدی نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ اسے اپنے گھر چلا جانا چاہئے اور نہ خود گھر تک پہنچا دینے کی پیش کش کی تھی۔

وہ لکیریں کیسی تھیں؟ وہ سوچ رہا تھا.... اور پھر نوکر کے بیان کے مطابق وہ فریم کچھ دن روزا کے قبضہ میں بھی رہ چکا ہے۔ قاسم کی کوٹھی تک اسے کس نے پہنچایا تھا۔

وہ خیالات میں کھویا ہوا چلتا رہا.... دفعتاً پے در پے ہارن کی آواز سن کر گاڑی کی طرف متوجہ ہوا جس کی رفتار کم ہو چکی تھی.... یہ فریدی کی لنکن تھی.... فرید.... اسے اشارے سے بلایا۔ حمید گاڑی میں بیٹھ چکا تو اس نے کہا۔ "روزا اپنے باپ کی گاڑی میں ہے۔ میں پھر سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس لئے ہم وہیں چل رہے ہیں۔"

"روزا نے کچھ بتایا....؟" حمید نے پوچھا۔

"میں نے ابھی کچھ پوچھا ہی نہیں....!"

"اچھا پہلے یہ بتایئے کہ آپ نے وہ لاش یہاں کیوں لاڈالی تھی۔ کیا سر سنہا....؟"

"یہ بھی روزا ہی کے لئے تھا.... لیکن وہ کہیں اور تھی۔ خیر یہ تصویر والا معاملہ بھی کارگر ہی ثابت ہو سکے گا۔"

"آپ یہ بھی جانتے تھے کہ روزا میری شناسا ہے؟"

"کیوں نہ جانتا.... جبکہ روزا کی بھی نگرانی ہوتی رہی ہے۔"

"آخر کیوں....؟"

"بعض مشتبہ آدمیوں سے اس کے تعلقات کی بناء پر....!"

"لیکن وہ مشتبہ آدمی؟.... ان پر کسی بات کا شبہ کیا جارہا ہے۔"

"یہی کہ یا تو ان کے دماغوں میں خلل ہے یا پھر ان کی لایعنی حرکات کوئی مقصد رکھتی ہیں۔"

"مثال کے طور پر بھی کچھ فرمایئے۔" حمید زچ ہو کر بولا۔

"مثلاً ہماری پچھلی رات والا تجربہ! میں ایک ایسے آدمی کی تصاویر لے رہا تھا جو بظاہر نشے کی جھونک میں اوٹ پٹانگ حرکتیں کر رہا تھا لیکن کوئی میرا کیمرہ ہی لے بھاگا۔"

"اور پھر خون بھی کر دیا گیا۔ لیکن کیمرہ اس کے پاس نہیں تھا۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہیں نیاگرہ کے ہال میں کسی دوسرے نے اس سے کیمرہ لے لیا تھا۔"

"اس کے باوجود بھی میں آپ کی اس طویل نظم کے مرکزی خیال تک نہیں پہنچ سکا۔"

"سیمبولک پوئٹری ہے....!" فریدی مسکرایا۔

"تب تو مرکزی خیال بھی آپ ہی بتائیں گے۔"

"نظم مکمل کہاں ہوئی ہے....!"

"بہر حال....؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ روزا اس آدمی سے واقف تھی؟"

"یقیناً.... ورنہ یہاں لاش لا پھینکنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ اسے کاروائی شناخت میں شامل کریں گے۔"

"فی الحال ضروری نہیں سمجھتا! یہ کام بعد میں لاش کے فوٹو کے ذریعے بھی ہو سکے گا۔"

"گویا آپ خود ہی اتنے دنوں تک اس معاملے کو ٹالیں گے۔"

"ٹالنا ہی پڑے گا۔"

"کیا یہ قانوناً درست ہو گا۔"

"مصلحتاً ضروری ہے۔" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "بتدریج اسے بولنے پر آمادہ کرنا ہو گا.... ورنہ اس کا ٹائپ یہی بتاتا ہے کہ زبان بند ہوئی تو پھر نہ کھل سکے گی۔"

"سمجھ میں آنے لگا عورتوں کا ٹائپ....!"

"اب نہیں آتا تھا....!"

"لیکن عورت کے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے کا سلیقہ نہیں ہے۔"

"دل کی گہرائیوں میں خون کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔"

"چلئے ذہن کی گہرائی سہی....!"

"حسب ضرورت جھانک لیتا ہوں۔"

"میرا مطلب ہے.... جذبات کی تہیں۔"

"جذبات کی تہیں....!" فریدی نے حیرت سے کہا۔ "تم یقیناً کوئی بڑا تیر مارنے والے ہو.... جذبات کی تہیں ماہرین نفسیات کے لئے چونکا دینے والی ہوں گی۔"

"مراد یہ کہ محبت....!"

"شٹ اپ....!"

لنکن سر سنہا کی کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی۔ پورچ میں خود سر سنہا کی گاڑی کھڑی نظر آئی اور وہ روزا کو سہارا دے کر نیچے اُتار رہا تھا۔

"کیا تم روزا سے کیپٹن حمید کی حیثیت سے ملے تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں.... کیوں....؟"

"کچھ نہیں....؟"

لنکن بھی پورچ تک جا پہنچی۔ فریدی نیچے اُترا لیکن حمید گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔

"آپ کو بڑی تکلیف ہوئی کرنل صاحب۔" سر سنہا نے کہا۔

"کوئی بات نہیں....!" فریدی بولا اور حمید کو اشارہ کیا کہ وہ بھی گاڑی سے اُترے۔

سر سنہا انہیں ڈرائنگ روم میں لایا۔

حمید نے محسوس کیا کہ روزا پہلے سے بھی زیادہ خوفزدہ نظر آرہی ہے۔

"میرا خیال ہے کہ آپ آرام کریں؟" فریدی نے اس سے کہا۔

"جج.... جی ہاں....!" وہ چونک کر بولی۔ "شکریہ....!"

اٹھی اور اندر چلی گئی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے حمید بھی اس کے لئے بالکل اجنبی ہو۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔" سر سنہا نے کمزور آواز میں کہا۔ "آپ کسی تصویر کا تذکر کر رہے تھے۔ لیکن وہ کہتی ہے کہ بس سر چکرایا تھا اور وہ گر پڑی تھی اور ہوش آنے پر ایک انجانا خوف محسوس کیا تھا جو بڑھتا ہی گیا۔ جی ہاں وہ خوفزدہ معلوم ہوتی ہے لیکن خود بھی نہیں جانتی کہ وہ کس چیز سے خائف ہے۔"

"کوئی نفسیاتی وجہ ہو گی۔"

"خدا جانے میں بہت پریشان ہوں۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"کسی ماہر نفسیات سے مشورہ لیجئے۔" فریدی نے کہا۔

دفعتاً عمارت کے اندرونی حصوں سے ایک نسوانی چیخ ابھری.... پھر پے در پے کئی چیخیں سنائی دیں۔ لیکن آواز ایک ہی تھی۔

ویٹر کی چیخ

"اوہ.... اوہ....!" سر سنہا بوکھلا کر اٹھا۔ لڑکھڑایا اور گر پڑا۔ حمید اسے اٹھانے کی کو کرنے لگا۔ اتنی دیر میں فریدی دوسرے کمرے میں پہنچ چکا تھا۔

حمید نے اسے اٹھایا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "دوڑیئے.... دوڑیئے.... وہ۔ ہی کی آواز تھی۔"

پھر سر سنہا نے روزا کے کمرے تک اس کی راہنمائی کی.... فریدی وہاں پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ حمید نے دیکھا کہ وہ خاموش کھڑا ہے اور روزا بستر پر اوندھی پڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"بے بی.... بے بی۔" سر سنہا اسے جھنجھوڑ کر بولا۔ "کیا بات ہے.... کیا ہوا....؟"

روزا کچھ نہ بولی.... اسی طرح اوندھی پڑی کانپتی رہی۔

"ارے کچھ بتاؤ بھی تو بیٹی! کیوں چیخی تھی۔ میرے خدا میں دل کا مریض ہوں۔ کہیں میرا رٹ فیل نہ ہو جائے۔ صبح آنکھ کھلنے سے لے کر اب تک جھٹکے ہی جھٹکے لگتے چلے جا رہے تھے میں یا کروں؟" سر سنہا روہانسی آواز میں کہتا رہا۔ "رحم کرو مجھ پر.... کچھ منہ سے بتاؤ بھی تو۔ کرنل پ بتایئے۔"

"میں کیا بتاؤں جناب۔" فریدی نے پر سکون لہجے میں کہا۔ "میں نے بھی انہیں اسی حالت ں پایا تھا۔"

"بے بی مجھ پر رحم کرو.... رحم کرو۔" سر سنہا دونوں ہاتھوں سے بایاں پہلو دبائے کرسی پر ٹھ گیا.... اور فریدی سے بولا۔ "دیکھئے میرے پیر کانپ رہے ہیں۔ یہ علامت ہے اس کی کہ اب ں کچھ دنوں کے لئے پڑ جاؤں گا....!"

"کیا میں آپ کے فیملی ڈاکٹر کو بلواؤں....!" فریدی نے پوچھا۔

"یقیناً.... میں مشکور ہوں گا۔" سر سنہا مضمحل سی آواز میں بولا۔

"کون ہے....؟ فون نمبر بتایئے....!"

"کسی بھی نوکر سے کہئے گا وہ فون کر دے گا۔"

"حمید جاؤ....!" فریدی نے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

حمید روزا سنہا کو پر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا کمرے سے چلا آیا.... سب سے پہلے اسی ملازم سے ملاقات ہوئی جس سے تصویر کے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔

"فیملی ڈاکٹر کو فون کر دو.... سر سنہا کی حالت بھی بگڑ رہی ہے۔" حمید نے اس سے کہا اور اس کے ساتھ چلتا ہوا اس کمرے تک آیا جہاں فون تھا۔

ڈاکٹر کو فون کر چکنے کے بعد ملازم اس کی طرف مڑا۔

"مس صاحبہ کو کیا ہوا ہے؟" اس نے حمید سے پوچھا۔

"تم نے چیخیں سنی تھیں۔"

"جی ہاں....؟"

"لیکن تم میں سے کوئی بھی وہاں نہیں پہنچا تھا۔"

"حکم نہیں ہے۔"

"کس کا حکم....!"

"مس صاحبہ کا.... انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ جب تک میں خود نہ بلاؤں کوئی میرا کمرے میں نہ آئے خواہ کچھ ہو رہا ہو۔"

"کیا پہلے بھی کچھ ہو چکا ہے۔"

نوکر نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار تھے۔

"ہاں کہو.... ڈرنے کی ضرورت نہیں.... تم جو کچھ بھی بتاؤ گے اس کا علم تمہاری م صاحبہ کو نہ ہو سکے گا۔"

"صاحب وہ کئی بار اس طرح چیخ چکی ہیں.... لیکن پہلے کبھی صاحب ایسے مواقع پر موجو نہیں رہے.... ہمیں حکم تھا کہ ہم اس کا تذکرہ صاحب سے بھی نہ کریں۔"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر روزا کے کمرے میں واپس آگیا۔ اب وہ ایک آر کرسی پر نڈھال سی پڑی تھی اور فریدی اسے دیکھے جا رہا تھا۔ سر سنہا سر جھکائے خاموش بیٹھا کمرے کی فضا ایسی ہی تھی جیسے ان میں سے کوئی بھی دیر سے بولا نہ ہو۔

دفعتاً فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا سر سنہا اب اجازت چاہوں گا۔"

"میں بے حد شکر گزار ہوں کرنل.... آپ سے رابطہ قائم رکھوں گا۔" سر سنہا نے اٹھ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

اس نے حمید سے بھی گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کیا تھا۔

وہ دونوں باہر آئے.... فریدی خاموش تھا۔ لنکن سڑک پر نکل آئی۔ بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ آج کا دن تو بوریت کی نذر ہو چکا ہے اب کیا کیا جائے۔ پھر دفعتاً اس نے محسوس کیا گاڑی شہری آبادی سے بہت دور نکل آئی ہے۔

"اُف فوہ.... اب کہاں؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"فکر نہ کرو.... ناشتہ تو کر ہی چکے ہو.... لنچ میں ابھی دیر ہے۔"

"بولتے رہئے تو جی نہ اکتائے۔"

فریدی سر کو خفیف جنبش دے کر مسکرایا.... آنکھیں ونڈ شیلڈ پر تھیں۔

"ہم کیمرے کی تلاش میں جا رہے ہیں.... ہو سکتا ہے وہ وہیں رہ گیا ہو جہاں تم نے

ات ٹانگ مار کر اُسے گرایا تھا۔"

"لیکن اس وقت شائد ہی میں اس جگہ کی نشاندہی کر سکوں....!"

"دیکھا جائے گا۔"

کچھ دیر بعد فریدی نے ایک جگہ گاڑی روک کر کہا۔ "یہی جگہ تھی یہاں اُتر کر میں نے اس کا اقب کیا تھا۔"

"لہٰذا آپ یہیں اتر جایئے۔" حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔ "میں گاڑی آگے بڑھا لے اؤں گا.... آپ پیدل چل کر وہاں پہنچنے کی کوشش کیجئے جہاں میں نے اسکے ٹانگ ماری تھی۔"

"یہی کروں گا....!" فریدی نے کہا اور گاڑی سے اُتر گیا۔

"دوڑتے ہوئے جایئے گا....!" حمید نے اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے کہا۔ لنکن آگے بڑھ گئی ید سوچ رہا تھا کہ پہلے ہی موڑ پر تو اُس نے بھی گاڑی چھوڑ دی تھی۔ لیکن ضروری نہیں کہ وہ یح مقام تک پہنچ ہی جائے۔

بہر حال اُس نے پہلے موڑ پر گاڑی روک دی اور اندازے سے چل پڑا۔ فریدی بھی دکھائی دیا ر وہ ابھی دور تھا۔

حمید نے ایک جگہ پتھر کے ٹکڑوں پر خون کی چھینٹیں دیکھیں اور رک کر قرب و جوار کا جائزہ لینے لگا۔

اتنے میں فریدی بھی قریب آگیا۔

"یہاں خون کی چھینٹیں ہیں۔" حمید نے کہا۔

فریدی بھی جھک کر دیکھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "وہ یہیں گرا ہوگا لیکن۔" جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

حمید اس کا انہماک دیکھ کر جھنجھلا گیا۔

"آپ سوئی تلاش کر رہے ہیں یا کیمرہ؟" اُس نے کہا۔

"ہو سکتا ہے.... کچھ....!" اُس نے پھر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

وہ آس پاس کی زمین کو بغور دیکھتا پھر رہا تھا۔ ایک بار حمید نے اسے کچھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس سے دور کھڑا تھا.... کوئی سفید سی چیز تھی۔

"کیا ہے؟" اُس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"ایک وزیٹنگ کارڈ....!"

"چلئے کچھ ہوا تو....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ضروری نہیں کہ یہ مرنے والے ہی سے تعلق رکھتا ہو۔" فریدی وزیٹنگ کارڈ جمائے ہوئے بولا۔ "لیکن اس کی حالت بتاتی ہے کہ یہ زیادہ عرصہ سے یہاں نہیں پڑا رہا۔"

حمید نے بھی اسے دیکھا۔ یہ کسی پروین چنگیزی کا وزیٹنگ کارڈ تھا۔

"کیا نام ہے؟" حمید نے سر ہلا کر کہا۔ "پروین چنگیزی.... بیک وقت لچکیلا اور خونخو پانچ ریکسٹین میں رہتی ہے۔ پھر کیا خیال ہے؟"

"کچھ نہیں آؤ چلیں....!"

وہ گاڑی میں آ بیٹھے... حمید نے اسے اپنی اور روزا کے ملازم کی گفتگو سے متعلق بتانا شروع

"تشدد کے بغیر وہ کچھ نہ بتائے گی۔" فریدی نے کہا۔

"کیا اس کے لئے کوئی قانونی جواز موجود ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"یہی تو دشواری ہے کہ ایسا نہیں ہے۔" فریدی بولا۔

حمید تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "اس لاش کا کیا ہوگا جو....!"

"اس کی تصویر جلد از جلد حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ روزا لاش نہیں دیکھ سکی تھی اب اسے اس کا تو علم ہو ہی گیا ہوگا کہ وہاں کوئی لاش پائی گئی تھی۔"

"آخر آپ کو اس پر کس بات کا شبہ ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ بلقیس مشتبہ آدمیوں کے ساتھ دیکھی گئی تھی۔"

"ان مشتبہ آدمیوں پر کس بات کا شبہ ہے۔"

"مختلف النوع معاملات ہیں۔"

"بہر حال آپ بتانا نہیں چاہتے۔"

"تم جانتے ہو کہ جب تک خود کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ جاتا زبان نہیں کھولتا۔"

"کتنی دیر لگے گی کسی خاص نتیجے پر پہنچنے میں....؟"

"بکواس مت کرو....!"

شہر پہنچ کر فریدی نے گاڑی قاسم کی کوٹھی کی طرف موڑ دی اور جب وہ کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے تو قاسم برآمدے ہی میں کھڑا نظر آیا۔

گاڑی پورچ میں رک گئی۔ قاسم مضطربانہ انداز میں دونوں ہاتھ ہلاتا ہوا ان کی طرف جھپٹا۔

"قیا ہوا....؟" اس نے فریدی سے پوچھا۔

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوا۔" فریدی نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

"کب ہو چکے گا....؟" قاسم رو میں کہہ گیا۔

"کیا چاہتے ہو....!" فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کسی تھانے میں چل کر مرغا بنوا دیجئے گا۔" حمید بولا۔ "اب یہ یہی چاہتا ہے....!"

"تھانے کی ایسی تیسی.... ہاں میں نے قیا کیا ہے؟" قاسم نے آستین چڑھا کر آنکھیں نکالیں۔

"تمہیں شرم نہیں آتی ایسی شریف بیوی کو دھوکا دیتے ہوئے۔" حمید نے کہا۔

"ابے.... اب تم بھی یہی کہو گے۔"

"سچی بات ہر حال میں کہی جائے گی۔"

قاسم نے سہمے ہوئے انداز میں پلٹ کر صدر دروازے کی طرف دیکھا اور فریدی سے بولا۔ "اب دیکھئے.... اب دیکھئے.... خواہ مخواہ پھر گھپلا ہو جائے گا۔"

"کیسا گھپلا....!" فریدی مسکرایا۔ "کیا تم ہمیں بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے۔"

"اندر ابا جان موجود ہیں اور ان کے قان بھرے جا رہے ہیں۔"

"چلو....!" فریدی اسے صدر دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ "کچھ دیر بیٹھیں گے۔"

وہ ابھی برآمدے کی سیڑھیوں تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ اندر سے ایک ملازم سر پر بڑے بڑے فریموں کا بنڈل اٹھائے ہوئے باہر نکلا۔

قاسم روہانسی آواز میں کراہتا ہوا بولا۔ "یہ دیکھئے.... یہ ظلم ہونے جا رہا ہے مجھ پر....!"

"کیا مطلب....!" فریدی نے ملازم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آغ لغائیں.... آگ لگائیں گے ان میں۔"

"کون....؟"

"والد صاحب....!" قاسم جھلا کر بولا۔ "ایسے کو صاحب کون کہے والد وا....!"

حمید بے ساختہ ہنس پڑا.... اتنے میں دوسرا ملازم ویسا ہی دوسرا بنڈل اٹھائے ہوئے نمو ہوا۔ اس کے پیچھے عاصم صاحب تھے۔

قاسم کی طرح لمبے تو نہیں تھے.... لیکن ان کا پھلاؤ بھی کم نہیں تھا۔ بھری ہوئی گ ڈاڑھی تھی.... اور آنکھیں سچ مچ خونخوار ہی کہی جاسکتی تھیں۔

فریدی کو دیکھ کر بلند آواز میں سلام کیا اور بولے۔ "نیا خبط دیکھا آپ لوگوں نے.... باپ کبھی سیدھی لکیر نہیں کھینچ سکا اور صاحبزادے مصوری فرمائیں گے۔"

پھر ملازموں کو للکارا۔ "ڈھیر کر کے آگ لگادو۔"

"مگر اس میں ان کی مصوری کا کیا قصور....!" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"تو کیا آپ نے اس حرام زادے کی بات پر یقین کرلیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ان کا بیان غلط نہیں ہے.... میں لڑکی سے بھی پوچھ چکا ہوں۔ اس کی ہوشی میں ان کا کوئی قصور نہیں۔"

"سر سنہا سے میرے بڑے اچھے تعلقات ہیں....!"

"وہ اچھے ہی رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ لڑکی کسی قسم کا جھوٹ بولنے پر تیار نہیں۔ بس وہ چیز سے خائف ہوگئی تھی۔"

"کس چیز سے خائف ہوگئی تھی۔" عاصم صاحب نے دہاڑ کر قاسم سے پوچھا۔

"مم.... میں قیا بتاؤں....!"

عاصم صاحب نے نوکروں کو پھر للکارا۔ "منہ کیا دیکھ رہے ہو لگادو آگ۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا نہ کیجئے۔" فریدی نے کہا۔ "شغل کے لئے کچھ تو ہونا ہی چاہئے۔"

"یعنی مصور.... آپ بھی کمال کرتے ہیں.... یہ مصوری ہے۔"

"تجریدی مصوری کہلاتی ہے۔" حمید نے کہا۔

"یہ کیا ہوتی ہے۔"

"بس ایسی ہی ہوتی ہے۔"

"نہیں صاحب.... لہو ولعب کی حوصلہ افزائی کرنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"آپ کی مرضی....!" فریدی نے کہا اور فریموں میں آگ لگائی جانے لگی.... قا

دوسری طرف منہ پھیرے کھڑا بسورتا رہا۔

جب سارے فریموں نے آگ پکڑلی تو عاصم صاحب نے فریدی کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اچھا مجھے اجازت دیجئے۔"

مصافحہ کر کے وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے.... اور حمید قاسم کی طرف متوجہ ہوگیا۔ جو ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بدبداتا جارہا تھا اور تیور ایسے ہی تھے جیسے کہہ رہا ہو۔ "اچھی بات ہے میں بھی دیکھ لوں گا۔"

"صدمہ گہرا ہے....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن کیا کیا جائے.... باپ ہی ٹھہرے.... ایسا باپ تو خدا کتے کو بھی نہ عطا کرے۔"

عاصم صاحب کی گاڑی پھاٹک سے گزر کر نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

"چلو اندر چلو.... ورنہ تم سے یہ آتش بازی نہ دیکھی جائے گی۔" حمید نے قاسم کی کمر تھپتھپا کر پیار بھرے لہجے میں کہا اور قاسم نے کسی تیز مزاج اور نکچڑی عورت کے سے انداز میں اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"بھئی.... تمہاری بیگم سے اس سلسلے میں کچھ پوچھنا ہے۔" فریدی نے قاسم سے کہا۔

"پوچھئے وو چھئے جا کر میں کچھ نہیں جانتا۔ لانت ہے ایسی زندگی پر۔"

فریدی سیڑھیاں طے کر کے برآمدے میں آیا.... جہاں اس کی بیوی کھڑی فریموں کے جلنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی اور آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"یار صبر کرو۔" حمید نے پھر قاسم کو چھیڑا۔

"کاہے کا ہے کا صبر کروں....!" قاسم جھلا کر بولا۔ "ایک بات ہو تو.... اے ہر معاملے میں سر پر سوار.... میں کیا جانوں سالی قیوں ڈر گئی تھی۔"

"وہ تو کوئی اور ہی چکر ہوگا۔" حمید نے بلند آواز میں کہا۔ اتنی بلند آواز میں کہ قاسم کی بیوی بھی سن سکے۔

"کیسا چکر....!" قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

"اب یہ تم جانو یا وہ بے ہوش ہونے والی۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم نے اُسے اپنے غیر شادی شدہ ہونے کا یقین دلایا ہو، محبت کی پینگیں بڑھائی ہوں اور پھر جب وہ یہاں آئی ہو اور ہوئی

ہو تمہاری بیگم سے مڈ بھیڑ۔ ابے تو ایسے میں بے ہوش نہ ہو جاتی تو اور کیا کرتی۔"

قاسم نے بوکھلا کر بیوی کی طرف دیکھا جو سر جھکائے فریدی کے کسی سوال کا جواب دے رہی تھی۔ پھر دانت پیس کر آہستہ سے بولا۔ "او.... مردود کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے.... اب کیا دن کو بھی سونا نصیب نہ ہو گا۔"

"یہ بات ابھی تک سوجھی نہیں شاید بیگم صاحبہ کو....!" حمید نے کہا۔

"اور سالے اگر تم نے بجھائی تو غولی مار دوں گا.... کصہ ختم ہو جائے گا ایک بار.... اچھا بیٹا یہ مصوری کا چکر کس نے چلایا تھا؟ پہلے مصوری کرائی.... اب جان جلا رہے ہو.... مرو گے سالے بہت جلد مرو گے.... کیڑے پڑیں گے بدن میں تمہارے سڑ جاؤ گے۔"

"ارے تو میں تمہاری بیگم کو تھوڑا ہی بتاؤں گا....!" حمید نے اس طرح چیخ کر کہا کہ وہ بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"نہیں مجھے ضرور بتائیے گا۔" قاسم کی بیوی نے بھی بلند آواز میں کہا۔

"ارے باپ رے۔" قاسم دانت پر دانت جما کر آہستہ سے بولا۔ دبی زبان سے حمید کو کبھی گالیاں دیتا اور کبھی خوشامد کرنے لگتا۔

"ارے وہ نہیں کوئی ایسی بات نہیں۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

"میں سمجھتی ہوں۔" جواب ملا اور پھر وہ فریدی کے کسی سوال کا جواب دینے لگی۔

"اچھا یہ بتاؤ لڑکی کیسی تھی۔" حمید نے قاسم سے آہستگی سے پوچھا۔

قاسم چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم سالے دغا باز ہو۔ میں اپنی جبان سے کچھ نہیں قہوں غا۔"

"تمہارے معیار سے مطابقت رکھتی تھی۔"

قاسم صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ فریدی اور قاسم کی بیوی برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ اس نے تمہیں کہیں دیکھا تھا اور عاشق ہو گئی تھی۔" حمید بولا۔

"امے نہیں.... ہی ہی ہی۔" قاسم کا موڈ یک لخت بدل گیا۔

"ممکن ہے.... ممکن ہے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "تصویروں کے بہانے آئی اور ایک رات

بھی تمہارے ساتھ گزار گئی۔ لیکن رہے تم بدھو کے بدھو۔"

"نہیں....!" قاسم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"لیکن تم قطعی اس قابل نہیں ہو کہ آئندہ تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"قیوں قیوں....!"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم اتنے گھامڑ ہو گے۔ ابے وہ رات بھر تمہارے گھر میں رہی اور تم جورو کے چکر میں پڑے رہ گئے۔"

"قیا بتاؤں پیارے بھائی وہ بہت چالاک ہے۔"

"خیر.... خیر.... چلو کپڑے پہنو۔ میں اب تمہیں یہاں نہیں رہنے دوں گا۔ اس نامعقول عورت نے تم جیسے عظیم آرٹسٹ کی مٹی پلید کر کے رکھ دی.... ہائے.... ہائے کیسے کیسے نادر نمونے راکھ کا ڈھیر ہوئے جا رہے ہیں۔"

حمید کی آواز گلوگیر ہو گئی تھی۔ قاسم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور دوسری طرف مڑ کر طرح طرح کے منہ بنانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد آنکھیں مل کر حمید کی طرف مڑا اور بولا۔ "واقئی اب میں یہاں نہیں رہوں گا۔ مجھے دنیا میں کچھ قرنا ہے۔"

"بالکل.... بالکل....!"

"لیکن میں جاؤں گا کہاں۔"

"اینگل بیچ پر تمہارا ایک ہٹ خالی پڑا ہو گا۔ وہاں تو آج کل بڑی رونق ہو گی۔"

"آہاں.... بالکل بالکل۔" قاسم خوش ہو کر بولا۔ "ٹھیق ہے.... میں ابھی آتا ہوں۔"

"میرے ساتھ نہیں۔" حمید نے جلدی سے کہا۔ "تم اپنا سامان لے کر اپنی گاڑی سے جاؤ.... میں وہیں مل جاؤں گا۔"

"اچھا.... اچھا.... یہ بھی ٹھیق ہے۔ ورنہ یہ سالی....!" قاسم جملہ پورا کیے بغیر اندر چلا گیا۔

فریدی اٹھ گیا تھا۔ حمید نے اسے پورچ کی طرف آتے دیکھا۔ قریب آ کر اس نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

حمید گاڑی میں بیٹھتا ہوا بڑبڑایا۔ "اب پتہ نہیں کہاں کہاں گھسیٹتے پھریں گے۔" فریدی کچھ نہ

"میں آج کل کام کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

"افسوس ناک خبر ہے۔"

"کم از کم ایک ہی ہفتے کے لئے بخش دیجئے۔"

"بشرطیکہ تم اس عرصہ میں روزا کو بولنے پر مجبور کر سکو۔"

"بلبلوں کی طرح نہ چہکنا شروع کردے تو میرا ذمہ....!" حمید خوش ہو کر بولا۔

"اچھا گاڑی سے اُتر جاؤ۔"

"کیا مطلب؟ یعنی کہ یہیں....!"

"بالکل اسی وقت سے چھٹی۔" فریدی نے کہا اور گاڑی سڑک کے کنارے لگا کر کھڑی کردی۔

"سوال یہ ہے کہ میں جاؤں گا کہاں!" حمید گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔

"جہنم میں....!" فریدی دروازہ بند کرتے ہوئے بولا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

حمید نے جیب سے رومال نکالا اور اسے پیشانی پر پھیرتا ہوا چاروں طرف نظر دوڑانے لگا لیکن آس پاس کوئی ٹیکسی بھی نہ دکھائی دی۔

سامنے ایک ریستوران تھا۔ اس نے سڑک پار کی اور ریستوران میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ ر سے ملنے کی کیا صورت ہوگی اور وہ اس سے کچھ معلوم بھی کر سکے گا یا نہیں۔ اسکے ایک ملازم چار لکیروں کے متعلق اسے بہت کچھ بتایا تھا۔ لیکن اگر اس نے اسے سرے سے مضحکہ خیز قرا تو کیا ہوگا اور وہ تو پہلے ہی سے کہتی رہی تھی کہ وہ اپنی بے ہوشی کی وجہ خود بھی نہیں جانتی تھی

ویٹر کو چائے کا آرڈر دے کر وہ پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

ویٹر نے چائے لانے میں دیر نہیں لگائی۔ لیکن میز پر ٹرے رکھتے ہی چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا۔

دھماکہ

اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا اور وہ ہاتھ حمید کی جانب اٹھا ہوا تھا۔ اس کی چیخ کو سن کر کے دوسرے آدمی بھی متوجہ ہو گئے تھے.... حمید دیکھ رہا تھا کہ وہ دم توڑ رہا ہے۔ دیکھتے ہی د

وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ غالباً ان میں باورچی خانے کے ملازمین شامل تھے۔ مرنے والے کا ہاتھ جس میں لفافہ تھا بدستور اٹھا رہا۔ غالباً وہ اسی حالت میں اکڑ کر رہ گیا۔

"یہ خط آپ کے لئے تھا۔" مجمع سے ایک آدمی نے حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میرے لئے....!" حمید نے حیرت سے کہا اور پھر لوگوں کو لاش کے پاس سے ہٹانے لگا۔ سی نے غصیلے لہجے میں اعتراض کیا۔ اس پر اسے اپنا عہدہ بتا کر انہیں مرعوب کرنا پڑا۔ پھر وہ کاؤنٹر ی طرف بڑھا اور حلقے کے تھانے کو بذریعہ فون مطلع کرنے کے بعد لاش کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس آدمی پر نظر رکھی جس نے کسی خط کی اطلاع دی تھی۔

اتنے میں دو ڈیوٹی کانسٹیبل صدر دروازے کے قریب دکھائی دیئے۔ حمید نے انہیں اشارے سے اندر بلایا اور وہ لاش دیکھ کر بوکھلا گئے۔ اس نے انہیں بتایا کہ وہ کون ہے اور انہیں لاش کی نگرانی کرنے کی ہدایت دیتا ہوا اس آدمی کو الگ لے گیا جس نے لاش کے ہاتھ میں دیئے ہوئے لفافہ کے متعلق کچھ کہا تھا۔

"تم یہیں کام کرتے ہو....؟" حمید نے اس سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب.... میں باورچی ہوں۔"

"وہ خط اسے کس نے دیا تھا....؟"

"ایک لڑکی دوسری طرف سے باورچی خانے میں داخل ہوئی تھی اور آپ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا تھا کہ ان کے آرڈر کی تعمیل کون کرے گا۔ توفیق بولا.... میں.... تب اس نے پرس سے لفافہ نکال کر اسے دیا اور کہا کہ آپ کو دے دیا جائے۔ ایک روپیہ بخشش بھی دی تھی۔"

"وہ کتنی دیر ٹھہری تھی۔"

"جی بس لفافہ دے کر چلی گئی تھی۔"

"حلیہ بتا سکو گے۔"

"جی صاحب جوان تھی۔ اچھی خاصی تھی.... جی ہاں.... گوری رنگت.... پیلی ساڑی پہنے تھی۔ بلاؤز تھا.... جی ہاں.... نیلا ہی تھا.... ہلکا نیلا۔"

"پہلے بھی کبھی دیکھا تھا اسے۔"

"جی نہیں....؟"

حلقے کے تھانے کا انچارج وہاں پہنچ چکا تھا.... حمید نے اس سے کہا کہ لاش کے ہاتھ میں دبے ہوئے لفافے کا خاص خیال رکھا جائے۔ وہ ضائع نہ ہونے پائے۔

کچھ دیر بعد لاش کی تصویریں بھی لی گئیں اور جب وہ ہسپتال لے جائی جانے لگی تو لفافہ حمید کے ہاتھ لگا جس کے اندر سے ٹائپ کیا ہوا ایک پرچہ برآمد ہوا۔

چار لکیریں.... مضمون کے نیچے چار لکیریں نظر آئیں۔ تین متوازی اور ایک انہیں درمیان سے قطع کرتی ہوئی۔

حمید نے مضمون پر نظر ڈالی

خواہ مخواہ ٹانگ اڑانا اچھی عادت نہیں ہے.... اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ایسے ہی درجنوں لفافے تم تک پہنچیں گے۔ اسی حساب سے لاشوں کی تعداد کا اندازہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

تمہارا کیمرہ بھی کسی لاش ہی کے توسط سے تم تک پہنچ جائے گا۔



"زبردست غلطی" وہ زیر لب بڑبڑایا.... وہ سوچ رہا تھا کہ جائے واردات پر فریدی کی موجودگی ضروری تھی۔ اس سے پہلے لاش ہٹائی ہی نہ جانی چاہئے تھی۔ کیفے سے باہر نکل کر اس نے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے فریدی کے نمبر ڈائیل کئے وہ گھر پر موجود نہیں تھا لیکن دوسری طرف سے اطلاع ملی کہ ابھی ابھی اس نے فون کر کے کہا تھا کہ اگر حمید کی کوئی کال آئے تو اُسے تین چار دو چھ نو پر رنگ کرنے کو کہا جائے۔

حمید نے انہیں نمبر پر اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی.... وہ جانتا تھا کہ وہ نیاگرہ کے نمبر ہیں۔ دوسری طرف سے کسی نے جواب دیا۔ "جی ہاں وہ موجود ہیں ہولڈ آن کیجئے۔"

کچھ دیر بعد فریدی کی آواز آئی۔ "حمید تم کہاں ہو....؟ میں نیاگرہ سے بول رہا ہوں.... یہیں آجاؤ۔"

اس کا انتظار کئے بغیر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

حمید ٹیکسی میں نیاگرہ پہنچا اور باہر سے ہی اندازہ کر لیا کہ یہاں بھی کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے کیونکہ کمپاؤنڈ میں کئی پولیس وین کھڑی تھیں ایک ریڈیو کار بھی تھی۔

وہ اندر آیا۔ ڈرائنگ ہال میں ایک بیرے کی لاش نظر آئی.... فریدی دوسرے بیروں سے پوچھ گچھ میں مصروف تھا۔

حمید چپ چاپ اس کے قریب جا رکا۔ وہ مڑا اور حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

"کیا کیمرہ واپس آگیا۔"

"کیا مطلب....!" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"مطلب یہ کہ کیا اس لاش کے ہاتھ میں کیمرہ تھا....؟"

"جب معلوم ہے تو کیوں دماغ چاٹ رہے ہو۔" اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور پھر بیروں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حمید لاش کے قریب آکر اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کے ہاتھ بھی کچھ اسی انداز میں اٹھا ہوا تھا جیسے کسی کو کچھ دینا چاہتا ہو۔

حمید نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور دم بخود رہ گیا.... فریدی اپنی ڈائری میں بیروں کے بیانات درج کر رہا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد وہ حمید کو باہر چلنے کا اشارہ کرتا ہوا خود بھی صدر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔

وہ دونوں کمپاؤنڈ میں پہنچ کر رک گئے۔ فریدی ہاتھ میں وہی کیمرہ لئے ہوئے تھا جو پچھلی رات کوئی نامعلوم آدمی اس سے جھپٹ لے گیا تھا۔

حمید نے اپنی جیب سے وہ خط نکالا جو اسے کیفے والی لاش کے ہاتھ سے ملا تھا اور اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "یہ پہلی لاش نہیں تھی۔"

فریدی نے خط پڑھ لینے کے بعد طویل سانس لی اور بولا۔ "وہ اس حد تک نہیں سوچ سکتا تھا! مگر اب پوسٹ مارٹم کی رپورٹیں دیکھنے کے بعد ہی....!"

جملہ پورا کئے بغیر وہ خاموش ہو گیا۔ آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"کیا کیمرے میں فلم موجود ہے۔"

"تمہارا سوال احمقانہ ہے؟ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس میں فلم موجود ہے۔"

"پھر کس لئے لے گئے تھے....؟" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ پھر وہ خاموشی سے لنکن میں جا بیٹھے۔

گاڑی حرکت میں آگئی تو حمید نے پوچھا۔ "آپ یہاں کیوں آئے تھے۔"

"ظاہر ہے مجھے کیمرے کی تلاش تھی۔" فریدی نے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ وہ پچھلی رات یہیں کہیں چھپا دیا گیا ہوگا اور وہ بھاگنے والا خالی ہاتھ ہی یہاں سے نکلا تھا۔"

حمید کچھ دیر بعد بولا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری کڑی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"ہوں.... محتاط رہو۔" فریدی نے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

"کیمرہ کیوں چھینا گیا تھا....!" حمید بڑبڑایا۔ "پھر واپس کیوں کر دیا گیا.... وہ بھی اسی طر لوڈڈ....!"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے.... اور پلکیں جھپکائے بغیر سامنے دیکھ تھا۔ لنکن سنسان سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

شہر سے نیاگرہ یا نیاگرہ سے شہر پہنچنے کے لئے ایک طویل ویرانہ طے کرنا پڑتا تھا۔ دفعتاً فر نے ایک جگہ لنکن روک دی۔

حد نظر تک کوئی دوسری گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔

وہ نیچے اُتر آیا اور کیمرے کو اس طرح ہاتھ میں تولنے لگا جیسے بہت دور پھینکنا چاہتا ہو۔

حمید اسے تحیر آمیز نظروں سے دیکھتا رہا.... اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سچ مچ اس نے بہت دور پھ دیا لیکن جیسے ہی وہ زمین پر گرا.... ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ اتنا خوفناک دھماکہ کہ حمید کا جسم جھنجھنا کر رہ گیا اور کھوپڑی آسمان پر تیرتا ہوا بادل کا کوئی ہلکا پھلکا سا ٹکڑا معلوم ہونے لگی۔

ج جگہ کیمرہ گرا تھا وہاں کثیف دھواں اور گرد و غبار کا ایک مرغولہ سا فضا میں بلند تھا.... فریدی اس کی طرف مڑ کر مسکرایا.... پھر گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔ "غالباً اب کیمرے کی واپسی کا مقصد سمجھ میں آ گیا ہوگا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کے اعصاب ابھی تک معمول پر نہیں آئے تھے۔

"جیسے ہی میں فلم نکالنے کے لئے اسے کھولنے کی کوشش کرتا وہ دھماکے کے ساتھ جاتا۔" فریدی نے کہا اور جیب سے سگار ٹٹولنے لگا۔ پھر دفعتاً بولا۔ "یہ دھماکہ دور دور تک ہوگا۔ میرا مطلب ہے نیاگرہ والوں نے اسے ضرور سنا ہوگا۔ نیچے اُتر آؤ.... وہ اپنے کارنا

نیچے دیکھنے ضرور آئیں گے۔"

حمید نیچے اُترا تو.... لیکن ایسا محسوس کیا جیسے کسی ناہموار جگہ پر کھڑا ہو۔ چلنے کے لئے قدم اٹھانے لگا تو محسوس ہوا جیسے پیر پتھر کے ہوں۔ فریدی کے ساتھ گھسٹتا ہوا بائیں جانب والے نشیب میں اترنے لگا۔

سامنے جھنڈ بیریوں کی جھاڑیاں تھیں جن کے نیچے پہنچ کر وہ بآسانی سڑک کی نگرانی کر سکتے تھے اور انہیں سڑک سے دیکھا نہ جا سکتا۔

تقریباً دس منٹ تک سڑک سنسان رہی لیکن پھر نیاگرا کی طرف سے آتی ہوئی ایک کار دکھائی دی۔

لنکن کے قریب پہنچ کر اس کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ پھر اس سے کچھ آگے بڑھ کر وہ بھی رکی۔ ایک آدمی ڈرائیور کی سیٹ سے اُتر کر لنکن کے قریب آیا اور تھوڑی دیر تک اس کا اندر باہر سے جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد سڑک کے دونوں اطراف میں نظریں دوڑائیں اور اب انہوں نے اسے پھر اپنی گاڑی کی طرف واپس جاتے دیکھا۔

لیکن اب وہ کار شہر کی طرف جا رہی تھی۔ نیاگرہ کی طرف نہیں موڑی گئی تھی۔ جیسے وہ نظر سے اوجھل ہوئی فریدی جھاڑیوں کی اوٹ سے نکل کر سڑک کی طرف جھپٹا۔ اب حمید کے اعصاب بھی قابو میں آگئے تھے اور وہ پوری طرح اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

وہ گاڑی میں آ بیٹھے اور لنکن تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔

"لیکن یہ دھماکہ....!" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔ "کیا وہ اتنے ہی احمق ہیں کہ اسے ہمارا انجام ہی سمجھ بیٹھے ہوں.... ظاہر ہے کہ آپ ریل ڈارک روم ہی میں نکالتے۔"

"دوسرے اتفاقات بھی پیش آ سکتے ہیں....!" فریدی بولا۔ "کیمرہ ہمارے ہاتھ سے اتفاقاً گر کر بھی دھماکہ پیدا کر سکتا تھا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار نظر آ گئی۔ فریدی نے دونوں کے درمیان کافی فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے تعاقب جاری رکھا۔

"ہو سکتا ہے جناب وہ کوئی راہ گیر ہو اور یہاں اس ویرانے میں خالی گاڑی دیکھ کر اتر پڑا ہو۔" حمید نے کہا۔

"امکانات نہیں ہیں.... بہتیرے لوگ اپنی گاڑی سڑک پر روک کر پیشاب کرنے کو
میں اُتر جاتے ہیں۔"

"ارے تو کیا اب ہم دونوں پیشاب بھی ساتھ ہی کریں گے۔"

"مجھے سوچنے دو.... کچھ دیر خاموش رہو۔"

حمید لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ شہر میں پہنچ کر گاڑی والے نے ایسی حرکتیں شروع کردیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس تعاقب کا علم ہے۔ یا اندازہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ تعاقب ہی ہے یا محض اتفاق۔

تعاقب بدستور جاری رہا۔ شہر میں کچھ دیر چکراتے رہنے کے بعد وہ کار ایگل بیچ والی سڑک پر ہولی۔

"کم از کم پٹرول ہی کا دھیان رکھئے۔" حمید بڑبڑایا۔

"فکر نہ کرو.... ڈکے میں بھی کم از کم بارہ گیلن پٹرول موجود ہے.... پچھلی رات چوٹ کافی عرصہ تک یاد رہے گی.... اگر اس کی گاڑی نہ ہوتی تو شاید رات وہیں سڑک کنارے ہی بسر کرنی پڑتی۔"

"اللہ....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ "دوپہر کے کھانے کا تو اب سوال ہی نہیں کیونکہ دوپہر ہی نہ رہی.... کیا خزانہ غیب سے شام کی چائے بھی نہ مہیا ہو سکے گی۔"

"مجھے کھاؤ گے؟" فریدی نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"ہاضمے کی ضمانت دیجئے؟ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"بکواس مت کرو۔"

"ٹیڈی جمپر اور ٹیڈی شلوار میں کیسا لگوں گا؟"

"اتر آئے گھٹیا باتوں پر....!"

"بھوک مجھے لفنگا بنا دیتی ہے۔"

"اب ادیبوں کی سی باتیں کرنے لگے۔" فریدی مسکرایا۔

"خوب یاد دلایا... سنا ہے ادب میں جمود آگیا ہے؟"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید بکتا رہا۔ "میرا مقدر ہی خراب ہے.... ابھی حال ہی میں اف

نگاری شروع کی تھی کہ یہ بُری اطلاع ملی۔ کل شام ریڈیو پر چند جغادری قسم کے ادیب معہ ایک عدد محترمہ اردو افسانہ کے انحطاط کے اسباب تلاش کر رہے تھے۔ ایک بزرگ بولے۔ جاسوسی ناولوں کی وجہ سے لوگ مختصر افسانے سے بے توجہی برت رہے ہیں۔ محترمہ حقارت سے ہنس کر بولیں اور یہ ناول بھی انگریزی کا چربہ ہوتے ہیں۔ میں نے دل میں کہا۔ محترمہ ہمارا معاشرہ ہی جب انگریزی کا چربہ بنتا جا رہا ہے تو پھر یہ ناول کیوں نہ ہوں۔ ویسے ان جغادری ادیبوں میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو واشنگٹن ارونگ کے انداز بیان اور جان رسکن کے طرزِ انتقاد کی نقالی کرکے جغادری ادیب بنے ہیں۔ بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ اگر وہ خدا کے وجود کے قائل ہوں تو خدا ان کی مغفرت فرمائے۔"

"کیوں دماغ چاٹ رہے ہو....؟"

"ارے آپ کو ادب سے دلچسپی نہیں....!"

"وہ بیچ کالونی کی طرف مڑ رہا ہے۔" فریدی بولا۔

"جہنم میں جائے اب ایک شعر سنئے۔"

پہلے ترساتی رہے خاک میں آخر مل جائے
اور کس کام کی گلبدنی ہوتی ہے

"لاحول ولا قوۃ....!"

"کیا مطلب....!"

"ارے یہ شعر ہے.... ایسا لگتا ہے جیسے کسی ندیدے بچے نے جھلا کر دل کا غبار نکالا ہو۔"

"ساری دنیا کی زبانوں سے لٹریچر کھنگال ڈالئے اس ندیدے بچے کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔"

"اب بکواس بند....!"

گاڑی بیچ کالونی میں داخل ہو رہی تھی.... چاروں طرف چھوٹے چھوٹے خوشنما ہٹ بکھرے ہوئے تھے۔ اگلی گاڑی ایک ہٹ کے سامنے رک گئی.... ڈرائیو کرنے والا اتر کر بند دروازے پر دستک دینے لگا۔

اور پھر دروازہ کھلا تو حمید کی کھوپڑی ناچ کر رہ گئی۔ وہ ایک چار فٹ اونچا چیمپنزی جس نے

دروازہ کھولا تھا پھر بڑے سلیقے سے ایک طرف ہٹ کر گویا اسے اندر جانے کا راستہ دیا تھا۔

دروازہ پھر بند ہو گیا۔ فریدی نے لنکن ایک ہٹ ہی کے سامنے روکی تھی اور اب اسٹیئرنگ پر جھکا ہوا سگار سلگا رہا تھا۔

"بس دیکھ لیا آپ نے.... اب فرمایئے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اور اس کا اندازہ بھی ہے کہ وہ پچھلے دروازے سے دوسری طرف نکل گیا ہوگا۔"

"پھر اس بھاگ دوڑ کا مطلب....!"

"میں اسے اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

"میں بھی پہچانتا ہوں.... غالباً اس کی مادہ چڑیا گھر میں مقیم ہے۔"

"میں چمپینزی کی بات نہیں کر رہا۔" فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔

"خیر.... خیر.... اب چائے کی کیا رہے گی۔"

فریدی نے گاڑی آگے بڑھائی ہی تھی کہ اس کے ہٹ کے دروازے سے آواز آئی۔ "اب ایسی بھی کیا بے مروتی۔"

اتنی سریلی آواز تھی کہ غیر ارادی طور پر حمید کی کھوپڑی اسی جانب گھوم گئی.... اور پھر برق سی ایک چمک گئی.... اور وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "کیا وہ ہم سے مخاطب ہے۔"

فریدی نے جواب دینے کی بجائے بریک لگائے۔ گاڑی رک گئی اور وہ بھی مڑا.... عورت دروازے سے باہر آ گئی تھی۔

"اوہ....!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ "آپ بھی ہیں....!"

اور پھر گاڑی سے نیچے اُتر آیا.... حمید بیٹھا ہی رہا۔ عورت قریب آ چکی تھی۔ اتنی خوبصورت عورتیں کم ہی نظروں سے گزرتی ہوں گی۔ کیا صحت تھی؟.... اعضاء کتنے متناسب تھے اور پھر آنکھیں، ختن کے ہرن چوکڑی بھول جائیں۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہو گی۔

"یوں چپکے سے نکلے جا رہے تھے۔" عورت نے اٹھلا کر کہا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے نہ صرف اس کی پرانی شناسا بلکہ بے تکلف بھی رہی ہو۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" فریدی مسکرایا۔ "اس طرح اچانک ملاقات ہو گی لیڈی پرکاش....!"

"مجھ سے بھی چالبازی....!" عورت کی مسکراہٹ بھی گویا شکایت آمیز تھی۔

"میں نہیں سمجھا۔" فریدی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"راجیش کہہ رہا تھا کہ تم اس کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہو۔"

"کون راجیش....!" لہجے کی حیرت برقرار تھی۔

"کیا تم سنجیدہ ہو.... ڈیئر کرنل....!"

"قطعی....!"

"تو آؤ.... ہٹ میں بیٹھو کچھ دیر....!"

"شکریہ.... پھر کبھی۔ میں ذرا ساحل تک جا رہا ہوں۔"

"میں بھی چلتی ہوں.... کچھ دیر تو گفتگو رہے گی۔"

حمید جانتا تھا کہ فریدی اب مزید کوئی عذر پیش نہ کر سکے گا۔ لہٰذا وہ چپ چاپ اگلی سیٹ سے اتر کر پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا۔

"یہ میرے اسسٹنٹ.... کیپٹن حمید ہیں۔"

"اوہ.... ہلو.... ہاؤڈویوڈو....!" عورت نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا اور فریدی بولا۔

"یہ لیڈی پرکاش ہیں.... سر پرکاش میرے والد کے کلاس فیلو تھے۔"

"ان سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی.... ویسے نام بہت سنا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ بولتا بھی کیسے جبکہ فریدی نے سر پرکاش سے اپنے والد کا تعلق جا ٹھہرایا تھا۔ ہو سکتا ہے فریدی نے اس جملے کا اضافہ اسی لئے کیا ہو کہ حمید محتاط رہے۔

گاڑی ساحل کی جانب چل پڑی۔ لیڈی پرکاش کہہ رہی تھی۔ "راجیش بڑا اچھا مصور ہے.... تم جانتے ہو کہ میں بھی اس فن سے دلچسپی رکھتی ہوں۔ وہ مجھے مدد دیتا ہے.... سر پرکاش غالباً اسے اچھا نہیں سمجھتے۔ میں نے سوچا ممکن ہے انہوں نے اُسے خوفزدہ کرنے کے لئے تم سے مدد لی ہو۔"

"قطعی نہیں....!" فریدی جلدی سے بولا۔ "ان سے تو شاید چھ ماہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"اچھا تو پھر تم نے وہاں گاڑی کیوں روکی تھی۔"

"اچھی بات ہے۔" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "بلاشبہ میں اس کا تعاقب کر رہا تھا لیکن وجہ دوسری تھی۔ میں نیاگرہ سے شہر واپس آ رہا تھا۔ دفعتاً ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ سڑک

کے بائیں جانب نشیب میں دھوئیں اور گرد کے بادل اٹھ رہے تھے۔ ہم دونوں گاڑی سڑک چھوڑ کر نیچے اُتر گئے کچھ دیر بعد یہ حضرت آپ کے راجیش صاحب ادھر سے گزرے اور گاڑی روک کر بڑی دیر تک میری گاڑی کا جائزہ لیتے رہے پھر وہاں سے چل پڑے۔ ظاہر ہے مجھے تو دیکھنا ہی پڑا کہ وہ کیا چاہتے تھے؟"

"ارے نہیں....!" لیڈی پرکاش ہنس پڑی۔ "وہ تھوڑا سا کریک ہے اور بس مگر وہ دھماکہ کیسا تھا....؟"

"میرا خیال ہے کہ وہاں کسی نے دیسی ساخت کے بم چھپائے تھے جو کسی وجہ سے پھٹ گئے"

فریدی نے ساحل پر گاڑی روک دی.... پھر دفعتاً حمید نے اس کی گرجدار آواز سنی۔

"لیڈی پرکاش....!" اور آگے جھک کر دیکھا۔ فریدی نے لیڈی پرکاش کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور اُسے غالباً اپنی ران سے دور ہٹائے رکھنے کیلئے دروازے کی طرف کھسک گیا۔

گوریلا

لیڈی پرکاش دم بخود تھی۔ فریدی نے اس کا وہی ہاتھ اوپر اٹھایا اور اس کی چٹکی میں دبی کوئی چیز اپنی گرفت میں لے لی۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے لیڈی پرکاش اچانک ہوش میں آگئی ہو دفعتاً اس نے چیخنا شروع کر دیا۔ "کمینے ذلیل.... کتے.... چھوڑو میرا ہاتھ۔"

ساحل پر لوگ موجود تھے.... ان میں سے کئی کار کی طرف دوڑ پڑے.... لیکن قبل اس کے کہ وہ قریب پہنچتے۔ فریدی نے گاڑی کا دروازہ کھول کر لیڈی پرکاش کو دھکا دیا اور وہ چیختی نیچے جا پڑی۔

کار کا انجن جاگا اور وہ ایک لمبا ٹرن لے کر سڑک پر ہو لئے.... لوگ شور مچا رہے تھے کچھ کار کے پیچھے دوڑ بھی پڑے تھے۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے.... کار سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی

"یہ کیا ہوا....؟" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہوتا ہی رہتا ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"فضول بکواس مت کرو۔ اب وہ اس کی رپورٹ کرے گا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے میرے خلاف شہادت دیں گے اور ہمارے نئے ڈی۔ آئی۔ جی صاحب یہی چاہیں گے کہ میں ہتھکڑیاں پہنے ہوئے پیدل جیل تک لے جایا جاؤں۔"

"آخر کیوں؟ آپ نے کیا کیا ہے؟"

"تم نے دیکھا نہیں تھا کہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا.... اور وہ چیخنے لگی تھی۔"

"کیا چھینا تھا آپ نے اس سے۔"

"نیلے رنگ کی ایک سوئی.... اس نے کوشش کی تھی کہ اسے میری ران میں چبھا دے۔"

"اوہ تو کیا....!"

"میرا خیال ہے کہ ان دونوں کی زندگیاں ایسی ہی سوئیوں کے ذریعے ختم کی گئی تھیں۔ لیکن انہیں اس کا موقع نہیں ملا تھا کہ کسی قسم کا بیان دے سکتے۔"

"پھر اب آپ کیا کریں گے۔"

"فی الحال ہمیں روپوش ہونا پڑے گا.... یہ بہترین موقع ہاتھ آیا ہے اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا جائے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اتنے ہی میں بوکھلا گئے۔ کھوپڑی استعمال کرو۔ مجرم ہماری مصروفیات سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ان کا کوئی نہ کوئی آدمی ہر وقت ہم پر نظر رکھتا ہے۔"

ایسی صورت میں ہم ان کے خلاف کیا کر سکیں گے۔"

"ہوں....!" حمید سر ہلا کر بولا اور مڑ کر پیچھے دیکھنے لگا۔ دو کاریں آگے پیچھے نظر آئیں.... ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے تعاقب ہی میں آئی ہوں۔

"مجھے علم ہے...." فریدی عقب نما آئینے کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"تب تو آ گئی شامت....!"

"ہونہہ.... کیا بکواس ہے؟"

کچھ دور چلنے کے بعد اس نے گاڑی نصیر آباد والی سڑک پر موڑ دی....

"اللہ رحم کرے....!" حمید بڑبڑایا۔

دونوں کاریں بدستور پیچھے لگی رہیں.... تھوڑی دیر بعد حمید نے محسوس کیا فریدی بتدریج رفتار کم کر رہا ہے۔

"کیا ارادہ ہے....؟" حمید نے پوچھا۔

"دیکھتے جاؤ....!" فریدی نے کہا اور گاڑی سڑک کے کنارے لگا کر روک دی اور خود اتر کر بونٹ اٹھانے لگا۔

اتنے میں وہ دونوں کاریں بھی آگے پیچھے آ کر رکیں۔

ان میں سے اترنے والوں کی تعداد پانچ تھی۔ فریدی ان کی طرف توجہ دیئے بغیر بونٹ اٹھا کر انجن پر جھک گیا تھا۔

"کیوں جناب....!" ان سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ کیا حرکت تھی؟"

"کیا مطلب....؟" فریدی سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

حمید نے دیکھا کہ سوال کرنے والا بوکھلا کر بغلیں جھانک رہا ہے۔ وہ فریدی کی تیز نظروں کی تاب نہ لا سکا تھا۔

"وہ وہاں.... اینگل بیچ پر....!" وہ بالآخر ہکلایا۔

"تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔"

"چوری اور سینہ زوری....!" ایک اور آگے بڑھا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی کا گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا.... پھر ایسا لگا جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ گھونسہ کھا کر گرنے والا کہنیاں ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حمید ابھی تک گاڑی ہی میں تھا۔ دفعتاً اس نے دیکھا کہ گاڑی کے قریب کھڑا ہوا ایک آدمی جیب سے ریوالور نکال رہا ہے۔ اس نے پوری قوت سے دروازے کو دھکا دیا جو کھل کر اس آدمی سے اس بُری طرح ٹکرایا کہ چاروں خانے چت ہو گیا دوسرے ہی لمحے میں حمید نے اس پر چھلانگ لگائی اور اسے دوبارہ نہ اٹھنے دیا....

ذرا ہی سی جدوجہد کے بعد وہ اس سے ریوالور چھین لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ فریدی اور

دوسرے لوگ خاموشی سے کھڑے انہیں دیکھتے رہے.... اور وہ آدمی اب بھی زمین پر پڑا ہوا تھا جس کی خبر فریدی نے لی تھی۔

دفعتاً فریدی نے بڑھ کر ریوالور حمید سے لے لیا اور انہیں کور کرتا ہوا بولا۔

"حمید اسے چھوڑ کر ہٹ جاؤ۔ ٹھیک.... اب تم سب اپنے ہاتھ اٹھاؤ.... ہوں.... اے تم.... ہاتھ اٹھاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔ حمید اب تم ان سبھوں کی تلاشی لو....!"

حمید باری باری سے ان کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ لیکن کسی کے پاس سے بھی ریوالور یا کوئی دوسری خطرناک چیز برآمد نہ ہو سکی۔

اب فریدی نے اس آدمی کی طرف اشارہ کیا جس نے ریوالور استعمال کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اس کی ٹائی سے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دو۔" پھر دفعتاً اس آدمی سے مخاطب ہوا۔ "نہیں دوست.... خاموشی سے خود کو ہمارے حوالے کر دو.... ورنہ ٹریگر دب جائے گا۔"

حمید نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے.... اب فریدی نے دوسروں سے کہا۔ "تم لوگ اپنی گاڑیوں میں بیٹھو۔" اور اس نے مخالف سمت میں اشارہ کیا۔

"کک.... کیا.... مطلب....!" وہ آدمی ہکلایا جس کے ہاتھ باندھے گئے تھے....

"تم ہمارے ساتھ چلو گے۔" فریدی مسکرایا۔

دوسرے لوگ گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے۔

حمید نے اس آدمی کو لنکن کی پچھلی سیٹ پر دھکیل دیا۔ اس سلسلے میں کافی جدوجہد کرنی پڑی اور وہ اس وقت تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا جب تک فریدی نے بھی ہاتھ نہ بٹایا۔

"ارے تم لوگ ابھی گئے نہیں۔" فریدی نے دوسروں کو للکارتے ہوئے ایک ہوائی فائر کیا.... اور دوسرے ہی لمحے میں دونوں گاڑیوں کے انجن اسٹارٹ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد لنکن پھر نصیر آباد کی طرف جا رہی تھی.... اور قیدی پچھلی سیٹ پر پڑا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔



لیڈی پرکاش غصے میں بھری ہوئی اپنے ہٹ میں واپس آئی تھی اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ پھر ماؤتھ پیس میں کہا تھا۔ "وہ مجھ سے بچ کر نکل گیا.... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کم

بخت کی کھوپڑی کے گرد آنکھیں ہی آنکھیں ہوں.... بیچ پر بڑی بے عزتی ہوئی۔ سوئی چھوڑ کر کے بعد اس نے مجھے گاڑی سے دھکیل دیا تھا.... لوگ جمع ہو گئے تھے اور میں نے اس طرح چیخ شروع کر دیا تھا جیسے وہ مجھ سے زبردستی کرنا چاہتا ہو.... پھر وہ دونوں بھاگ نکلے.... کچھ اور دور گاڑیوں میں ان کے پیچھے لگ گئے ہیں جن میں نمبر تیرہ بھی شامل ہے۔"

پھر وہ خاموش ہو کر دوسری طرف کی باتیں سنتی رہی۔

"اچھا.... اچھا....!" اس نے کچھ دیر بعد سر ہلا کر کہا۔ "تو میں رپورٹ کر دوں۔"

"ہاں.... قطعی طور پر گواہ ملیں گے.... اس کے پیچھے جو لوگ گئے ہیں ان میں سے کچھ آدمیوں کو میں جانتی ہوں۔"

اس کے بعد وہ پھر سنتی رہی اور اچھا کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

وہ بڑی دلکش عورت تھی اور اپنے طبقے کے مردوں میں بے حد مقبول تھی البتہ عورتوں میں اس کے پالتو چمپینزی کی وجہ سے بہتیری کہانیاں مشہور تھیں جنہیں مضحکانہ انداز میں دہرا کر خوب خوب ناک بھوں سکوڑی جاتی تھیں۔

بڑی سوشل عورت تھی.... زیادہ تر دو چار دوستوں کے ساتھ ہی نظر آتی.... شہر کے بڑے آفیسروں سے اچھے تعلقات رکھتی تھی۔ بعض حلقوں میں تو یہاں تک کہا جاتا تھا کہ سر پرکاش کی روز افزوں دولت مندی کا انحصار ہی لیڈی پرکاش پر ہے۔ ایکسپورٹ امپورٹ کے بزنس میں آج کل شہر میں ان کا کوئی حریف نہیں تھا۔

بہر حال لیڈی پرکاش کی شکایت پر فریدی کے محکمے کے ڈی۔ آئی۔ جی نے اس معاملے کی تفتیش خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ شہادت کے طور پر وہ لوگ پیش کئے گئے جنہوں نے فریدی کا تعاقب کیا تھا انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ ان میں سے ایک آدمی کو بے بس کر کے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔

اسی رات کو لیڈی پرکاش بیچ ہوٹل کے بال روم میں نظر آئی۔ گیلری میں اپنی میز پر تنہا تھی رقاص جوڑے آرکسٹرا کی دھن پر حرکت کرتے ہوئے فرش پر رینگتے پھر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے لیڈی پرکاش کو کسی کا انتظار ہو۔

دفعتاً اس کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس نے اپنی ہم رقص کے ہاتھ چھوڑ کر مضحکہ خیز

رکتیں شروع کر دی تھیں.... کبھی ہاتھوں کو بے ڈھنگے پن سے ہلاتا۔ کبھی ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر تھرکنے لگتا.... لیڈی پرکاش اسے بہت غور سے دیکھتی رہی۔ پھر جیسے ہی اس نے دوبارہ اپنی ہم رقص کے ہاتھ تھامے وہ اٹھ کر ہوٹل کے ٹیلی فون بوتھ میں آئی۔ کسی نے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولی۔ "بی تھری بی فور سے معلومات حاصل کی جائیں.... تھرٹین اس کے تعاقب میں گیا تھا جسے وہ بے بس کر کے اپنے ساتھ لے گیا.... فی الحال اس کا کہیں پتہ نہیں۔"

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا جسے وہ سنتی رہی پھر بولی۔ "بہت بہتر.... میں کوشش کروں گی۔"

ریسیور رکھ کر وہ باہر آئی۔ تھوڑی دیر تک کھڑی کچھ سوچتی رہی پھر پارکنگ شیڈ میں آکر اپنی گاڑی باہر نکالی اور بیچ کالونی کی طرف روانہ ہو گئی۔

بیچ ہوٹل سے اس کا ہٹ زیادہ دور نہیں تھا۔ گاڑی روک کر نیچے اتری.... ہٹ کے دروازے پر دستک ہوئی.... دروازہ کھلا۔ اندر اندھیرا تھا پہلے تو ٹھٹکی پھر دروازے سے گزر کر ٹٹولتی ہوئی سوئچ بورڈ تک آئی۔ سوئچ آن کیا۔ کمرے میں روشنی ہو گئی۔ لیکن اسے ایسا محسوس ہوا جیسے روشنی ہونے کے ساتھ اس کا اعصابی نظام بھی بھک سے اڑ گیا ہو.... اگر پشت پر دیوار نہ ہوتی تو چاروں خانے چت گری ہوتی۔ سامنے ایک لمبا تڑنگا گوریلا اس کے چمپینزی کو الٹا لٹکائے کھڑا تھا.... ایسا لگتا تھا جیسے چمپینزی مر ہی گیا ہو۔ وہ دیوار سے ٹکی ہوئی ہانپ رہی تھی۔ آنکھیں شدت خوف سے پھیل گئیں تھیں۔

دفعتاً گوریلے نے بے حس و حرکت چمپینزی کو فرش پر ڈال دیا اور لیڈی پرکاش کی طرف بڑھنے لگا.... لیڈی پرکاش چیخنے ہی والی تھی کہ گوریلے کا چوڑا چکلا ہاتھ اس کے منہ پر جم گیا.... عجیب سی دہشت تھی جو اس کے ذہن کو بتدریج تاریکیوں میں دھکیلتی چلی گئی۔ دوسری بار ہوش آیا تو سب سے پہلے اس قسم کی بدبو کا احساس ہوا جیسی چڑیا گھر میں جانوروں کے کٹہروں کے قریب پائی جاتی ہے.... چاروں طرف اندھیرا تھا۔ آہستہ آہستہ ذہن صاف ہوتا گیا اور اسے خنکی کا احساس بھی ہوا۔ جسم کے نیچے کئی جگہ چبھن بھی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اٹھ بیٹھی اور گرد و پیش میں ٹٹولنے پر اس نتیجے پر پہنچی کہ وہ اب تک زمین پر پڑی رہی تھی۔

ایک بار پھر اس کی گھگھی بندھ گئی.... آنکھیں بند کر لیں.... لیکن کب تک.... اس بار آنکھیں کھول کر چاروں طرف نظر دوڑائی ایک جانب ملگجی سی روشنی کا دائرہ نظر آیا۔ زیادہ

آنکھیں پھاڑنے پر دو چار تارے بھی دکھائی دیئے.... اور اس پر لرزہ طاری ہو گیا وہ کسی غار
تھی جس کے دہانے سے اسے تارے دکھائی دیئے تھے۔ اوہ.... تو وہ گوریلا اس نے سوچا اسے
غار میں اٹھا لایا ہے.... دفعتاً وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح سسک کر رونے لگی۔

پھر سناٹے میں ایک پاٹ دار آواز ابھری۔ "یہاں کون ہے؟" ساتھ ہی اس پر ٹارچ کی روشنی بھی پڑی۔ آنکھیں چندھیا گئیں۔ اب روشنی غائب ہو گئی تھی۔

پھر دو آدمیوں کی گفتگو سے غار کی محدود فضا گونجنے لگی۔

"یہ کوئی عورت ہے۔" پہلی آواز۔

"میں بغیر دلیل تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔" دوسری آواز۔

"ارے کیا تم نے دیکھا نہیں۔"

"بعض چیزیں وہ نہیں ہوتیں جو نظر آتی ہیں۔"

"پھر بھی یہاں اس غار میں اس کا کیا کام....؟"

"اگر واقعی کوئی عورت ہی ہے تو تحت الثریٰ میں بھی پائی جا سکتی ہے اس پر حیرت نہ ہونی چاہئے۔"

"ہو سکتا ہے اسے ہماری مدد کی ضرورت ہو۔"

"خواہ مخواہ۔"

"لیکن یہ تو سوچو.... یہاں اس ویرانے میں.... اس غار میں....!"

"ہو سکتا ہے محترمہ ایڈونچر کی شائق ہوں.... یا شوہر غاروں میں رہنے والوں سے بھی بد ثابت ہوا ہو۔"

"مم.... میری مدد کیجئے۔" لیڈی پرکاش نے روہانسی آواز میں کہا۔

"آپ کون ہیں....!" پہلی آواز۔

"مم.... مجھے ایک گوریلا اٹھا لایا ہے۔"

دوسری آواز قہقہے کی شکل میں ابھری اور پھر کہا گیا۔ "دیکھا.... شاید وہ گوریلا خودکشی کا نیت رکھتا تھا۔"

"خدا کے لئے میری مدد کیجئے.... میں نہیں جانتی کہاں ہوں۔"

ٹارچ پھر روشن ہوئی اور کسی نے کہا۔ "ہمارے پیچھے چلی آیئے.... یقیناً یہ کسی گوریلے

مسکن معلوم ہوتا ہے۔"

وہ دونوں غار کے دہانے کی طرف مڑ گئے تھے۔ لیڈی پرکاش ان کی شکل نہ دیکھ سکی۔ غار سے نکل کر اسے احساس ہوا کہ وہ اونچی نیچی چٹانوں کے درمیان کھڑی ہے.... چاروں طرف گہری تاریکی کا راج تھا۔

وہ ان دونوں کو بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ شکاری معلوم ہوتے تھے۔ کاندھوں سے رائفلیں لٹکی ہوئی تھیں۔

لیڈی پرکاش نے اطمینان کا سانس لیا وہ سوچ رہی تھی اگر گوریلے سے مڈ بھیڑ بھی ہو گئی تو یہ اسے گولی کا نشانہ بنا دیں گے۔

"کیا آپ ہمارے ساتھ چلنا پسند فرمائیں گے۔" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"جج.... جی ہاں....!" وہ ہکلائی۔

"اس وقت ہم آپ کو کسی بستی میں تو نہ پہنچا سکیں گے۔"

"جج.... جی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر چلئے....؟"

وہ پھر چلنے لگے.... انہوں نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی.... لیڈی پرکاش ان کے پیچھے چل رہی تھی۔ ان میں سے ایک نے تجویز پیش کی کہ وہ آگے چلے تو بہتر ہے اس طرح انہیں روشنی دکھانے میں آسانی ہو گی۔

"لیکن اگر گوریلا....؟" لیڈی پرکاش نے جملہ پورا نہیں کیا۔

"اجی یقین کسے آیا ہے اس کہانی پر۔" دوسرے نے زہریلے لہجے میں کہا۔ یہ آواز لیڈی پرکاش کو شروع ہی سے زہر لگتی رہی تھی۔

"بیکار باتیں نہ کرو....!" اس کے ساتھی نے کہا۔

اب لیڈی پرکاش آگے چل رہی تھی۔ وہ دونوں پیچھے تھے اور وقتاً فوقتاً اسے راستے کے متعلق ہدایات بھی مل رہی تھیں۔

تقریباً پندرہ یا بیس منٹ چلتے رہنے کے بعد وہ میدان میں آ نکلے۔ یہاں جنگل گھنا نہیں تھا.... لیڈی پرکاش تھک گئی تھی.... اونچی نیچی چٹانوں کے درمیان چلتے رہنا پڑا تھا.... سانس

پھولنے لگی تھی۔

پھر وہ ایک ایسی جگہ پہنچ کر رک گئے تھے جہاں دو چھولداریاں نصب تھیں۔ ان کے اندر پٹرومیکس کی روشنی تھی۔

وہ ایک چھولداری میں آئے.... جہاں جیسے ہی اس نے انکی شکلیں دیکھیں ایک دم پھٹ پڑی۔

"اوہ تو تم ہو.... آوازیں بدل کر بولتے رہے تھے؟"

"ہاں محترمہ....!" فریدی نے بڑے ادب سے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اتنی شرافت سے کیوں پیش آرہے ہیں۔" کیپٹن حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

ہر چند کہ انہوں نے میری جان لے لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن پھر بھی مجھے یہ تو سوچنا ہی پڑے گا کہ سر پرکاش کی بیوی ہیں۔ سر پرکاش سے میرے والد کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔

"جہنم میں جھونکئے.... اس سے تو تعلقات نہیں ہیں۔"

"تم دونوں عنقریب جہنم میں پہنچ جاؤ گے۔" لیڈی پرکاش دانت پیس کر بولی۔

"میں جانتا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔ "ڈی۔ آئی۔ جی صاحب بذاتِ خود اس معاملے کی تفتیش فرمارہے ہیں۔ اور لیڈی پرکاش! مجھے یقین ہے کہ اس سوئی کا زہر اس زہر سے مختلف نہ ہوگا جس نے دو ویٹرز کو موت کی نیند سلادیا تھا۔"

"میں نہیں جانتی.... تم کیا بکواس کررہے ہو۔"

فریدی لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"تم مجھے کہاں سے لائے ہو؟"

"میں تمہیں اپنے کیمپ میں لایا ہوں؟"

"میں سمجھ گئی.... یہ تمہاری حرکت تھی۔ تم نے اچھا نہیں کیا؟" لیڈی پرکاش آنکھیں نکال کر بولی۔

"اس سے بھی کیا فرق پڑے گا۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"مجھے اس فلم کا پرنٹ بھی مل گیا ہے جو میرے کیمرے سے نکالی گئی تھی۔"

"اوہ....!" وہ دانت پیس کر بولی۔ "تم چور بھی ہو۔"

"وہ تمہارے وینٹی بیگ میں تھی اور وینٹی بیگ اس وقت تمہارے ہاتھ میں تھا جب میرے گوریلے نے تم پر حملہ کیا تھا.... ؟ گوریلا پالو لیڈی پرکاش۔ چمپینزی تو بڑا حقیر سا جانور ہے۔"

"تم نے اسے بھی مار ڈالا.... درندے۔" وہ روہانسی آواز میں چیخی۔

"نہیں مطمئن رہو.... وہ صرف بیہوش تھا۔"

"مجھے بھی کچھ بولنے دیجئے یا آپ ہی بولے چلے جائیں گے۔" حمید نے کہا اور فریدی مسکرا کر خاموش ہوگیا۔

لیڈی پرکاش حمید کو کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگی تھی۔

"ہم وہ ریل پروجیکٹر پر چلا کر دیکھ چکے ہیں۔" حمید نے کہا۔ "اور اب تم ہمیں بتاؤ گی کہ ان تصویروں کا مطلب کیا ہے۔"

"شٹ اپ....!"

"خیر....!" حمید نے اس طرح کہا جیسے لیڈی پرکاش نے صرف اختلاف رائے کیا ہو۔ پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "میں اسے آزاد کرنے جارہا ہوں وہ تمہاری بو پاکر سیدھا ادھر ہی آئے گا۔"

وہ چھولداری سے باہر نکل آیا۔ فریدی اور لیڈی پرکاش خاموشی سے ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ لیڈی پرکاش جھلاہٹ میں کبھی بغلیں جھانکنے لگتی۔

کچھ دیر بعد گوریلے کا شور سنائی دیا اور لیڈی پرکاش کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں.... پھر گوریلے کا چہرہ روشنی میں آیا اور لیڈی پرکاش چیخ مار کر فریدی کے پیچھے چھپنے لگی۔ وہ برابر چیخے جارہی تھی۔ "بچاؤ.... بچاؤ۔" گوریلا ایک جگہ کھڑا چیختا اور اچھلتا کودتا رہا۔

پھر لیڈی پرکاش کو اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کتنی دیر بعد گری تھی اور بے ہوش ہوگئی تھی۔

واپسی

محکمہ سراغ رسانی کا ڈی۔ آئی۔ جی۔ جوزف پیٹر نہ صرف اصلاً بلکہ معنوی اعتبار سے بھی بھاری ہی تھا۔ اول درجے کا کینہ توز اور ظالم۔ حال ہی میں کسی دوسرے علاقے سے تبدیل ہو کر

یہاں آیا تھا۔ محض شبے کی بناء پر لوگوں کو ایسی اذیتیں دیتا تھا جیسے نازیوں نے یہودیوں یا فرا
گستاپو نے حریت پسند الجزائریوں کو بھی نہ دی ہوں گی۔ محکمے میں سب سے زیادہ فریدی
خار کھاتا تھا۔ اگر فریدی کی پوزیشن مضبوط نہ ہوتی تو شاید اب تک اس کا تبادلہ ہی کرا چکا ہوتا۔

لیڈی پرکاش کی رپورٹ ملتے ہی فریدی کے خلاف پوری طرح حرکت میں آگیا۔ ف
کے دونوں ماتحتوں امر سنگھ اور رمیش کو بلا کر پوچھ گچھ کی۔ ان کے لاعلمی ظاہر کرنے پر اس
گرجتا برستا رہا جیسے وہ جھوٹ بول رہے ہوں۔ پھر فریدی کی کوٹھی کی نگرانی کے احکامات
کئے۔ شہر کے سارے تھانوں کو آگاہ کیا گیا کہ فریدی پر نظر رکھی جائے۔ فریدی کے خلاف شہ
چار ذی عزت آدمیوں شہادت دی تھی۔ وہی لوگ تھے جنہوں نے فریدی کا تعاقب کیا
انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ فریدی ان میں سے ایک آدمی کو زبردستی باندھ لے گیا تھا۔ لیکن
اس آدمی کا نام نہ بتا سکے۔ ان کے لئے اجنبی تھا۔ محض اس لئے ساتھ ہو گیا تھا کہ ان نا
آدمیوں کو پکڑنے میں انہیں مدد دے سکے۔ انہوں نے اس واقعہ کا تذکرہ قطعی نہیں کیا تھا کہ
آدمی نے فریدی پر ریوالور تان لیا تھا.... ہو سکتا ہے لیڈی پرکاش نے انہیں ایسا کوئی بیان
سے باز رکھا ہو۔

بہر حال اب ڈی۔ آئی۔ جی پیٹر آئی جی کے آفس میں اس کی آمد کا منتظر تھا۔

وہ آیا اور اس سے وہاں اس کی موجودگی کے متعلق استفسار کیا۔

"یہ فریدی سخت تکلیف دہ ہوتا جا رہا ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں؟ کیا بات ہے۔"

ڈی۔ آئی۔ جی غصیلے لہجے میں لیڈی پرکاش کی کہانی دہرانے لگا۔

بات ختم ہونے پر آئی۔ جی کافی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا.... کیا معاملہ ہے۔"

"معاملہ صاف ظاہر ہے۔ تجرد کی زندگی بعض اوقات ایسے ہی راستوں پر لے جاتی ہے۔"

آئی جی حقارت آمیز انداز میں ہنس کر بولا۔ "تم نے فریدی کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔"

"پھر آخر لیڈی پرکاش کی رپورٹ پر کیا ایکشن کیا جائے۔" اس نے سخت نامعقول قسم
لہجے میں پوچھا۔

گوری چمڑی والا ہونے کی بناء پر وہ دیسی آفیسروں سے بھی بعض اوقات بڑا حقارت آمیز
تاؤ کر بیٹھتا تھا۔ اور وہ عموماً طرح دے جاتے تھے۔
ہو سکتا ہے اس کی وجہ ڈیڑھ صد سالہ غلامی کا پیدا کردہ احساس کمتری ہی رہا ہو۔ بہر حال آئی
اس کے لہجے کو نظر انداز کرتا ہوا بولا۔ "ایکشن تو لینا ہی پڑے گا اور اس کا فیصلہ عدالت کرے
کہ کون کس پوزیشن میں تھا۔ ویسے میں لیڈی پرکاش کو اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"وہ حقیقتاً کوئی اچھی عورت تو نہیں۔"

"عینی شاہد موجود ہیں جناب۔"

"کیا دیکھا تھا انہوں نے۔"

"وہ گاڑی میں بیٹھی چیخ رہی تھی.... اور فریدی نے دروازہ کھول کر اسے دھکا دے دیا تھا۔"

"مجھے حیرت ہے مسٹر جوزف پیٹر.... اگر فریدی لیڈی پرکاش کے بیان کے مطابق اسے
دستی کہیں لے جانا چاہتا تھا تو پھر اس طرح دھکیل کر کیوں چلا گیا۔"

"اس خیال سے کہ اتنے آدمیوں کی موجودگی میں اسے لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔"

"حالانکہ وہ ان میں سے ایک مرد کو زبردستی باندھ لے گیا۔" آئی۔ جی مسکرایا۔

"اس وقت وہاں صرف پانچ آدمی تھے۔"

"اچھا یہ تو سوچو.... کہ وہ اسے ساحل پر کیوں لے گیا تھا؟ کیا ان آدمیوں کو تعاقب کی
لت دینے کہیں لے جانا مقصود ہوتا تو وہیں اس کے ہٹ سے لے جاتا۔ کیونکہ ساحل کے
گے تو سمندر ہی ہے۔"

"جناب وہ تو سب ٹھیک ہے.... لیکن رپورٹ....؟"

"میں کہہ تو رہا ہوں کہ ایکشن لو.... اتنی باتیں صرف اس لئے کر ڈالیں کہ اس کا تجرد بدنام
ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ وارنٹ ایشو کرا دوں۔"

"اتنی جلدی....!" آئی جی مسکرا کر بولا۔ "نہیں یہ ناممکن ہے۔ اگر وہ دو دن کے اندر
پورٹ نہ دے تو یہ بھی کر گزرنا۔"

"لیڈی پرکاش بہت با رسوخ ہے.... کہیں ایسا نہ ہو کہ اوپر سے احکامات آجائیں۔"

"میں اپنے فرائض سے بخوبی واقف ہوں۔" آئی جی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔ آئی۔جی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اٹھ گیا۔



لیڈی پرکاش پیال کے بستر پر پڑی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔ "تم گدھے ہو۔ اس کی کیا ضرورت تھی۔"

"ابھی نہیں.... ذرا اسے ہوش آنے دیجئے تو پھر اس کی اہمیت بھی آپ کی سمجھ میں آجائے گی۔" حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

فریدی تشویش کن نظروں سے بے ہوش عورت کی طرف دیکھتا رہا۔ دفعتاً حمید ہنسنے لگا۔

"خاموش رہو۔"

"اب یہ کبھی ہوش میں نہیں آئے گی۔" حمید نے کہا۔

"کیا مطلب....!"

"جب ہوش ہی میں نہ آئے گی تو پھر اسے خوبصورت کیوں رہنے دیا جائے۔"

"بکواس مت کرو۔"

"میں اس کے گھنگھریالے بالوں پر قینچی کیوں نہ چلادوں۔"

پھر فریدی کچھ سوچتا ہوا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔

"گڈ....!" حمید چہک کر بولا۔ "میں قینچی لینے جارہا ہوں۔"

وہ ابھی واپس نہیں آیا تھا کہ لیڈی پرکاش کے جسم میں حرکت ہوئی اور پھر اس کی واپسی سے پہلے ہی وہ اٹھ بھی گئی تھی۔

حمید چھولداری میں داخل ہوا تو وہ فریدی کو گھورنے جارہی تھی اور فریدی کینواس فولڈنگ اسٹول پر بیٹھا کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔

حمید دونوں کے درمیان رک کر انگلی میں قینچی نچانے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "لیڈی پرکاش کرنل فریدی تمہاری بہت عزت کرتے ہیں کیونکہ تم ان کے والد کے دوست کی بیوی ہو اور مجھے اپنے والد کی نالائقی پر سخت افسوس ہے کہ وہ

ایسا دوست پیدا نہ کرسکے! نہ کرسکے.... نہ کرسکے.... اوہ میں کیا کہہ رہا تھا۔"

فریدی نے حمید کو گھور کر دیکھا اور اسی طرح غصیلی نظروں سے گھورتا ہوا چھولداری سے باہر چلا گیا۔ حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔ "عقل مند آدمی معلوم ہوتے ہیں آپ۔"

اور لیڈی پرکاش کو مخاطب کر کے بولا۔ "یہ قینچی میں اس لئے لایا تھا کہ تمہارے سر کے بال صاف کردوں۔"

"میں تم سبھوں کو سمجھوں گی۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"پھر بہکنے لگیں.... کیا گوریلے کو پھر تکلیف دینی پڑے گی۔"

"کیوں پیچھے پڑے ہو میرے۔" وہ روہانسی آواز میں چیخی۔

"میں بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں لیڈی پرکاش کہ تم سے ایسے حالات میں ملاقات ہوئی ورنہ.... ورنہ تم دیکھتیں۔"

"کیا دیکھتی۔"

"تمہاری آنکھیں.... مجھے ایسا لگتا ہے.... جیسے ان آنکھوں کو بارہا خواب میں دیکھا ہو۔"

"مجھے کیوں پریشان کیا جارہا ہے۔"

دفعتاً حمید نے چاروں طرف دیکھ کر ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔

لیڈی پرکاش متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہی تھی۔

پھر حمید نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ "تمہیں بتانا ہی پڑے گا لیڈی پرکاش.... کرنل فریدی کو مجرموں پر قطعی رحم نہیں آتا۔"

"مم.... میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تم جانتی ہو لیڈی پرکاش....!" حمید نے گرج کر کہا اور پھر مسکرا کر آنکھ ماری اور چھولداری کے در کی طرف دیکھنے لگا۔

لیڈی پرکاش کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی الجھن میں بھی پڑ گئی ہو۔

"کیا تم نے سنا نہیں....!" وہ پھر غرایا۔

"میں کہتی ہوں تمہیں پچھتانا پڑے گا۔"

"اچھی بات ہے.... میں پھر جارہا ہوں.... وہ گوریلا ہی تمہیں راہِ راست پر لائے گا۔"

وہ ابھی کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ فریدی چھولداری میں داخل ہوا۔ "لیڈی پرکاش" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "کیا تم دوسری چھولداری تک چل سکو گی۔"

حمید نے فریدی کی نظر بچا کر لیڈی پرکاش کو آنکھ ماری اور سر کو اس طرح جنبش دی جیسے اس سے انکار کرا دینا چاہتا ہو۔ لیڈی پرکاش نے تذبذب کے ساتھ کہا۔ "میں کہیں نہ جاؤں گی۔"

فریدی پلکیں جھپکائے بغیر اُسے گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا۔ "میں تمہیں وہ فلم دکھانا چاہتا ہوں.... تم مجھے ان اشاروں کا مطلب بتاؤ گی۔"

چند لمحے خاموش رہ کر دفعتاً گرجدار آواز میں بولا۔ "اٹھو....!"

شاید اسے لہجے کا جھٹکا ہی کہیں گے جس نے لیڈی پرکاش کو پیال کے بستر سے اٹھا دیا تھا۔

فریدی نے چھولداری کے در کی طرف اشارہ کیا اور لیڈی پرکاش چپ چاپ آگے بڑھ گئی۔

فریدی اس کے پیچھے تھا۔ حمید بھی بالآخر اٹھ کر ساتھ ہو لیا۔

وہ دوسری چھولداری میں آئے۔ یہاں سامنے ایک سفید چادر تنی ہوئی تھی اور اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹری سے چلنے والا ایک چھوٹا سا پروجیکٹر رکھا ہوا تھا۔ فریدی نے حمید سے کہا کہ وہ پٹرومیکس لیمپ دوسری چھولداری میں پہنچا کر خود واپس آجائے۔

حمید واپس پہنچا تو فریدی پروجیکٹر اسٹارٹ کر چکا تھا.... پردے پر ایک آدمی نظر آیا جو ہاتھوں کو متواتر جنبش دے رہا تھا.... پھر ایک دوسرا چہرہ نظر آیا.... یہاں بھی ہاتھوں کی ورزش نظر آئی.... کئی چہرے گزر گئے اور بالآخر چادر پر صرف روشنی کا مستطیل باقی رہ گیا۔

"کیا خیال ہے لیڈی پرکاش....!" حمید نے فریدی کی آواز سنی۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم پر کس قسم کی دیوانگی کا دورہ پڑا ہے۔"

"لیڈی پرکاش یہ فلم تمہارے وینٹی بیگ سے برآمد ہوئی تھی اور لیڈی پرکاش یہ تصاویر میں نے ہی لی تھیں۔"

"میں نہیں جانتی کہ اس کا مالک کون ہے.... مجھے یہ بیچ پر ایک جگہ پڑی ملی تھی۔"

"بہت خوب....!" فریدی کا ہلکا سا قہقہہ چھولداری میں گونجا۔

دفعتاً فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "آپ یقیناً کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔"

"کیا مطلب....؟"

"ٹھہریئے.... میں پہلے پٹرومیکس لاؤں؟ ورنہ ہو سکتا ہے اندھیرے میں مزید کسی غلط فہمی کے امکانات پیدا ہو جائیں۔"

وہ اٹھ کر واپس چھولداری میں آیا اور پیٹرومیکس اٹھا کر وہیں جا پہنچا۔ لیڈی پرکاش کے چہرے پر زردی تھی۔

"میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر غلط اقدام کر بیٹھے ہیں۔"

...نے فریدی کو مخاطب کر کے کہا۔

"فضول باتیں نہ کرو.... آخر وہ زہریلی سوئی تمہارے ذہن سے کیوں نکل جاتی ہے۔"

"اسے بھی غلط فہمی ہی کہیں گے اگر خلال کو زہریلی سوئی سمجھ بیٹھیں۔"

"خیر ختم کرو....!" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "ہو سکتا ہے غلط فہمی ہی ہو.... لیکن کیوں نہ ...اپنی یہ غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش کروں۔"

"ضرور کیجئے.... کیوں لیڈی پرکاش....!" لیڈی پرکاش حمید کی طرف صرف دیکھ کر رہ گئی ...لی نہیں۔

فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میں یہ سوئی لیڈی پرکاش کے بازو میں چبھو کر دیکھوں گا۔"

"نہیں...." وہ ہذیانی آواز میں چیخی اور اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔

"ناممکن ہے لیڈی پرکاش! میں اپنی غلط فہمی رفع کروں گا۔" فریدی آگے بڑھتا ہوا غرایا۔

"ارے بچاؤ.... بچاؤ....!" وہ پاگلوں کی طرح چیخے جا رہی تھی۔

"یہ کرنل فریدی ہیں....!" حمید نے بوکھلائے ہوئے انداز کی اداکاری کی "غور سے دیکھو.... گوریلا نہیں ہے.... گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔"

"ارے.... میں مر جاؤں گی۔"

"اوہ.... اُف فوہ.... تو ٹھہریئے جناب۔" حمید آگے بڑھتا ہوا بولا۔

فریدی رک کر غصیلے لہجے میں بولا۔ "تم دخل اندازی مت کرو؟"

"کمال ہے.... ارے تسلیم تو کر لیا بیچاری نے کہ سوئی زہریلی ہے۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ میں خاموش رہ جاؤں۔"

"بالکل....!"

"اور اگر یہ کامیاب ہو گئی ہوتیں تو.... پھر یہ اتنا بھرپور "بالکل" کس کی زبان سے ادا ہو

حمید خاموش ہو گیا.... لیڈی پرکاش گھٹنوں میں سر دیئے روئے جا رہی تھی۔

"لیڈی پرکاش....!" فریدی کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "ہو سکتا ہے تم اس فلم پر کوئی روشن ڈال سکو لیکن کیا یہ بھی نہیں جانتیں کہ ان ساری حرکتوں کی پشت پر کون ہے۔"

لیڈی پرکاش کچھ نہ بولی۔ گھٹنوں سے سر بھی نہیں اٹھایا.... حمید نے فریدی کو اشارہ کیا وہ چھولداری سے چلا جائے۔

"میں تمہیں صرف آدھے گھنٹے کی مہلت اور دے سکتا ہوں.... اس کے بعد جو کچھ ہو گا تم خود ہی دیکھ لو گی...." فریدی کہتا ہوا چھولداری سے چلا گیا۔

حمید لیڈی پرکاش کے قریب پہنچا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے

"بس اب چپ رہو.... میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔"

"تم دونوں درندے ہو.... تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا۔ ایک عورت پر۔" وہ سرا عجیب سے لہجہ میں بولی.... اور پھر "غم و غصہ" والی ترکیب پوری طرح سمجھ میں آ گئی۔ ور اس اخباری ترکیب پر ہمیشہ ہنستا رہتا تھا۔ کیونکہ اس کی دانست میں انسانی ذہن بیک وقت ایک ہی جذبے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ بہرحال اس نے پھر نرم لہجے میں کہا۔ "تم خود سوچو پرکاش کہ سچویشن کیا ہے۔ تم نے کرنل کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔ میں ہوتا تو خیر کوئی نہ تھی۔ کیونکہ میں پیدا ہی اس لئے ہوا ہوں کہ خوبصورت عورتوں پر مرتا رہوں.... ایک ہاتھ سے سچ مچ ہی مر جاتا تو کیا فرق پڑتا۔"

"میرا مضحکہ اڑا رہے ہو۔"

"لیڈی پرکاش.... لیڈی پرکاش! سمجھنے کی کوشش کرو.... مجھے شروع ہی سے تم ہمدردی رہی ہے۔"

لیڈی پرکاش کچھ نہ بولی۔ لیکن اب وہ رو نہیں رہی تھی۔

"اچھا ایک بات بتاؤ" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "کیا تم نے اس آدمی کو بتا دیا تھا کہ تم سے سوئی چھین لینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔"

"نہیں....؟"

"کیوں نہیں بتایا تھا۔"

"اس صورت میں خود میری زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔"

"ہوں....!" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "پھر تم نے اسے کیا بتایا تھا۔"

"یہی کہ فریدی میرے آرٹسٹ دوست کا تعاقب کرتا ہوا میرے ہٹ تک آیا تھا میں نے سوچا کہ اس کی غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش کروں۔ میں اس کی گاڑی میں بیٹھ کر ساحل تک گئی.... وہاں نہ جانے کیوں مجھے گاڑی سے دھکیل دیا۔"

"اوہ تو کیا تمہیں اس کے لئے ہدایات نہیں ملی تھی۔"

"ہدایت تو تھی کہ جب بھی اور جیسے ہی موقع مل جائے تو فریدی کو ختم کر دے۔ وہ اس دھماکے سے بچ گیا تھا۔ اس لئے میں نے سوئی سے کام نکالنا چاہا۔"

"پھر اس سے تمہیں کیا ہدایت ملی۔"

"یہی کہ فریدی کے خلاف رپورٹ درج کرا دوں کہ وہ مجھے زبردستی گاڑی میں ڈال کر لے جا رہا تھا.... ساحل کے قریب مجمع دیکھ کر مجھے نیچے دھکیل گیا۔"

"اور تم نے رپورٹ درج کرا دی۔"

"ہاں کئی آدمیوں کی شہادت سمیت۔"

"بہت عمدہ....!" حمید نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر لیڈی پرکاش خود ہی بولی۔ "یقین کرو.... فریدی نے مجھے جو فلم دکھائی تھی اس کے اشارے میں نہیں سمجھ سکی.... ہر آدمی کے اشارے الگ ہیں۔ میرے چارج میں جو لوگ ہیں ان کے اشارے میں سمجھ سکتی ہوں اور وہ میرے اشارے سمجھ سکتے ہیں۔"

"اوہو.... تو یہ گروہ مختلف ٹولیوں میں بٹا ہوا ہے۔"

"یہی بات ہے۔"

"اب یہ بھی بتا دو کہ تمہیں کس سے احکامات ملتے ہیں۔"

"اسپرنگ نائٹ کلب کے میجر چوہان سے۔"

"تمہاری ٹولی کے ذمہ کون سا کام ہے۔"

"اعلیٰ سرکاری افسروں سے ربط وضبط بڑھانا۔"

"کس لئے....!"

"یہ مجھے آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔"

"بھئی آخر ربط بڑھا کر کیا کرتی ہو۔"

"جو اسپرنگ نائٹ کلب کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے انہیں وہاں تک پہنچانا میرا کام ہے۔"

"پھر کیا ہوتا ہے۔"

"اس کے بعد میں نہیں جانتی کہ کیا ہوتا ہے۔"

"لیڈی پرکاش! کیا میجر چوہان.... سر پرکاش سے زیادہ دولت مند ہے۔"

"نہیں کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں۔"

"کیا اس نے تمہیں بلیک میل کیا تھا۔"

"نہیں.... میں خود ہی وہاں جا پہنچی تھی۔"

"خیر میں تمہارے ان نجی معاملات میں دخل انداز نہیں ہونا چاہتا۔"

"میں تمہیں ضرور بتاؤں گی.... میں کلب کے پیانسٹ فرامرز کو چاہتی ہوں اس کے ب زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"اس کیفیت کی مدت کتنی ہوتی ہے۔"

"بہت سور ہو.... تم کیا جانو۔"

"صورت دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ عورت کا ٹائپ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم سال دو سا سے زیادہ کی بوریت ہرگز برداشت نہیں کر سکتیں۔"

"میں نے غلط کہا تھا.... اب میں اس کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہوں۔" وہ بڑے دلآویز اندا یں مسکرائی۔

"بہر حال تم اسی کے لئے وہاں تک پہنچی تھیں.... لیکن آخر تم نے اس حد تک جانا کیسے ارا کرلیا۔"

"مجبوری....!"

"میری دلچسپی بڑھ رہی ہے لیڈی پرکاش! لہٰذا اس اجمال کی تفصیل بھی ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"میں ہرگز نہیں بتاؤں گی.... سب کچھ تو بتا چکی.... اس سے تمہیں کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے اور سنو۔ تم لوگ مجھے جان سے تو مار سکتے ہو لیکن میرے خلاف کوئی قانونی کاروائی کر کے بھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔ کیونکہ تم لوگوں کے خلاف میری رپورٹ پہلے ہی درج کی جا چکی ہے۔ میرا وکیل سرکاری وکیل کا ناطقہ بند کر دے گا۔"

"بالکل.... بالکل....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "پھر اب ہمیں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔"

"مجھ جیسی عورت کے شایان شان کوئی برتاؤ...." وہ آنکھیں کچھ اور نشیلی بنا کر مسکرائی۔

"ایک بات اور....!" حمید اس طرح چونک کر بولا جیسے کچھ یاد آگیا ہو۔ "تین متوازی لکیروں کو کاٹتی ہوئی چوتھی لکیر کیا معنی رکھتی ہے۔"

"اوہ.... بہت کچھ جانتے ہو۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر کچھ دیر بعد بولی۔ "اس کا مطلب ہے وارننگ جب گروہ کے لئے کام کرنے والے آدمی سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو یہ نشان وارننگ کا کام دیتا ہے۔"

"بہت خوب....!" حمید نے پائپ سلگا کر ہلکا سا کش لیا۔ متواتر دو تین کش لینے کے بعد بولا۔

"مجھے اپنی وہ مجبوری ضرور بتاؤ۔"

"میں کہتی ہوں وہ قطعی میرا نجی معاملہ ہے۔"

دفعتاً فریدی چھولداری میں داخل ہو کر بولا۔ "ختم کرو.... واقعی یہ ان کا نجی معاملہ ہے۔ پہلے مجھے صرف شبہ تھا لیکن اب یقین ہو گیا ہے کہ اسپرنگ کلب سے ہیروئن تقسیم ہوتی ہے۔"

"نن.... نہیں.... یہ غلط ہے۔" لیڈی پرکاش ہکلائی۔

"انہیں انگل پیج چھوڑ آؤ....!" فریدی نے حمید سے کہا۔

"مم.... میری بات تو سنو....!"

"لیڈی پرکاش تمہیں ابھی واپس جانا ہوگا....!" فریدی نے کہا اور پھر چھولداری سے باہر چلا گیا۔

لاش

لیڈی پرکاش اپنے ہٹ میں پہنچ چکی تھی۔ حمید ہی اسے واپس لایا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ لیڈی پرکاش بہت زیادہ مضمحل ہو گئی ہے۔ اس نے ہٹ میں پہنچ کر نہ اُسے دھمکیاں دیں اور نہ اس

چمپینزی ہی کی خبر لی جس کے متعلق کیمپ میں بہت ہی بیتابانہ انداز میں پوچھ گچھ کی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بہت تکلیف دہ خیال سے الجھ گئی ہو دفعتاً اس نے کہا۔ "کرنل فریدی کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اسپرنگ نائٹ کلب میں ہیروئن نہیں ملتی۔"

"کہاں کی باتیں لے بیٹھیں۔ میں اس سے دور بھاگتا ہوں....!" حمید نے کہا لیکن وہ سوچ رہا تھا اس عورت کو اس کی قطعی پرواہ نہیں ہے کہ اس اعتراف کے بعد اس کا کیا حشر ہوگا۔ صفائی پیش کرنے بیٹھی ہے۔ اسپرنگ نائٹ کلب کے مالک کی وہ بھی اس سلسلے میں کہ وہ ہیروئن کی ناجائز تجارت نہیں کرتا۔

"اچھا اب میں چلا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "تمہارا چمپینزی دوسرے کمرے میں آرام کر رہا ہوگا۔"

"میری بات سنو۔" لیڈی پرکاش نے ہاتھ اٹھا کر مضطربانہ انداز میں کہا۔ "آخر فریدی نے مجھے اس طرح کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دینے کی کوشش کی تھی۔"

"وہ حضرت اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہاری رپورٹ کے بعد تمہارے خلاف کوئی کاروائی کر کے کامیاب نہیں ہو سکیں گے وہ ایک بات، کیا تمہاری رپورٹ میں میرا نام بھی موجود ہے۔"

"نہیں....!"

"یہ اچھی بات ہے۔" حمید نے طویل سانس لی۔

"میں یہ رپورٹ بھی واپس لے لوں گی۔"

"احمقانہ خیال ہے۔ وہ لوگ تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے؟"

"پھر میں کیا کروں؟"

"بچت کی صورت یہی ہے کہ اب ہمارے لئے بھی کام کرو۔ اگر کرنل اس کیس میں کامیاب ہوگئے تو تم وعدہ معاف گواہ بنائی جاؤ گی۔"

"لیکن میں تم لوگوں کے لئے کیا کروں گی۔"

"یہ وقت آنے پر بتا دیا جائے گا۔ فی الحال ہمارے خلاف ان کی سکیموں سے ہمیں باخبر رکھو.... اور لیڈی پرکاش....!" حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں.... ہاں کہو۔"

"یہاں سے واپس جانے کو جی نہیں چاہتا۔" حمید نے اِدھر اُدھر دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

"ہوں....!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"مم مطلب یہ کہ یہ عمارت مجھے بہت پسند ہے۔"

"اگر مجھ سے کام لینا چاہتے ہو تو مناسب یہی ہوگا کہ پھر کبھی یہاں نہ دکھائی دو۔"

"اچھی بات ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر دروازے کی طرف مڑ گیا۔



اسپرنگ نائٹ کلب صرف ممبروں کے لئے مخصوص تھا۔ غیر ممبر اسی صورت میں داخل ہو سکتے تھے جب وہ کسی ممبر کے ساتھ ہوں۔

کلب کا مالک ایک ریٹائرڈ فوجی میجر چوہان تھا۔ اس کے بے تکلف دوست اسے اکثر بیروں کی فوج کا میجر کہہ کر پکارتے تھے۔ بات بھی کچھ ایسی ہی تھی کہ پھبتی فٹ بیٹھتی تھی۔ وہ روزانہ طلوع آفتاب سے قبل عمارت کی کمپاؤنڈ میں بیروں کو پریڈ کراتا تھا۔ خالص فوجی انداز میں کاشن دیتا.... اور انہیں اس بُری طرح تھکا مارتا کہ وہ اکثر اس کی موت کی دعائیں مانگنے لگتے تھے.... ملازمت اس لئے نہیں چھوڑ سکتے تھے کہ وہ پانچ سال سے کم کے ایگریمنٹ پر ملازم رکھتا ہی نہ تھا۔ پھر بھی دوسرے ہوٹلوں اور کلبوں کے بیرے اسپرنگ نائٹ کلب سے منسلک ہونے کو پیشے کی معراج سمجھتے تھے کیونکہ یہاں بہت بھاری ٹپ ملتی تھی۔ پیسہ پانی کی طرح بہتا تھا۔ متوسط طبقے کے افراد تو اس کے تصور سے بھی دور تھے۔

میجر چوہان دراز قد اور بھاری بھرکم آدمی تھا۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہوگی۔ لیکن چالیس سے زیادہ کا ہرگز نہیں معلوم ہوتا تھا۔ آواز کرخت اور گونجیلی تھی۔ نرم لہجے میں بھی گفتگو کرتا تو ایسا لگتا جیسے اپنے کسی ماتحت کا کورٹ مارشل کر رہا ہو.... عورتیں اس سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی تھیں۔

اس وقت بھی ایک شامت زدہ اس کے آفس میں کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔ وہ ایک لمبی چوڑی میز کے پیچھے اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے اب اٹھ کر تھپڑ ہی مار دے گا۔

یہ کلب کی ڈانسر میسی سنگانو تھی۔

"تم کتیا ہو....!" دفعتاً وہ دہاڑا۔

"لل.... لیکن میجر.... میرا اس میں کیا قصور تھا۔"

"تم نے ڈائریکٹر جنرل کا ہاتھ کیوں جھٹک دیا تھا....؟ بولو.... بکو جلدی سے۔"

"وہ نشے میں دھت تھے.... میجر....!"

"اچھا تو پھر....؟" اس نے غرا کر آنکھیں نکالیں۔

"میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کی تنخواہ پاتی ہوں.... ہمارے معاہدے میں جسم کا شامل نہیں تھا۔"

"شٹ اپ....!" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا.... "تمہارا مصرف ہی کیا ہے۔ سور کی بچی۔ ک اپنے نیم برہنہ جسم کو اس لئے لچکاتی اور تھرکاتی ہو کہ دیکھنے والوں کا نروان ہو جائے یا وہ اپنے سے جا ملیں۔"

"مم.... میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ اپنے بال نوچتی ہوئی بولی۔

"تمہیں کرنا پڑے گا.... پانچ سال کا اگریمنٹ ہے۔ میں تمہیں جہنم میں پہنچا دوں سمجھیں۔"

"میں اٹلی کی شہریت رکھتی ہوں.... تمہارے ملک کا قانون....!"

"بکواس بند.... میں خود ہی ملک کا قانون ہوں....!"

"میں.... میں....!"

"یہ ناممکن ہے۔"

"ڈس مس!" وہ میز پر ہاتھ مار کر دہاڑا.... اور گھنٹی بجانے ہی جا رہا تھا کہ میمی اٹھتی بولی۔ "میں جا رہی ہوں۔"

سب جانتے تھے کہ "ڈس مس" کہہ دینے کے بعد پھر وہ کچھ نہیں سنتا۔ اگر کوئی اس باوجود بھی کچھ کہنا چاہتا تھا تو اس کا بھاری بھرکم ہاتھ گھنٹی پر پڑتا تھا۔ اور ایک لحیم شحیم ا مخاطب کو دھکے مار کر آفس سے باہر کر دیتا تھا۔ خواہ وہ کوئی عورت ہی کیوں نہ ہو۔

میمی چلی گئی.... اور اردلی نے اندر داخل ہو کر کسی کا کارڈ پیش کیا۔

"ہام.... آنے دو....!" اس نے کارڈ پر نظر ڈال کر اردلی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

کچھ دیر بعد لیڈی پرکاش اندر آئی۔

"کیوں....؟" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تک فریدی ہاتھ نہیں آیا۔"

"تمہیں اس کی فکر کیوں ہے۔"

"فکر کیوں ہے؟" لیڈی پرکاش متحیرانہ انداز میں بولی۔ "درجنوں شناسا موجود تھے جب اس نے مجھے گاڑی سے دھکیلا تھا۔"

"کیوں دھکیلا تھا....!"

"کیا میں جانتی ہوں؟"

"میں جواب کا منتظر ہوں۔"

"میرا خیال ہے راجیش کی وجہ سے اسے شبہ ہو گیا تھا کہ میں کسی فکر میں ہوں۔"

"پھر راجیش کا کیا ہونا چاہئے۔"

"مم.... میں کیا بتاؤں۔"

میجر چوہان نے میز کی دراز میں ہاتھ ڈال کر ایک کنجی نکالی اور اسے لیڈی پرکاش کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "کمرہ نمبر گیارہ میں جاؤ۔"

وہ کنجی سنبھالتی ہوئی اٹھی۔ لیکن پھر استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ڈس مس....!" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر غرایا۔

وہ چپ چاپ کمرے سے نکلی چلی آئی۔ ڈائننگ ہال میں فلور شو ہو رہا تھا۔ ساری میزیں بھری ہوئی تھیں۔

وہ آرکسٹرا کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

"فرامرز....!" اس نے پیانسٹ کو مخاطب کیا.... لیکن بلند آہنگ موسیقی نے اس کی آواز پیانسٹ تک نہ پہنچنے دی۔

بالآخر اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا.... وہ مڑا.... اور اسے ایسی نظروں سے دیکھتا رہا جیسے متحیر بھی ہو اور غضبناک بھی۔

"راجیش آیا تھا....؟" لیڈی پرکاش نے جھک کر پوچھا۔

"میں کیا جانوں....!" خشک لہجے میں جواب ملا۔

"اوہ تو خفا کیوں ہوتے ہو۔"

"لیڈی پرکاش مجھ پر رحم کرو۔ زیادہ بیوقوف بننے کی سکت نہیں رکھتا۔"

"جہنم میں جاؤ....!" وہ آگے بڑھ گئی۔

اب وہ اوپری منزل پر جانے کیلئے زینے طے کر رہی تھی۔ کمرہ نمبر گیارہ پہلی ہی راہداری میں تھا۔ کمرے کا قفل کھول کر دروازے کو دھکا دیا۔ اندر اندھیرا تھا.... وہ جانتی تھی کہ سوئچ بورڈ دروازے کی بائیں جانب ہے۔ ٹٹول کر سوئچ آن کیا.... لیکن دوسرے ہی لمحے میں آنکھیں اپنے حلقوں سے ابل پڑیں۔ سامنے فرش پر راجیش چت پڑا تھا.... اور اس کی آنتیں پیٹ سے باہر نکلی ہوئی تھیں.... فرش پر خون پھیلا ہوا تھا۔

لیڈی پرکاش چکرائی اور ڈھیر ہو جانے کے قریب تھی کہ کسی نے بازوؤں سے سنبھال لیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ میجر چوہان کی خوفناک آنکھیں اس کی آنکھوں میں جھونک رہی تھیں۔

"میجر.... میجر....!" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"اب اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ۔" وہ اسے الگ ہٹاتا ہوا بولا۔

"یہ کیا ہے.... یہ کیوں ہوا....؟"

"حماقت کا انعام....!" میجر نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ "وہ لوگ جو سراغ رسانوں کی نظر میں آجائیں ا[illegible]ں اس سے کم کی توقع نہ رکھنی چاہئے۔"

"تو پھر [illegible] بھی مار ڈالو....!" وہ ہذیانی انداز میں بولی۔

"کیوں.... تمہیں کیوں؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"کیونکہ وہ میرا دوست تھا.... فریدی اچھی طرح جانتا ہے۔"

"یہ ضروری نہیں ہے کہ تم بھی اس کے معاملات میں شریک ہو۔"

"کیا میں نہیں ہوں۔"

"اس حد تک نہیں جس حد تک وہ تھا؟" میجر چوہان نے ہاتھ بڑھا کر سوئچ آف کر دیا۔

لیڈی پرکاش کی کپکپاتی ہوئی آواز اندھیرے میں گونجی.... "یہاں ایک لاش ہے میجر۔"

"لاش پر بیٹھ کر گنگنانا میرا محبوب مشغلہ ہے۔" جواب ملا۔



قاسم نے گھر سے بھاگ کر ایگل بیچ میں پناہ لی تھی۔ اس کا مشورہ حمید ہی نے دیا تھا.... لیکن

قاسم سوچ رہا تھا کہ آخر وہ خود کہاں غائب ہو گیا.... بھلا "حمید بھائی" کے بغیر تفریح کہاں۔

اس وقت رات کے دو بجے تھے اور وہ بیچ ہوٹل میں تنہا بیٹھا جھک مار رہا تھا۔ کبھی بال روم کی گیلری میں جا بیٹھتا اور کبھی ڈائننگ ہال میں نظر آتا۔

ہو سکتا ہے وہ پیشہ ور "شریف لڑکی" اسے دیر سے تاڑ رہی ہو.... اس بار اس نے اسے بال روم میں جالیا۔

قاسم گیلری میں بیٹھا اس طرح پہلو بدل رہا تھا جیسے کرسی میں کھٹمل ہوں۔ دفعتاً وہ اتنی قریب آگئی کہ قاسم بوکھلا کر پیچھے ہٹنے کی کوشش میں کرسی سمیت الٹتے الٹتے بچا۔

"میں کچھ دیر آپ کے پاس بیٹھنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا تھا۔

"جیج....!" قاسم نے آنکھیں نکالیں.... اور بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"میں یہاں بیٹھنا چاہتی ہوں....!" وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"باٹھئے.... باٹھئے....!" قاسم نے ہانپتے ہوئے کہا اور خود آگے بڑھ گیا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں۔"

"جج.... جی....!" وہ یک لخت رک گیا لیکن اس کی طرف مڑا نہیں۔

وہ خود ہی اٹھ کر اس کے پاس جا پہنچی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا.... تنہا نہیں بیٹھنا چاہتی تھی۔"

قاسم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُس کا جائزہ لیتا رہا.... دبلی پتلی خوب صورت سی لڑکی تھی۔ چہرے میں ہونٹ بہت نمایاں تھے۔ آنکھیں بڑی نہ ہونے کے باوجود بھی دلکش تھیں۔

"کچھ.... پھر.... قیا بات ہے۔"

"آپ حیرت انگیز طور پر کھاتے ہیں! میں دیر سے دیکھ رہی تھی۔"

"ہاہاہا.... اور کھاؤں۔" قاسم نے بڑے خلوص سے پوچھا۔

"بہت دلچسپ معلوم ہوتے ہیں آپ.... آیئے بیٹھئے کچھ دیر۔"

"آپ کے ساتھ کون ہے؟"

"میرے ساتھ....؟ کوئی بھی نہیں....!"

"اچھا.... اچھا.... بیٹھئے....!"

دونوں پھر آ بیٹھے.... لڑکی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "آپ کیا پیتے ہیں میں تو شیری پیتی ہوں۔"

"منگواؤں....؟" قاسم نے خوش ہو کر پوچھا۔

"آپ کی مرضی....!"

قاسم نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کہا۔ "شاعری لاؤ۔"

"شاعری نہیں شیری۔" لڑکی ہنس پڑی.... اور قاسم سے بولی۔ "کیا آپ بھی شیری نہیں پئیں گے۔"

"نن.... نہیں.... میں تو نہیں پیتا۔"

"ٹافیاں کھاؤ گے؟"

"ہی ہی.... جرور.... جرور....!"

ویٹر مسکراتا ہوا رخصت ہو گیا۔

"یہاں کیا رکھا ہے...." لڑکی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "دلچسپیاں تو اسپرنگ نائٹ کلب میں جنم لیتی ہیں۔"

"سچ چلئے.... وہیں چالئے۔" قاسم اسے میٹھی نظروں سے دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"اور یہ شیری جو منگوائی ہے۔"

"اپنے ساتھ لیتی چلئے۔"

"کیا آپ یہیں کہیں بیچ ہی پر رہتے ہیں۔"

"ہ ہا.... ہاں.... میرا ہٹ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے....!"

"وہاں.... اور کون ہے؟"

"قوئی نہیں.... کوئی بھی نہیں۔"

"تو پھر وہیں کیوں نہ چلیں....!"

"وہاں....!" قاسم کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "وہاں.... یعنی کہ وہاں.... وہاں تو صرف دونوں ہی ہوں گے.... یعنی کہ مطلب یہ کہ کسی اور کو بھی ساتھ لیتی چلئے۔"

"کسی اور کو بھی؟ کیوں؟"

"جی بس یونہی.... مطلب یہ کہ.... بالکل تنہائی ہو گی نا....!" قاسم تھوک نگل کر بولا۔

"تو پھر اس سے کیا....!"

"وہ میرا.... مطلب یہ تھا کہ.... اگر یعنی.... مگر....!"

"یہ کیا اگر مگر لگا رکھی ہے آپ نے....!"

"جی کچھ نہیں.... میری عقل خبط ہو گئی ہے۔" قاسم نے باقاعدہ طور پر ہانپنا شروع کر دیا تھا۔ اتنے میں ویٹر شیری لایا۔

"نہیں بوتل کھولنا نہیں۔" لڑکی بولی۔ "ہم ساتھ لے جائیں گے.... بل لاؤ۔"

بل کی ادائیگی کے بعد وہ دونوں اٹھ گئے۔ باہر قاسم کی بیوک موجود تھی۔

ہٹ یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ قاسم نے گاڑی روک کر کھڑکیوں کو حیرت سے دیکھا جن کے شیشے روشن تھے۔ وہ تو لائٹ آف کر کے گیا تھا۔

گاڑی رکنے پر چوکیدار دروازہ کھولنے دوڑا تھا۔

"ابے یہ بجلی کیوں جلائی ہے۔" قاسم نے پوچھا۔

"جی وہ ایک صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"قون صاحب......؟"

"جی میں نام بھول گیا۔"

"اچھا تو نام پوچھ کر آ....!"

"ارے ارے....!" لڑکی بولی۔ "گھر بیٹھے ہوئے آدمی کا نام پوچھوا رہے ہیں۔ آپ خود ہی چل کر دیکھ لیجئے نا....!"

"اوہ.... لاحول ولا قوۃ.... ٹھہر جاؤ.... میں خود پوچھ لوں گا۔"

لڑکی ہنستی ہوئی گاڑی سے اُتر گئی۔ وہ دونوں ہٹ میں داخل ہوئے اور انتظار کرنے والے کی شکل دیکھتے ہی قاسم کا خون خشک ہو گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ حمید ہو گا۔ اتنی رات گئے۔

"آداب بجا لاتا ہوں جناب۔" حمید اٹھ کر جھکا اور مغل درباریوں کے سے انداز میں ہاتھ ہلانے لگا۔

"بجاؤ.... بجاؤ....!" قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا.... اور پھر ہنس پڑا۔

"میں مخل تو نہیں ہوا جناب والا۔" حمید نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"مخل....؟" قاسم نے احمقوں کی طرح دہرایا.... اور پھر بدبدانے لگا۔ "مخل کیا ہے.... وہی ہوگا وہی....!" ساتھ ہی لڑکی کی طرف اس طرح دیکھتا رہا جیسے معلوم کرنا چاہتا ہو اس نے لفظ "مخل" کا برا تو نہیں مانا۔

اسے حمید پر غصہ آنے لگا تھا۔ سب گڑبڑ کر دے گا سالا.... یا اللہ کہاں سر دے ماروں وقت آنا تھا اسے۔

"تو میں مخل نہیں ہوا۔ آپ لوگ تشریف رکھئے نا۔" حمید نے کرسیوں کی طرف ا کر کے کہا۔ لڑکی نے غالباً محسوس کر لیا تھا کہ قاسم کسی قدر بوکھلا گیا ہے۔

"جی ہاں.... جی ہاں.... بیٹھ جائیں گے۔" قاسم نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور وہ دو بیٹھ گئے۔

"آپ کی تعریف....!" حمید نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ سے مطلب....!" قاسم جھلا گیا۔

"آپ کو شاید علم نہیں کہ آپ کے والد صاحب نے آپ کو خاکسار کی نگرانی میں دے دیا۔"

"کون خاکسار؟ میں کسی خاکسار واکسار کو نہیں جانتا.... اکاؤنٹنٹ صاحب کا نام عبدال ہے۔ لیکن اب میں ان کی نگرانی میں بھی نہیں ہوں۔"

"خاکسار کا مطلب یہ خادم....!" حمید نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اے جاؤ.... چلے آتے ہی جان جلانے کو۔ تم یہاں قیوں آئے ہو۔"

"گلہری....!"

"ارے باپ رے۔" قاسم نے دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ لیا۔

وہ اپنی بیوی کو گلہری خانم کہتا تھا۔ لہٰذا اس حوالے پر دیوتا کوچ کر گئے۔ لگا بغلیں جھانکنے

"لہٰذا امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور لڑکی کی طرف کر مسکرانے لگا۔ جواب میں لڑکی بھی مسکرائی۔ قاسم نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا اس جوابی مسکراہٹ پر پھر آتش زیرپا ہو گیا۔

"اے تم مجھے کہیں چین نہ لینے دو گے۔ سمجھے....!" قاسم میز پر گھونسہ مار کر دہاڑا۔

"یہ کون صاحب ہیں۔" لڑکی نے حمید سے پوچھا۔ "آپ کو تو میں پہچانتی ہوں۔"

"شکریہ....!" حمید مسکرا کر بولا۔ "یہ بس یوں ہی ہیں کوئی خاص نہیں۔"

"اے.... تم میرے ساتھ آئی ہو یا اس کے ساتھ؟" قاسم لڑکی پر الٹ پڑا۔

"میں تنہا آئی تھی۔" لڑکی نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے....!" قاسم اٹھ کر حمید کو گھونسہ دکھاتا ہوا چیخا۔ "میں جا رہا ہوں سالے.... ابھی اور اسی وقت سمندر میں پھاند پڑوں گا۔ قصہ ہی ختم ہو جائے۔"

وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا اور باہر نکل گیا۔

گریہ کام آ ہی گیا

قاسم نے باہر نکل کر چند لمحے انتظار کیا۔ شاید حمید یا وہ لڑکی باہر نکلے۔ لیکن مایوسی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ بڑے غصے میں باہر نکلا تھا۔ لہٰذا اب دوبارہ واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا پھر کچھ کر گزرنے کی ہمت ہوتی تو بات دوسری تھی۔

چند لمحے کھڑا "فوں فوں" کرتا رہا پھر گاڑی میں بیٹھ کر انجن بھی اسٹارٹ کر دیا لیکن ان میں سے کوئی بھی باہر نہ نکلا۔

"مرو کم بختو....!" اس نے کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال کر گھونسہ ہلاتے ہوئے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ سمندر میں چھلانگ لگا دینے کی دھمکی دے کر باہر نکلا تھا۔ لیکن اب ذہن میں جھلاہٹ کی لہروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا.... کچھ دور چلنے کے بعد دفعتاً اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی.... اور سوچنے لگا آخر وہ اس طرح دھکے کیوں کھاتا پھر رہا ہے.... غیر تسلی بخش ازدواجی زندگی کا خیال آیا۔ ایک ناموزوں سی عورت اس کی مرضی کے خلاف پلے باندھ دی گئی تھی۔ پھر اب کیا ہوگا.... کیا ہوگا۔ کیا ساری زندگی وہ اسی طرح دھکے کھاتا پھرے گا۔ پھر اسے اردو کے ایک ٹریجڈی فلم کی کہانی یاد آئی.... بس پھر کیا تھا ایک بیک سسکیاں لینے لگا۔ ذہن کی رو بہک گئی تھی۔ دبی دبی سی سسکیاں باقاعدہ قسم کی "بھوں بھوں" کی شکل اختیار کرتی جا رہی تھیں.... ذرا ہی سی دیر میں وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا.... گرد و پیش سے بے خبر.... گویا اب وہ ایک مشینی فعل بن کر رہ گیا تھا۔

دفعتاً ایک گاڑی قریب سے گزری.... اور تھوڑے ہی فاصلے پر جا کر رک گئی۔ قاسم اسی طرح روتا رہا۔ پھر وہ گاڑی مڑے بغیر پیچھے کی طرف رینگتی ہوئی اس کی گاڑی کے برابر آ رکی۔

"کون ہے.... کیا بات ہے۔" گاڑی سے ایک نسوانی آواز ابھری۔

اب قاسم چونکا.... لیکن اپنی دہاڑوں پر قابو نہ پا سکا.... پھر ایک چھوٹی سی ٹارچ کی روشنی اس پر پڑی.... آنکھیں چندھیا گئیں۔ لیکن بھاڑ سے پھیلے ہوئے منہ سے بے ہنگم آوازوں کا

سلسلہ جاری رہا۔

"کیا بات ہے.... آپ کیوں رو رہے ہیں۔" کانپتی ہوئی نسوانی آواز پھر سنائی دی۔

قاسم سے کچھ نہ بن پڑا تو کھلے ہوئے منہ میں مٹھی گھسیڑنے کی کوشش کرنے لگا....

عورت اپنی گاڑی سے اُتر آئی اور اس کے قریب پہنچ کر بولی۔

"کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتی ہوں۔"

"جج.... جی.... غاں....!"

"بتایئے.... کیا کروں؟"

"مجھے.... مجھے.... غورلی مار دیجئے۔"

"اوہ سمجھی....!" عورت ہنس پڑی۔ "آپ نشے میں ہیں شاید....!"

"میں شراب نہیں پیتا۔"

"تب تو یہ بھنگ ہی کا نشہ ہو سکتا ہے۔"

"آپ بھی آگئیں جان جلانے کو.... ہائے میرا کوئی نہیں ہے۔" قاسم پھر پھوٹ پڑا لیکن اس بار صرف ہچکیاں اور سسکیاں سنی گئیں۔

عورت نے ٹارچ کی روشنی میں بیوک کا جائزہ لیا.... اور پھر قاسم کی طرف متوجہ ہو گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے سسکیاں لے رہا تھا۔

"آپ کہاں رہتے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"ہر جگہ رہتا ہوں.... مم.... مطلب یہ کہ کئی جگہ رہتا ہوں.... گھر میں رہتا ہوں.... ہٹ میں رہتا ہوں.... اور جہاں جی چاہے رہتا ہوں۔"

عورت تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "میرے ساتھ چلو گے۔"

"کیا کروں گا جا کر....!" قاسم نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "وہاں بھی وہ پہنچ جائے گا۔"

"کون....!"

"ہے ایک.... خدا کرے اس کے چیچک نکل آئیں۔"

"میری گاڑی کے پیچھے آؤ....!"

"جی بہت اچھا....!" قاسم نے سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی۔

پھر اس کی شیورلیٹ اگلی گاڑی کے پیچھے لگی رہی۔ حتیٰ کہ وہ اسپرنگ نائٹ کلب تک آ پہنچی.... دربان نے عورت کو ادب سے سلام کرتے ہوئے قاسم کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میرے ساتھ ہیں۔" عورت نے لاپروائی سے کہا اور قاسم اس کے ساتھ آگے بڑھتا چلا

اب یہاں روشنی میں اس کا جائزہ لینے کے بعد اس کی باچھیں کھل گئیں.... دراز قد اور عورت تھی.... بس ایسی ہی صحت مند عورت تھی کہ پچیس سال کی بھی ہو سکتی تھی اور بیس سال کی بھی۔

وہ ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ قریب کی میزیں خالی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ میں پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھ چکی ہوں۔" عورت نے قاسم کا جائزہ لیتے ئے کہا۔

"جی ہاں ضرور دیکھا ہو گا.... بدنصیب آدمی.... کہاں نہیں دکھائی دیتے۔" قاسم نے بسور کہا.... اب وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اسے اپنے رونے کی وجہ کیا بتائے گا۔

"یاد نہیں پڑتا کہاں دیکھا تھا۔"

"جی ہاں.... یہی بات ہو گی۔ عاصم ملٹی انڈسٹریز.... کا نام سنا ہو گا آپ نے۔"

"جی ہاں.... جی ہاں....!"

"وہ سب اپنا ہی کاروبار ہے.... جی ہاں۔"

"آپ عاصم صاحب ہیں....!"

"جی نہیں قاسم صاحب.... عاصم صاحب قاسم صاحب کے والد صاحب ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ بہت زیادہ.... میں سائرہ عشرت ہوں۔"

"عشرت صاحب کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ اٹامک انرجی کمیشن کے چیئرمین!"

"جی ہاں جی ہاں۔" قاسم نے سر ہلا کر کہا۔ حالانکہ شاید اس نے پہلے کبھی نام تک بھی نہ سنا .... بہر حال اس نے ٹکڑا لگایا۔ "اجی صاحب ان کا کیا کہنا۔ بڑے گریٹ آدمی ہیں.... میری ... میری کھش.... میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔"

"مگر آپ اس طرح رو کیوں رہے تھے۔"

قاسم یک بیک سنجیدہ ہو گیا.... اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "یہ نہ پوچھئے.... میرا کوئی درد نہیں.... مجھے مر جانا چاہئے۔"

"میں آپ کی ہمدرد ہوں مجھے بتایئے کیا بات ہے۔"

"میرے والد صاحب.... پرانے ٹائپ کے آدمی ہیں۔ ڈاڑھی دار.... بہت بور کرتے ... جی ہاں.... انہوں نے میری شادی زبردستی اپنے بھتیجی سے کر دی ہے۔"

"اوہ تو بیوی آپ کو پسند نہیں۔"

"اتنی سی ہے۔" قاسم نے کلمے کی انگلی کے پہلے پور پر انگوٹھا رکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ

سے سچ کہتا ہوں۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

عورت پر معنی انداز میں مسکرائی اور منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی.... قاسم بھی یک بیک جیسے ہوش میں آ گیا۔ ہتھیلی منہ میں رکھ لی۔ گویا ڈرتا ہو کہ کہیں زبان سے کچھ اور نہ نکل جائے.... دونوں کی نظریں پھر ملیں.... اور جھک گئیں.... پھر عورت ہنسنے لگی اور قاسم نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا۔ پھر تو ایسا معلوم ہوا جیسے عورت کو اچھو ہو گیا ہو.... پیٹ دبائے بُری طرح ہنس رہی تھی.... دور دور کے لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اتنے میں میجر چوہان ادھر سے گزرا۔

"خیریت مسز عشرت....!" وہ میز کے قریب رک کر بولا۔

"آپ سے.... مل.... ملئے.... آپ مسٹر قاسم ہیں۔" عورت ہنسی کے درمیان بدقت جملہ پورا کر سکی۔

میجر چوہان نے قاسم کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "صورت آشنا ہوں۔" قاسم جھینپتے ہوئے انداز میں اس سے مصافحہ کیا پھر میجر چوہان بھی اسی میز پر جم گیا۔

"میں نے اکثر انہیں اپنے بہت ہی قریبی دوستوں کے ساتھ دیکھا ہے۔" میجر چوہان نے کہا

"قن دوستوں کے ساتھ۔"

"کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے ساتھ۔"

"اوہ.... جی ہاں.... وہ میرے بھی دوست ہیں۔"

"عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کیا وہ یہیں ہیں۔"

"جی ہاں.... بالکل کیپٹن حمید تو اینگل بیچ میں میرے ہٹ ہی میں موجود ہیں۔"

"اوہو تو کیا وہاں آپ کا بھی ہٹ ہے....!"

"جی ہاں....!"

"کہاں....؟"

قاسم نے اپنے ہٹ کا پتہ بتایا۔

"میں مخل تو نہیں ہو رہا بیگم عشرت....!" میجر چوہان نے کہا۔

"ڈس مس....!" بیگم عشرت نے اسی کے سے انداز میں کہا اور وہ ہنستا ہوا اٹھ گیا۔

"یہ کون تھا....؟" قاسم نے اس کے چلے جانے کے بعد پوچھا۔

"اسپرنگ کلب کا مالک۔"

"اچھا....!" قاسم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"تو پھر ہم آج سے دوست ہیں نا....!" بیگم عشرت نے مسکرا کر پوچھا۔

"جرور.... جرور....!"



حمید نے قاسم کے ہٹ سے باہر نکل کر دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ قاسم روپیٹ کر کچھ دیر بعد خود ہی واپس آ جائے گا۔

لڑکی نے شیری کی بوتل میز پر رکھ دی تھی اور حمید کو گھورے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔ "وہ صاحب کہاں گئے۔"

"یہ بتاؤ تمہارے ہاتھ کہاں لگا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"بیچ ہوٹل ملے تھے۔"

"خود ملا تھا.... یا تم ملی تھیں....!"

"خوراک دیکھ کر مجھے ہی متوجہ ہونا پڑا تھا...." لڑکی ہنسنے لگی۔

"میرا خیال ہے کہ اب وہ واپس نہیں آئے گا....!"

"تو پھر....!" لڑکی اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"پھر یہ کہ اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔

"اس کا مطلب یہ کہ اب تم جا سکتی ہو۔"

"میں آپ کے ساتھ تو نہیں آئی تھی۔" لڑکی جھنجھلا گئی۔

"وہ اب واپس نہیں آئے گا۔"

"لیکن انہوں نے تو کہا تھا کہ یہ ہٹ انہیں کا ہے۔"

"غلط کہا تھا.... یہ ہٹ اس کے باپ کا ہے اور میں بعض اوقات محسوس کرنے لگتا ہوں کہ میں ہی اس کا باپ ہوں۔"

"وہ گاڑی بھی لے گئے ہوں گے۔ میں پیدل تو نہیں جا سکتی۔"

"خدا کا شکر ادا کرو کہ میں یہاں موجود تھا.... ورنہ....!"

"ورنہ کیا....؟"

"وہ کریک ہے.... ایک بار ایک لڑکی کے کان کاٹ دیئے تھے۔"

"نہیں....!"

"یقین کرو.... اور بڑی مشکل سے میں نے اسے قانونی گرفت سے بچایا تھا۔" وہ بے

اعتباری سے ہنس پڑی۔

"جہنم میں جاؤ۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"لیکن میں اتنی دور کیسے جاؤں گی۔"

"کہاں جانا ہے۔"

"شہر....!"

"پھر پیچ ہوٹل چلی جاؤ کوئی نہ کوئی لفٹ دے ہی دے گا۔"

"میں آپ سے تدبیر نہیں پوچھ رہی....!" وہ پھر جھنجھلا گئی۔

"پھر تم کیا چاہتی ہو۔"

"اپنے وقت کی بربادی کی قیمت....!"

"کیا یہ شیری کی بوتل کافی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی نے خریدی ہوگی۔"

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ اندر سے بولٹ نہیں تھا۔ حمید دروازے پر نظر ڈالتے وقت چونکا.... چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر دروازے کے قریب آکر اسے اس طرح کھول دیا کہ خود اس کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ لڑکی سہم گئی ہے اور دروازے کی طرف گھورے جا رہی ہے.... حمید بالکل دیوار سے لگ گیا۔ "خطرہ.... خطرہ" چھٹی حس سرگوشیاں کر رہی تھی۔

یکایک ایک ہاتھ باہر سے در آیا جس میں ریوالور تھا.... ریوالور کا رخ لڑکی کی طرف تھا.... اور لڑکی کسی سحر زدہ کی طرح ریوالور ہی کو گھورے جا رہی تھی۔ حمید کو خدشہ تھا کہ کہیں ایک آدھ بار اس کی نظر اس کی جانب بھی نہ اٹھ جائے۔ وہ بھی ریوالور پر نظر جمائے رہا۔ پھر جیسے ہی وہ ہاتھ شانے تک اندر آیا.... حمید نے اسے اپنی گرفت میں لے کر نہ صرف ریوالور چھین لیا بلکہ ایسا جھٹکا دیا کہ وہ آدمی اندر آگرا.... حمید نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو، ایک ایک کر کے اندر آجائیں ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا اور تم اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"

وہ آدمی بے حس و حرکت ہو گیا.... لڑکی بوکھلا کر ایک گوشے میں جا کھڑی ہوئی تھی اور بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"کیا بات ہے....؟" باہر سے کسی نے کہا۔ "تم اٹھتے کیوں نہیں۔"

"وہ مجھے کور کئے ہوئے ہے۔" زمین پر پڑے ہوئے آدمی نے جواب دیا اور باہر والے کو کچھ اشارہ بھی کیا۔

اچانک حمید کو خیال آیا کہ کہیں اس نے اشاروں میں اس کی پوزیشن نہ بتادی ہو۔ دروازے کے پاٹ زیادہ دبیز نہیں تھے.... اگر کوئی ان پر ریوالور کی نال رکھ کر فائر کرتا تو گولی لکڑی کو توڑتی ہوئی دوسری طرف نکل جاتی۔

وہ تیزی سے کھسک کر پیچھے ہٹا! ٹھیک اسی وقت اس نے فائر کی آواز بھی سنی اور دروازے پر سوراخ ہوتے دیکھا۔ اس نے بھی کھلے ہوئے دروازے سے باہر ایک فائر جھونک مارا.... اور ایک چیخ سنی.... پھر کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز آئی.... اور سناٹا چھا گیا۔

لڑکی کے حلق سے عجیب طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

فرش پر گرے ہوئے آدمی نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن حمید کی ٹھوکر اس سے پہلے ہی اس کی کھوپڑی پر پڑ چکی تھی۔



فریدی اسے دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں تو نہیں جھونک سکتا تھا۔ اس نے اسے لیڈی پرکاش کے ساتھ بھیج دینے کے بعد اس پر نظر رکھی تھی۔

اس وقت بھی اگر وہ ہٹ کے باہر موجود نہ رہا ہوتا تو حمید صاحب انتہائی پھرتیلے پن کے باوجود بھی مار کھا گئے ہوتے۔ کیونکہ حملہ آور کئی تھے.... اور دروازے میں گولی سے سوراخ کرنے والا حمید کے فائر سے نہیں بلکہ فریدی کے بے آواز ریوالور کی گولی سے زخمی ہوا تھا۔

پھر جب انہوں نے دیکھا تھا کہ دوسرا آدمی یوں ہی چیخ مار کر گر پڑا ہے تو وہ بوکھلا کر بھاگ نکلے تھے.... اس بار انہوں نے فائر کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔

بے آواز ریوالور کی گولی دوسرے آدمی کی ران چھید گئی تھی۔

فریدی ہٹ میں داخل ہوا۔

"اوہ.... آپ....؟" حمید اچھل پڑا.... فریدی نے ایک اچٹتی سی نظر لڑکی پر ڈالی اور اس آدمی کا گریبان پکڑ کر اٹھایا جسے حمید نے کور کر رکھا تھا۔

فریدی نے کچھ کہے بغیر ایک ہاتھ اس آدمی کے جبڑے پر رسید کرتے ہوئے لڑکی کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں دروازے کی طرف دوڑ پڑی۔ مار کھانے والا سامنے کی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

"تمہیں کس نے بھیجا تھا....؟" فریدی اسے گھورتا ہوا غرایا۔

لیکن وہ پوری طرح کوئی جواب نہ دے سکا تھا۔ باچھوں سے بہتے ہوئے خون کو ہاتھ سے

صاف کرتے ہوئے اس نے فریدی کی طرف بے بسی سے دیکھا تھا۔

"مار ڈالوں گا.... ورنہ فوراً جواب دو۔"

"ڈفٹی نے.... ڈفٹی نے...." وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر گڑگڑایا۔

"ڈفٹی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہو؟"

"جج.... جی ہاں....!"

"باہر نکلو....!" فریدی نے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور حمید سے بولا۔ "باہر دو زخمی بھی ہیں.... اس آدمی سمیت انہیں کوتوالی لے جاؤ.... ان کا بیان درج کراؤ۔ لیڈی پرکاش کی رپورٹ میں تمہارا نام نہیں ہے.... اس لئے تم سے زیادہ سے زیادہ یہی پوچھا جائے گا کہ میں کہاں مل سکوں گا۔"

"اور میں انہیں بتادوں گا....؟" حمید نے پوچھا۔

"وقت نہ ضائع کرو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

حمید نے قیدی کی مدد سے دونوں بے ہوش زخمیوں کو گاڑی میں ڈال کر مزید ہدایات کے لئے فریدی کی طرف دیکھا۔ لیکن اس نے ہاتھ ہلا کر اسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی راہ لی۔

وہ ڈفٹی کے متعلق سوچ رہا تھا.... ڈفٹی شہر کے بدنام لوگوں میں سے تھا۔ لیکن اس نے آج تک کسی سرکاری آدمی کے منہ آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چوری چھپے منشیات کی غیر قانونی تجارت کرتا تھا۔

فریدی جانتا تھا کہ وہ کہاں مل سکے گا۔ طوائفوں کی بستی کے قریب ایک تین منزلہ کہنہ سال عمارت تھی جس کی نچلی منزل میں دوکانیں تھیں اور اوپر کی دو منزلوں پر رہائشی فلیٹ تھے۔ انہیں میں سے چند فلیٹ ڈفٹی کے قبضے میں تھے۔

فریدی کی موٹر سائیکل عمارت کے سامنے رکی۔ وہ اسے فٹ پاتھ سے لگا کر زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

وہ جانتا تھا کہ ڈفٹی کا رہائشی فلیٹ دوسری منزل پر ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دروازے پر دستک دی۔ روشندان تاریک نہیں تھے اور اندر سے کئی آدمیوں کی بولنے کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ پھر غالباً دستک ہی سن کر وہ یک بیک خاموش ہوگئے تھے اور کسی نے کھکار کر پوچھا تھا۔

"کون ہے؟"

فریدی نے کچھ کہے بغیر دوبارہ دستک دی۔ اندر سے کسی نے ایک گندی سی گالی دی۔ قدموں کی چاپ سنائی دی اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن جیسے ہی فریدی نے فلٹ ہیٹ کا گوشہ اوپر

اٹھایا ایسا معلوم ہوا جیسے دروازہ کھولنے والے کو سانپ سونگھ گیا ہو۔

یہ خود ڈفٹی تھا۔ قد آور گٹھیلے جسم کا مالک۔ کچھ دیر تک وہ وحشت زدہ سا نظر آتا رہا.... پھر یک بیک شاید اس نے اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کی اور اس کی بھنویں تن گئیں۔

"میں نہیں سمجھ سکتا.... اتنی رات گئے اور اس طرح۔" اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ہوں.... واقعی....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "ان لوگوں میں سے شاید ابھی تک کوئی یہاں واپس نہیں پہنچا جنہوں نے کیپٹن حمید پر حملہ کیا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"میرے ساتھ چلو....!"

"کوئی زبردستی ہے....!"

دوسرے ہی لمحے میں فریدی کا گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ ان تین آدمیوں پر گرا جو اس کے پیچھے کھڑے تھے۔

فریدی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے۔

"چلو....!" فریدی غرایا۔

ڈفٹی دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی دبائے جھکا کھڑا تھا۔

سیاہ پوش

پھر ڈفٹی بھی کچھ دیر بعد کوتوالی میں نظر آیا.... وہ وہاں حمید کے ہی توسط سے پہنچا تھا۔ فریدی سامنے نہیں آیا۔

اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا.... وہ لوگ جو قاسم کے ہٹ میں حمید پر حملہ آور ہوئے تھے ڈفٹی کو اس کا ذمہ دار ٹھہرا رہے تھے اور ڈفٹی انہیں پہچاننے سے انکار کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ اسی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ڈفٹی واویلا کر رہا تھا کہ اس کا کوئی گروہ نہیں وہ ایک امن پسند شہری ہے۔ پھر بھلا وہ کسی قسم کا گروہ کیوں رکھنے لگا۔

اسی دوران میں حمید کے محکمے کا سپرنٹنڈنٹ وہاں آپہنچا۔ کسی نے اسے کوتوالی ہی سے اطلاع دی تھی کہ حمید وہاں موجود ہے۔

اس نے حمید کو اپنے کمرے میں طلب کیا جہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے فریدی کے متعلق پوچھا۔

"مجھے علم نہیں جناب کہ وہ کہاں ہیں۔ دو دن سے غائب ہیں۔"

"تمہیں اس کا علم ہے کہ لیڈی پرکاش نے اس کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے۔"

"جی ہاں.... میں جانتا ہوں۔ لیکن اس پر کسی طرح یقین کرنے پر تیار نہیں۔"

"اسے فوراً حاضر ہونا چاہئے۔" سپرنٹنڈنٹ مضطربانہ انداز میں بولا۔ "ورنہ حالات خراب ہو جائیں گے۔ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب بذات خود اس معاملے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"لیڈی پرکاش ایسی ہی حیرت انگیز صلاحیتوں کی مالک ہے۔" حمید نے دبی زبان سے کہا اور ایس۔ پی اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "میں اسے پسند نہیں کروں گا کہ فریدی کو کسی قسم کی جوابدہی کرنی پڑے۔"

پھر وہ چلا گیا تھا۔

حمید نے ڈفٹی اور اس کے گروہ کے آدمیوں کو وہیں چھوڑا اور خود سر فریڈرک سنہا کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ روزا سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ اب وہ زبان کھولنے پر آمادہ ہو جاتی۔

سر سنہا کوٹھی میں موجود نہیں تھا۔ حمید نے کارڈ اندر بھجوایا۔ تھوڑی دیر بعد ملازم نے واپس آکر اپنے طور پر کہا۔ "زیادہ دیر تک گفتگو نہ کیجئے گا جناب.... مس صاحبہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"ہوں.... فکر نہ کرو۔" حمید نے لاپرائی سے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ چند دن پہلے حمید نے اس کی آنکھوں میں زندگی کی حرارت محسوس کی تھی۔ لیکن آج وہ بڑی بے جان لگ رہی تھی۔ چہرہ زرد تھا۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے وقت وہ مسکرائی تھی۔ لیکن محض ہونٹوں کے کھنچاؤ کو تو مسکراہٹ نہیں کہا جاسکتا۔

"یہ آپ کی کیا حالت ہو گئی ہے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"میں تو کوئی خاص تبدیلی نہیں محسوس کر رہی.... خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بن گیا۔" اس نے پھر زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

حمید چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "آخر آپ کس سے خائف ہیں۔"

"کسی سے بھی نہیں۔"

"تو پھر چلئے میرے ساتھ۔"

"کہاں چلوں؟"

"کہیں وقت گزاریں گے۔"

"موڈ نہیں ہے۔"

"وہ بے چارہ قاسم بہت پریشان ہے۔ اس کے باپ نے اس کے سارے شاہکاروں میں آگ لگوادی۔"

"کیوں؟ یہ کیوں؟" روزا نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"بس یونہی ان کا کہنا ہے نہ یہ فضولیات یہاں موجود ہوتیں اور نہ یہ واقعہ پیش آتا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا.... مجھے بے حد افسوس ہے۔ بس میرا سر چکرایا تھا اور میں بے ہوش ہو گئی تھی۔"

"لیکن آپ نے وہاں سے کہیں اور جانے سے انکار کیوں کر دیا تھا۔"

"اب سوچ کر ہنسی آتی ہے۔" روزا اپنے لہجے میں زور پیدا کرتی ہوئی بولی۔

"پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا مجھے.... میں خود بھی نہیں سمجھ سکتی کہ میں وہاں کیوں رک گئی تھی۔ عجیب سی ذہنی کیفیت تھی۔ نہ سو رہی تھی نہ جاگ رہی تھی.... گرد و پیش چلتی پھرتی پرچھائیاں نظر آرہی تھیں۔"

"اوہ....! وہ چار لکیریں۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی۔" وہ دفعتاً جھنجھلا گئی۔ "آخر ان چار لکیروں کا کیا قصہ ہے۔ کسی چار لکیروں کا تذکرہ بار بار سننے میں آتا ہے۔"

حمید نے طویل سانس لی اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا؟ وہ جھلاہٹ کے باوجود بھی نظریں چرا رہی تھی۔

حمید تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "آپ کو کس سلسلے میں وارننگ ملی تھی۔"

"جی....!" وہ چونک پڑی.... اور حمید نے اس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں دیکھیں۔ وہ تھوڑی دیر تک گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر بولی۔ "میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے.... اور آپ کی باتیں تو قطعی میری سمجھ میں نہیں آرہیں۔"

"محترمہ روزا.... یہ بڑا اہم معاملہ ہے.... غالباً آپ کو اطلاع ہو گی کہ ایک لاش آپ کے پھاٹک کے قریب ہی پائی گئی تھی۔"

"جی ہاں.... میں نے سنا ہے۔" اس نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔ "کیوں؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ مقتول کو شناخت کر سکیں گی۔"

"آپ بے حد عجیب باتیں کر رہے ہیں۔" اس نے ڈری ڈری سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

حمید نے جیب سے پرس نکالا اور اس میں سے ایک تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا

بولا۔ "ذرا اسے دیکھئے۔"

روزا نے تصویر اس کے ہاتھ سے لے لی اور اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر حمید کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

"کیوں....؟" اس نے آہستہ سے کہا۔ "یہ تصویر آپ مجھے کیوں دکھا رہے ہیں۔ یہ تو کلچر سنٹر کے پروپیگنڈا سیکریٹری مسٹر شاہد ہیں۔"

"عرض یہ کرنا ہے کہ انہیں حضرت کی لاش آپ کے پھاٹک....!"

"نہیں....!" وہ حمید کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"جی ہاں.... یہ اسی لاش کی تصویر ہے۔"

"جائیے.... خدا کے لئے چلے جائیے۔" دفعتاً وہ دروازے کی جانب خوفزدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی گڑگڑائی۔ "میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے.... میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکتی.... اوہ میں معافی چاہتی ہوں۔"

پھر وہ حمید کو کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر اندر چلی گئی۔



کسی "بڑ [illegible]" آدمی کی ضمانت پر ڈفٹی رہا ہو گیا تھا لیکن اس کے ان ساتھیوں کی گردنیں نہیں چھوٹی تھیں [illegible]ں نے حمید پر حم[illegible] کیا تھا۔ ڈفٹی اس بات پر اڑ رہا تھا کہ وہ انہیں نہیں جانتا۔

کوتوالی [illegible] حوالات سے نکل کر وہ سیدھا ایک چائے خانے میں پہنچا اور اس نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کے، نمبر ڈائیل کئے چند لمحے ریسیور کان سے لگائے خاموش کھڑا رہا پھر بولا۔ "ہیلو.... باس.... ڈفٹی اسپیکنگ.... اب میرے لئے کیا حکم ہے.... جی.... جی.... میں.... سنئے تو سہی باس! اس میں میرا کیا قصور.... جی ہاں.... قطعی.... قطعی.... میں نے آخیر وقت تک اعتراف نہیں کیا کہ میں انہیں جانتا ہوں۔ وہ ریسیور رکھ کر مڑا اور ایک قد آور آدمی سے ٹکرا گیا جو اس کی آنکھوں میں بڑی حقارت سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کے جیبوں میں تھے اور داہنی جیب میں سے کوئی ٹھوس چیز ڈفٹی کے بائیں پہلو میں چبھ رہی تھی۔

یہ کرنل فریدی تھا.... اس نے بڑی شرافت سے کہا۔ "یہ ریوالور کی نال ہے.... آگے بڑھو۔"

ڈفٹی نے طویل سانس لی اور چپ چاپ صدر دروازے کی طرف چلنے لگا۔

ریوالور کی نال کی چبھن اب بھی بائیں پہلو میں محسوس ہو رہی تھی۔ فریدی اس سے لگا ہوا چل رہا تھا۔

اسی طرح وہ اسے فٹ پاتھ سے قریب کھڑی ہوئی جیپ تک لایا۔

"بیٹھو....!" فریدی نے اسے اگلی ہی سیٹ کی طرف دھکیلا.... اور خود تیزی سے چکر کاٹ کر اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا.... جیپ جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

"یہ ظلم ہے۔ شخصی آزادی پر حملہ....!" ڈفٹی نے احتجاج کیا۔

"میں نے تمہیں اس لئے کوتوالی نہیں بھجوایا تھا کہ تم ضمانت پر رہا ہو جاؤ۔"

"یہ دھاندلی ہے.... زبردستی ہے.... میں ایک جمہوری مملکت کا آزاد شہری ہوں۔"

"میں اس حقیقت کی تردید نہیں کر سکتا۔" فریدی مسکرایا۔

"پھر آخر یہ سب کیا ہے۔ آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"تمہیں اس آدمی کا نام بتانا ہی پڑے گا جس نے....!"

"آپ کمال کرتے ہیں کیا میں کسی کے باپ کا نوکر ہوں.... مجھے کوئی بھی اس طرح استعمال نہیں کر سکتا.... میری بھی ایک حیثیت ہے۔"

"کیا یہ ناممکن ہے کہ تم اپنی حیثیت سے زیادہ والے کسی آدمی کا آلہ کار بن جاؤ۔"

"میں اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔" ڈفٹی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے؟" فریدی نے لاپروائی سے کہا اور پھر اس نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈفٹی ہی بولا۔ "لیکن آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں....!"

"کچھ دن تمہاری صحبت سے بھی فیض اٹھانا چاہتا ہوں۔"

"میں پاگل ہو جاؤں گا....!" ڈفٹی جھلاہٹ میں اپنے بال نوچتا ہوا بولا۔

"مناسب بھی یہی ہے....!" فریدی نے کہا۔ "ورنہ یہ قوم پاگل کتوں کا جھنڈ کہلائے۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔"

"ڈفٹی تمہیں اپنے باس کا نام بتانا ہی پڑے گا۔"

"آپ پھر میری توہین کر رہے ہیں۔ میں خود درجنوں کا باس ہوں۔"

"حالانکہ تمہارے کاروبار سے شاید ہی کوئی واقف ہو.... اور کچھ دیر پہلے تم نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ تم پرامن زندگی گزار رہے ہو۔ تمہارا کسی سے کوئی تعلق نہیں پھر اب یہ درجنوں ماتحت کہاں سے پیدا ہو گئے۔"

ڈفٹی نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ جیپ سنسان سڑک پر تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ وہ شہر سے باہر نکل آئے تھے۔

سورج بہت دور درختوں کی قطار کے پیچھے چھپنے لگا تھا۔ یک بیک جیپ ایک کچے راستے پر موڑ دی گئی۔

"اوہ.... اوہ....!" ڈفتی مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے.... کیا ہو رہا ہے میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گا۔"

فریدی خاموشی سے ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے رہا۔

ویرانے کی ناہموار زمین پر جیپ ہچکولے لے رہی تھی۔

آخر کار کچھ دیر بعد سفر ختم ہو گیا۔ ابھی فضا میں دن کی جھلکیاں باقی تھیں.... افق میں شوخ رنگوں کے لہریئے چمک رہے تھے۔

جیپ چند چھولداریوں کے قریب رک گئی

ڈفتی نے سراسیمگی کے عالم میں چاروں طرف اچٹتی سی نظر ڈالی اور فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ اتنے میں ایک چھولداری سے دو پہلوان قسم کے آدمی برآمد ہوئے۔ بھیانک چہروں والے سیاہ فام آدمی جن کے جسموں پر لنگوٹیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

فریدی نے ڈفتی سے کہا۔ "اُترو....!"

وہ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ جیپ سے اُتر گیا۔ فریدی نے دونوں پہلوانوں سے کہا۔ "اسے ناپو۔"

"کک، کیا مطلب۔" ڈفتی ہکلایا۔ لیکن قبل اس کے کہ جواب میں فریدی سے کچھ سن سکتا۔ ایک پہلوان نے اس پر چھلانگ لگائی۔ ڈفتی چیختا ہوا گرا۔ اور اس کے نیچے دب کر رہ گیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے.... یہ کیا ہو رہا ہے۔" وہ چیختا رہا اور اس نے دیکھا کہ فریدی اس کی طرف توجہ دیئے بغیر چھولداری میں داخل ہو رہا ہے۔

اب ایک پہلوان اسے دبوچے ہوئے تھا.... اور دوسرا اس کے جسم کو فیتے سے ناپ رہا تھا.... ڈفتی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ پہلوانوں نے اس کا جسم ناپ لینے کے بعد اسے چھوڑ دیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ وہیں کھڑا ہانپتا رہا۔ اتنے میں فریدی بھی واپس آ گیا۔ لیکن وہ اس سے بالکل لاتعلق نظر آ رہا تھا۔

پہلوانوں نے قریب ہی زمین کی پیائش بھی کی اور نشانات لگا کر کدالوں سے کھدائی کرنے لگے۔

دفعتاً ڈفتی کانپ کر رہ گیا۔ اسُ نے فریدی کی طرف دیکھا اور اس کے دانت بجنے لگے۔

"یہ.... یہ.... اس.... س.... س.... کا.... کیا.... مم.... مطلب....!" وہ اپنے اعضاء پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا ہکلایا۔

"ضدی آدمیوں کو گولی مار کر دفن کرا دیتا ہوں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے.... قق.... قتل....!"

"میں مطمئن ہوں ڈفتی! تمہیں بہت پہلے مر جانا چاہئے تھا.... تم خونی ہو! اتفاق سے تمہارا ہر کیس ایسے لوگوں کے ہاتھ میں رہا ہے جو تمہارے خلاف کوئی واضح ثبوت مہیا نہیں کر سکے.... لہٰذا تمہیں بہر حال مر جانا چاہئے۔"

"ارے.... کوئی دھونس ہے۔" وہ خوفزدہ انداز میں حلق پھاڑ کر چیخا اور پھر ایک جانب دوڑتا چلا گیا۔ ٹھیک اسی وقت چھولداری سے دو تین آدمی اور برآمد ہوئے اور اس کے پیچھے دوڑے ڈفتی زیادہ دور نہیں جا سکا تھا وہ اسے کھینچتے ہوئے پھر وہیں لائے۔

پہلوان ان سب واقعات لاتعلق گڑھا کھودنے میں مصروف تھے۔

"میں بتاؤں گا.... میں بتاؤں گا....!" ڈفتی تھوڑی دیر بعد چیخا۔

"اسے چھولداری میں لے جاؤ۔" فریدی نے دوسرے آدمیوں سے کہا۔

وہ اسے چھولداری میں لائے اور ایک فولڈنگ آرام کرسی میں دھکیل دیا۔ ڈفتی کا بُرا حال تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

دفعتاً ایک آدمی کسی گوشے سے وہسکی کی بوتل نکال لایا.... اور گلاس میں تھوڑی سی انڈیل کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "اس سے تم کافی سکون محسوس کرو گے۔"

ڈفتی پہلے تو ہچکچایا پھر گلاس لے کر پی گیا۔

کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں تو خود کو تنہا پایا۔ وہ لوگ کبھی کے چلے گئے تھے۔ وہ عادی قسم کا شرابی تھا لیکن کئی گھنٹوں سے ایک بوند بھی نہیں ملی تھی۔ اس تھوڑی سی وہسکی نے بڑا کام کیا۔ اب وہ محسوس کر رہا تھا اپنے ذہن کو قابو میں رکھ کر گفتگو کر سکے گا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی چھولداری میں داخل ہوا۔ خاصا اندھیرا پھیل گیا تھا۔ فریدی کے پیچھے ایک آدمی پیٹرومیکس لیمپ لئے نظر آیا۔

ڈفتی نے ہاتھ پیر ڈال دیئے تھے.... اگر کچھ بتا دینے کے وعدے سے پہلے تھوڑی سی وہسکی مل گئی ہوتی تو شاید وہ دفن ہو جانا ہی پسند کرتا لیکن اس کی زبان کبھی نہ کھلتی.... اب وہ بے بسی کے عالم میں فریدی سے کہہ رہا تھا۔ "اسپرنگ نائٹ کلب کا مالک میجر چوہان اس واقعہ کا ذمہ دار ہے.... مجھے اعتراف ہے کہ وہ میرے ہی آدمی تھے جنہوں نے کیپٹن حمید کو اٹھا لے جانا چاہا تھا۔ لیکن اس اعتراف کے بعد میرا کیا حشر ہو گا؟"

"میں نہیں سمجھا....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"ایسے لوگ زندہ نہیں چھوڑے جاتے جو کسی معاملے میں کسی قسم کا اعتراف کر لیتے ہیں۔"

"تم ان کے لئے کیا کام کرتے ہو۔"

"اسی قسم کے کام.... اغوا.... مار پیٹ.... غنڈہ گردی.... اس کے حکم پر مجھے اپنے آدمیوں سے کام لینا پڑتا ہے۔"

"معاوضہ کس حساب سے ملتا ہے۔"

"اس کا انحصار کام کی نوعیت پر ہے....!"

دفعتاً.... وہ سبھی اچھل پڑے.... آواز ٹامی گن کی تھی.... اس چھولداری میں کئی سوراخ ہوگئے تھے.... اور گولیاں دوسری طرف کی قنات کو بھی چھیدتی ہوئی گزر گئی تھیں.... فریدی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا.... ڈفٹی نے بھی بوکھلاہٹ میں اس کی تقلید کی اور پھر فریدی نے لات مار کر وہ اسٹول گرادیا جس پر پٹرومیکس لیمپ رکھا ہوا تھا۔ ایک شعلہ بھڑکا.... اور قنات میں آگ لگ گئی۔ اندازے کی غلطی کی بناء پر پٹرومیکس لیمپ غلط جگہ پر گرا تھا۔



وہ سر سے پاؤں تک سیاہ تھا۔ چہرہ اس طرح نقاب میں چھپایا گیا تھا، کہ صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں.... ہاتھوں میں ٹامی گن تھی اور وہ بے تکان چاروں طرف گولیاں برسائے جارہا تھا.... فریدی کی ساری چھولداری دھڑادھڑ جل رہی تھیں لیکن سناٹے میں ٹامی گن کے آواز کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

وہ پوزیشن بدل کر گولیاں برساتا رہا.... کسی ایک جگہ نہیں جمتا تھا.... چھلاوے کی طرح کبھی یہاں کبھی وہاں....!

فریدی کے شکاری کیمپ کی طرف سے ایک فائر بھی ہوا تھا....!

کچھ دیر بعد سناٹا چھا گیا.... وہ ٹامی گن کو دوبارہ لوڈ کررہا تھا۔

لیکن اب کے اس نے فائرنگ نہیں کی.... غالباً واپسی کے لئے پلٹ پڑا تھا کیمپ تک جانے کی زحمت گوارا نہ کی.... شاید اسے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ یا پھر اس ہنگامے کا مقصد محض خوفزدہ کرنا رہا ہو۔

وہ ایسی جگہ پہنچ چکا تھا جہاں گھپ اندھیرا تھا.... شکاری کیمپ میں لگی ہوئی آگ کی روشنی یہاں تک پہنچ رہی تھی۔

اس نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی.... اور اس کی محدود روشنی میں آگے بڑھنے لگا.... راستہ اسے ایک جیپ تک لایا.... پھر جیپ اسٹارٹ ہوئی۔ تیزی سے آگے بڑھ گئی اب وہ عقب نما آئینے کو ایسی پوزیشن میں لانے کی کوشش کررہا تھا کہ دور تک نظر رکھ سکے۔

جیپ اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی....!

دفعتاً عقب نما آئینے میں اسے کسی موٹر سائیکل کا ہیڈ لیمپ نظر آیا۔ اس نے جیپ کی رفتار کم کی اور مڑ کر دیکھا.... موٹر سائیکل ابھی دور تھی۔ اس نے جیپ کی رفتار نہیں بڑھائی۔ دونوں گاڑیوں کا فاصلہ بتدریج کم ہوتا جارہا تھا۔

دفعتاً اس نے جھک کر نیچے سے کوئی چیز اٹھائی اور کھڑکی سے ہاتھ نکال کر اسے پیچھے کی طرف اچھال پھینکا.... ساتھ ہی ایکسیلریٹر پر دباؤ بھی بڑھادیا ادھر پیچھے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ادھر جیپ کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔

اب عقب نما آئینہ بالکل تاریک تھا۔

کچھ دیر بعد جیپ پکی سڑک پر آگئی لیکن ابھی ویرانے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا۔

آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اس لئے تاروں کی چھاؤں میں مفقود تھی ورنہ وہ شاید گاڑی کی تمام روشنیاں بجھادیتا۔

پتہ نہیں اس کی تدبیر بار آور بھی ہوئی تھی یا نہیں۔ لیکن اب عقب نما آئینہ تاریک ہی تھا۔



رات کے تین بجے تھے.... اسپرنگ نائٹ کلب کا مالک میجر چوہان بے خبر سو رہا تھا حالانکہ کلب میں اس وقت بھی رونق تھی۔

وہ ڈھائی بجے کے قریب اپنے اسسٹنٹ کو چارج دے کر تیسری منزل پر سونے چلا جاتا تھا۔

تیسری منزل پر صرف دو کمرے تھے.... اور بقیہ حصے میں صحن پھیلا ہوا تھا۔ وہ دروازہ مقفل کرکے نہیں سوتا تھا تاکہ ضرورت پڑنے پر اسے بہ آسانی جگایا جاسکے.... جگانے والے اسے آواز ہی دیتے تھے۔ آج تک کسی نے جھنجھوڑ کر جگانے کی ہمت نہیں کی تھی۔

پھر ایسی صورت میں وہ آپے سے باہر کیوں نہ ہوجاتا جبکہ اسے جھنجھوڑ کر جگایا گیا ہو۔ وہ کسی درندے کی طرح غراتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ لیکن جب جگانے والے پر نظر پڑی تو اوسان خطا ہوگئے۔

"م.... میں.... معافی چاہتا ہوں جناب۔" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کہتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

سرتاپا سیاہ نقاب پوش نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کی اجازت دی اور خود سامنے والی کرسی پر جابیٹھا۔

چوہان سراسیمگی کے عالم میں اسے دیکھے جارہا تھا.... آخر نقاب پوش بولا۔ "تم بہت زیادہ غیر محتاط ہوگئے ہو۔"

"میں نہیں سمجھا جناب عالی۔"

"ایسے گدھوں سے کیوں کام لیتے ہو جو بعد میں سب کچھ اگل دیں۔"

"لیکن جناب! ڈفتی نے تو اپنے ان آدمیوں کو پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔"

"غالباً فریدی نے اس سے سب کچھ اگلوا لیا....!"

"کب....!" چوہان نے حیرت سے کہا۔ "وہ تو ضمانت پر رہا بھی ہو چکا ہے۔"

"فریدی اسے اغوا کر لے گیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں۔"

"یہ تو اچھا نہیں ہوا۔" چوہان نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"وارننگ....!" نقاب پوش ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے اطلاع دیئے بغیر اب تم کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

"او کے باس....!" چوہان گھگھیایا۔

نقاب پوش کمرے سے باہر نکل گیا۔ چوہان جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا اتنی ہمت نہیں تھی کہ اٹھ کر کمرے کے دروازے ہی تک چلا جاتا۔

طاقت کا مظاہرہ

حمید آرام کرسی میں نیم دراز تھا۔ فریدی ٹہلتے ٹہلتے رک کر بولا۔ "اب فی الحال میجر چوہان کے خلاف میرے پاس کوئی ثبوت نہیں....!"

"کیوں....؟" حمید نے سر اٹھا کر کہا۔ "ڈفتی کہاں گیا؟"

"اس کا جسم چھلنی ہو گیا تھا.... اندھیرے میں اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ اٹھ کر بھاگا ہے۔"

"بقیہ لوگوں میں سے کتنے زخمی ہوئے....!"

"کوئی بھی نہیں....!" فریدی نے سگار سلگا کر کہا۔ "بلیک فورس کے آدمیوں سے اس قسم کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسے مواقع پر اٹھ کر بھاگیں گے؟"

"بلیک فورس....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی "آخر اس سے کب شرفِ ملاقات حاصل ہوگا۔"

فریدی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ وہ تارجام کے ایک ہوٹل میں مقیم تھے۔

"اب....!" وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "لیڈی پرکاش.... لیکن وہ صرف اسی بات کی شہادت دے سکے گی کہ اسپرنگ کلب سے ہیروئن تقسیم ہوتی ہے۔"

"چلئے یہی کافی ہے۔ مگر کیوں....؟ کیا وہ اس کی شہادت نہ دے سکے گی کہ ہمیں قتل کرا دینے کی اسکیم بنائی گئی تھی۔"

"اس سے بھی بات نہیں بنتی۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"پھر جس طرح بن پڑے بنائیے۔" حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور میز پر سے پن اپ کا پرچہ اٹھا کر تصویریں دیکھنے لگا۔

"تم نہیں سمجھ سکتے۔" فریدی کچھ دیر بعد بولا۔ "یہ انکشاف بہت پرانی بات ہے کہ اسپرنگ کلب عیاشی کا اڈہ ہے یا وہاں سے ہیروئن تقسیم ہوتی ہے۔"

"اچھا تو نئی ہی بات بتا دیجئے.... اس طرح آپ بھی ہلکے ہو جائیں گے.... اور میں بھی خود کو خاصا فارغ البال محسوس کرنے لگوں گا۔"

"وہ آدمی رمیش یاد ہے نا.... وہ میری ایکسپوز کی ہوئی ساری تصاویر کی معنویت پر روشنی ڈال چکا ہے۔"

"متحرک تصاویر....!" حمید نے پوچھا۔

"ہاں.... وہ مخصوص اشارے ہیں.... جنہیں ترتیب دینے سے پیغامات بنتے ہیں....!"

"مثلاً....!"

"کیوں.... بعض اوقات اتنے ڈفر کیوں ہو جاتے ہو.... کیا ملٹری میں تمہیں سگنلنگ کی تربیت نہیں ملی تھی۔"

"اوہ معاف کیجئے گا.... میں پچھلے کئی دنوں سے اونگھ رہا ہوں۔"

فریدی پھر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

"لیکن جناب....!" حمید نے کچھ دیر بعد اسے پھر مخاطب کیا۔ "اگر اسے علم تھا کہ آپ بچ گئے ہیں تو وہ حصول مقصد سے پہلے ہی کیوں بھاگ نکلا تھا۔"

"غالباً تم اس دستی بم کی وجہ سے سوچ رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس نے وہ اس یقین کے ساتھ نہیں پھینکا تھا کہ میں ہی اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔ اگر یہ بات ہوتی تو اسی وقت بم پھینکتا جب میں پوری طرح زد پر آ جاتا۔ اس نے سوچا ہوگا اگر وہ محض کوئی راہگیر ہے تو وہشت زدہ ہو کر وہیں کا وہیں رک جائے گا.... اور اگر میرے آدمیوں میں سے ہوگا تو وہ بھی اس خیال سے تعاقب جاری رکھنے کا ارادہ ملتوی کر دے گا کہ متعاقب کے پاس دستی بم بھی ہیں۔"

"بہر حال آپ کے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں ہے کہ وہ میجر چوہان ہی ہو گا۔"

"کوئی ثبوت نہیں ہے.... ورنہ میں یہاں نہ ہوتا۔"

"آپ کب تک اس طرح چھپتے رہیں گے۔"

"اس کیس کے اختتام تک.... خواہ مخواہ بات نہیں بڑھانا چاہتا.... ڈی۔ آئی۔ جی بدتمیز

ہے۔ اکثر سپرنٹنڈنٹ تک سے بد کلامی کر بیٹھتا ہے.... لیڈی پرکاش والے کیس کی تفتیش بذات خود کر رہا ہے۔"

"میں نے تو ابھی تک موقع ہی نہیں دیا کہ مجھے طلب کر سکے۔" حمید بولا۔ "مجھے اگر بنگلے پر طلب کرے تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

"کیوں....؟"

"شاید آپ اپنی طرح سارے آفیسروں کو غیر شدی شدہ سمجھتے ہیں۔"

"اوہ....!" فریدی مسکرایا۔ "ہاں میں نے اس کی بیوی کے حسن کی تعریف سنی ہے۔"

"بس اس طرح وقتاً فوقتاً ایسی باتیں بھی سنتے رہا کیجئے! شائد اللہ کرم کر ہی دے آپ کے حال پر۔"

"حمید....!" دفعتاً فریدی اس طرح بولا۔ "جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ تم قاسم سے ملو.... آج کل وہ اسپرنگ کلب میں دیکھا جا رہا ہے.... اس کے ساتھ ایک عورت ہوتی ہے.... سائرہ عشرت.... عشرت عظیم.... چیئرمین اٹامک انرجی کمیشن کی بیوی....!"

"پتہ نہیں.... میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا۔"

"تمہیں قاسم کے ذریعے اس سے مل کر مراسم بڑھانے ہوں گے۔"

"پہلے اس کی عمر بتایئے۔"

"فضول باتیں نہ کرو.... اس دوران میں تمہیں اس کا خیال بھی رکھنا پڑے گا کہ چوہان یا اس کے آدمیوں کو اس کا علم نہ ہونے پائے۔"

"اگر چوہان ہمیں جانتا ہے تو یہ بھی جانتا ہوگا کہ قاسم سے ہمارے کیسے تعلقات ہیں۔"

"معقول بات ہے....!" فریدی پھر سوچ میں پڑ گیا۔

حمید نے پائپ میں تمباکو بھر کر اسے سلگایا اور ہلکے ہلکے کش لیتا رہا پھر کچھ دیر بعد اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھی بات ہے میں لنکن لے جا رہا ہوں۔"

"لیڈی پرکاش سے دور ہی رہنا۔"

"میں جانتا ہوں....!" حمید نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔



حمید نے سوچا پہلے دور ہی سے اندازہ کرنا چاہئے کہ سائرہ عشرت کیسی عورت ہے۔ لہٰذا اس نے پہلے چہرے میں پلاسٹک میک اپ کی مدد سے تھوڑی سی تبدیلی کی۔ اپنی گاڑی ونیس کے نمبر بدلے اور اینگل بیچ کے چکر کاٹنے لگا۔ قاسم ابھی تک وہیں مقیم تھا دن بھر ہٹ میں رہتا اور شام

ہوتے ہی نکل کھڑا ہوتا اور اسپرنگ کلب جاتا.... سائرہ کی کوششوں کی بناء پر وہ باقاعدہ طور پر ممبر بنا لیا گیا تھا۔

لیکن حمید کے لئے دشواری تھی.... وہ تبدیلی ہیئت کے بعد کلب میں کیونکر داخل ہوتا۔ یہ تو اسی صورت میں ممکن تھا جب کوئی مستقل ممبر اسے اپنے ساتھ لے جاتا۔

لیکن آج اتفاق سے ان دونوں نے اسپرنگ کلب کی بجائے بیچ ہوٹل کا رخ کیا اور حمید کو بھی ان کے قریب ہی جگہ مل گئی.... دونوں میزیں اتنے فاصلے پر تھیں کہ ان کی گفتگو بہ آسانی سنی جا سکتی تھی۔

"میں آج کل بڑے اچھے اچھے خواب دیکھتا ہوں....!" قاسم کہہ رہا تھا۔

"اچھا....!" سائرہ نے کہا اور فلور شو کی طرف متوجہ ہو گئی۔

قاسم کے چہرے پر آج بلا کا نکھار تھا۔ چھ دن پہلے کی سی پژمردگی کا نشان بھی نہیں ملتا تھا.... خواہ مخواہ باچھیں کھلی پڑتی تھیں۔

"تم اپنے گھر کب سے نہیں گئے۔" دفعتاً سائرہ نے اس کی طرف مڑ کر پوچھا۔

"کئی دنوں سے۔"

"کسی نے خبر بھی نہیں لی۔"

"تو ن لیتا خبر.... میں نے فون کر دیا تھا کہ میں یہاں ہوں....!"

"میں تمہاری بیوی سے ملنا چاہتی ہوں۔"

حمید نے محسوس کیا کہ قاسم نروس نظر آنے لگا ہے۔

"کک کیوں....؟" وہ ہکلایا۔

"بس یونہی....!"

"کوئی جرورت نہیں....!"

"کیوں....؟"

"اوہ.... مطلب یہ کہ وہ بہت بدتمیز ہے.... خواہ مخواہ....!"

"کیا خامخاہ....!"

"آپ سے لڑنے لگے گی.... میری ملنے والیوں سے خار کھاتی ہے۔"

"اور بھی ملنے والیاں ہیں....!" سائرہ نے پوچھا اور قاسم بُری طرح بوکھلا گیا۔

"نن نہیں کوئی بھی نہیں.... وہ ایک نرس کی لڑکی ہے.... آتی ہے کبھی کبھی کہتی ہے مجھے جادو کے کھیل دکھاؤ۔"

"جادو کے کھیل....؟" استفہام میں حیرت تھی۔

"جی ہاں.... ہی ہی.... وہ میں لوہے کے گولے نکال سکتا ہوں منہ سے.... رائفل کی نال توڑ دیتا ہوں.... زنجیریں توڑ دیتا ہوں۔"

"اچھا....!" وہ ہنس پڑی۔ "ذرا نکالئے تو گولے....!"

"یہاں قہاں.... وہ تو ترقیب ہوتی ہے۔"

"زنجیریں بھی توڑ دیتے ہیں۔"

"ہاں میں بہت طاقتور ہوں.... ٹھہریئے.... میں دکھاتا ہوں۔" قاسم اٹھتا ہوا بولا۔

حمید نے محسوس کیا کہ اس کی ذہنی رو بہک گئی ہے.... ایسے مواقع پر چہرے پر خاص قسم کے تاثرات ہوتے ہیں۔

وہ اٹھ کر سائرہ کی کرسی کی پشت پر آیا۔

"کیوں.... کیا بات ہے۔" سائرہ نے مڑ کر پوچھا۔

"بس آپ سامنے ہی دیکھتی رہیئے۔" قاسم نے بڑے خلوص سے کہا۔

حمید سمجھ گیا کہ آئی شامت اس عورت کی.... وہ بالکل ایسے ہی انداز میں گردن گھما کر سامنے دیکھنے لگی جیسے اس میں ارادے کو قطعی دخل نہ ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے قاسم جھکا اور کرسی کے پچھلے پائے پکڑ کر اسے کرسی سمیت اوپر اٹھاتا چلا گیا.... حتیٰ کہ سر سے بلند ہو گئی۔

"ارے.... ارے.... ارے....!" سائرہ کی زبان سے متواتر نکل رہا تھا۔

"وہاں جتنے بھی تھے تحیر آمیز سنجیدگی کے ساتھ متوجہ ہو گئے۔ سائرہ کی عجیب حالت تھی۔ چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے جیسے بھرے مجمع میں خود کو برہنہ محسوس کر رہی ہو۔ حمید نے سوچا کھیل بگاڑ دیا.... کمبخت نے.... اب یہ جو بھاگے گی تو کبھی رخ بھی نہ کرے گی اس کی طرف۔ لہٰذا جھپٹ کر قاسم کے قریب پہنچا اور آہستہ سے بولا۔ "یہ کیا کر رہے ہیں آپ.... اتاریئے نیچے.... ورنہ میں پولیس کو طلب کر لوں گا.... یہ ہوٹل ہے یا بھٹیار خانہ۔" دوسرے لوگ دور ہی سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

قاسم پولیس کے نام پر بوکھلا گیا اور بتدریج اس کے ہاتھ نیچے ہونے لگے۔ بالآخر کرسی زمین پر ٹکی اور سائرہ اس طرح اچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے جل اٹھی ہو۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔ غالباً سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ ان سبھوں کی نظر سے کیسے اوجھل ہو جائے۔

"اب آپ دونوں فوراً نکل چلئے یہاں سے۔" حمید نے کہا۔ "ورنہ یہاں کئی پریس رپورٹر موجود ہیں جو آپ دونوں کو گھیر لیں گے۔"

"اوہ.... جی ہاں.... چلئے چلئے۔" سائرہ جلدی سے بولی۔

وہ باہر آئے.... سائرہ جلدی سے قاسم کی گاڑی میں بیٹھ گئی اور حمید اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنے لگا۔ دفعتاً قاسم ہکلایا۔ "آپ.... آپ قہاں.... بھائی صاحب۔"

"وہیں بھائی صاحب جہاں آپ....!" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "کچھ ضروری باتیں کروں گا محکمہ آبکاری کا سپرنٹنڈنٹ ہوں۔"

"بات نہ بڑھاؤ....؟" سائرہ پچھلی سیٹ سے منمنائی۔

"آپ کہتی ہیں تو ٹھیئے...." قاسم غرایا۔ "ورنہ میں تو پولیس انسپکٹروں کی ٹانگیں چیر دیتا ہوں.... یہ آبخاری والے ہیں۔"

"جی ہاں.... جی ہاں....!" حمید سر ہلا کر بولا اور پچھلی نشست سے آواز آئی۔ "اپنے ہٹ میں چلو۔"

کار چل پڑی۔ قاسم کا ہٹ زیادہ دور نہیں تھا۔ جلد ہی پہنچ گئے۔ نیچے اترے ہٹ میں داخل ہوئے لیکن سائرہ دم بخود تھی۔ وہ دونوں بیٹھ گئے لیکن قاسم کھڑا حمید کو گھور رہا تھا۔ حمید نے اس وقت آواز بدلنے میں کمال کر دیا تھا.... کیا مجال کہ ذرا سی بھی لغزش ہو جاتی۔

"اب فرمایئے.... جناب....!" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"آپ پہلے تشریف تو رکھئے۔" حمید نے کہا۔ "اور یہ بتایئے کہ جناب نے کون سا نشہ استعمال فرمایا ہے۔"

"میں نے نشہ وشہ نہیں استعمال کیا تم چلے جاؤ چپ چاپ یہاں سے۔"

"محترمہ کیا آپ اس مسئلے پر روشنی ڈال سکیں گی۔"

"میں کیا عرض کروں.... بے حد شرمندہ ہونا پڑا ہے۔ انہوں نے کوئی نشہ استعمال نہیں کیا یہ بس ایسے ہی ہیں۔"

"اگر ایسے ہی ہیں تو مجھے بے حد افسوس ہے آپ کو اکثر پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔"

"اے تم جاؤ نکلو یہاں سے.... بڑے آئے.... آپ جناب کرنے والے.... جاتے ہو یا بلاؤں چوکیدار کو۔"

"محتاط ہو کر گفتگو فرمایئے جناب میں ایک ذمہ دار آفیسر ہوں۔ ہمیں شبہ ہے کہ بیچ ہوٹل میں غیر قانونی طور پر بھنگ فروخت ہوتی ہے۔ آپ کی اس حرکت پر میں سمجھا تھا کہ آپ بھی

بھنگ پیے ہوئے ہیں۔"

"بس بس....! کھاموش۔" قاسم حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"تم خود خاموش رہو..... میں گفتگو کروں گی۔" سائرہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ پھر حمید سے کہنے لگی۔ "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے انہوں نے کوئی نشہ نہیں استعمال کیا۔ بس کبھی کبھی ذہن بہک جاتا ہے..... مجھے اپنی طاقت دکھا رہے تھے۔"

"لاحول ولا قوۃ....!" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "ایسی حرکتیں گھر پر کی جاتی ہیں۔ اگر آپ لوگ کسی پریس رپورٹر کے ہتھے چڑھ جاتے تو صبح کے اخبارات میں بڑی بڑی سرخیاں نظر آتیں.... شوہر نے بیوی کو سر سے اونچا اٹھایا.... بیچ ہوٹل میں سرکس، وغیرہ وغیرہ۔"

"میں ان کی بیوی نہیں ہوں۔" سائرہ جلدی سے بولی۔ "میرے دوست ہیں۔"

"مجھے حیرت ہے اس دوستی پر"

"میں تمہیں جان سے ماردوں گا ہاں....!" قاسم آستین سمیٹتا ہوا اٹھ گیا۔

حمید بھی کھڑا ہو گیا۔

"ارے.... ارے....!" سائرہ بوکھلا گئی۔

"نہیں آپ چوپ رہیے۔" قاسم اس کی طرف مڑ کر غرایا۔

حمید ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔ "آیئے.... آپ پرلے سرے کے گدھے ہیں۔"

قاسم نے جھپٹ کر پوری قوت سے گھونسہ مارا.... اور حمید نہایت اطمینان سے ایک طرف ہٹ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میاں قاسم اپنے ہی زور میں منہ کے بل نیچے چلے آئے۔ غصے نے پہلے ہی حالت بگاڑ رکھی تھی۔ لہٰذا اس ڈیل ڈول کے ساتھ اچانک گر پڑنے کے بعد جلدی سے اٹھ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"یہ حالت ہے طاقت کی۔" حمید سر ہلا کر سائرہ سے بولا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ اگر چت لٹا کر سینے پر ایک کنکری بھی رکھ دی جائے تو کسی بطخ ہی کی طرح ٹانگیں پھیلائے پڑے رہ جائیں گے۔ چلیئے آپ میرے ساتھ۔"

حمید نے سائرہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے بوکھلا کر اس کا ہاتھ پکڑ بھی لیا۔

حمید قاسم کے اٹھنے سے قبل ہی اسے وہاں سے نکال لے جانا چاہتا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔ "اپنی گاڑی بیچ ہوٹل کے پارکنگ شیڈ سے منگوا لیجئے گا۔"

سائرہ سحر زدہ سی اس کے ساتھ چلتی رہی۔ قاسم کے حلق سے گالیوں کا طوفان امڈ رہا تھا۔

پھر قبل اس کے کہ وہ اٹھ کر دروازے تک پہنچتا اس کی گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

بیچ ہوٹل کے پارکنگ شیڈ میں گاڑی روک دی گئی۔ یہاں حمید کی گاڑی پہلے ہی سے موجود تھی۔ اس نے پھر سائرہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔ اس نے اس پر احتجاج نہیں کیا.... حمید جانتا تھا کہ اس نفسیاتی لمحے سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو پھر کسی طرح کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی۔

اپنی گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "آپ کو کہاں چھوڑ دوں۔"

"کہیں بھی....!" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"نہیں بے تکلفی سے فرمایئے۔" حمید بولا۔ "میں نے اس وقت آپ کو ایک بہت بڑے جنجال سے نجات دلائی ہے۔ میں اس آدمی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ پرلے سرے کا احمق ہے.... دوسروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی حرکتیں کرتا ہے.... پتہ نہیں آپ سے کیسی دوستی ہوئی ہوگی۔"

"آپ کیا جانتے ہیں اس کے بارے میں۔" سائرہ نے پوچھا۔

"سیٹھ عاصم کا لڑکا ہے۔ قاسم نام ہے۔ تمام میں روتا پھرتا ہے کہ اس کی شادی زبردستی ایک ایسی لڑکی سے کردی گئی ہے جو اسے پسند نہیں۔ ان کے درمیان زن و شوہر کے تعلقات وغیرہ وغیرہ.... ایسی ہی بہت سی باتیں۔"

"تو کیا یہ جھوٹ ہے۔"

"پتہ نہیں۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اکثر خواتین اس پر رحم کھا کر اپنی زندگی خود ہی اجیرن کر لیتی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"ایک واقعہ سناتا ہوں آپ کو۔ شاید آپ اس سے کچھ اندازہ کر سکیں۔ ایک بار آپ ہی جیسی ایک شریف خاتون کو اس سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ یہ حضرت ایک بار انہیں اپنے گھر پر مدعو کر بیٹھے.... بیوی سے شاید کہہ دیا تھا کہ ان کے دوست کی بیگم صاحبہ تشریف لا رہی ہیں۔ بیوی نے دعوت کا اہتمام کیا لیکن ساتھ ہی اپنی چند سہیلیوں کو بھی مدعو کر لیا۔ ایک سکیم تیار کی گئی۔ وہ صاحبہ تشریف لائیں۔ باتوں ہی باتوں میں ان سے اگلوا لیا گیا کہ وہ قاسم کے دوست کی بیوی نہیں بلکہ خود قاسم کی دوست ہیں۔ بس پھر کیا تھا لپٹ پڑی سہیلیوں سمیت.... چوٹی پکڑ کر لان تک گھسیٹتی ہوئی لائی.... پھر جو مرمت شروع کی ہے ان سبھوں نے تو بیگم صاحبہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ سائرہ بھی کچھ نہ بولی۔ کچھ دیر بعد حمید نے پوچھا۔ "آپ سے کیسے ملاقات ہوئی تھی۔"

"بس کیا بتاؤں....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "ایک رات گاڑی پر اسی سڑک سے

گزر رہی تھی کہ کنارے ایک گاڑی کھڑی نظر آئی۔ کوئی اس میں بیٹھا زور زور سے رو رہا تھا۔ اتر کر دیکھا تو یہی حضرت تھے۔"

حمید بے تحاشہ ہنس پڑا۔ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ "اور ایسی حرکتوں سے وہ خواتین کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے.... اور پھر سناتا ہے اپنی دکھ بھری داستان اور محترمہ اب میں اپنے متعلق بھی سچی بات بتادوں۔ میرا تعلق محکمہ آبکاری سے نہیں۔ میں تو ایک سیدھا سادہ مصور ہوں۔ آپ کو الجھن میں دیکھا تو سوچا کہ پریس رپورٹروں کے چکر میں پڑنے سے پہلے ہی آپ کو وہاں سے نکال لے جاؤں۔"

"میں بے حد شکر گزار ہوں جناب۔"

"آپ نے ابھی تک بتایا نہیں کہ آپ کو کہاں جانا ہے۔"

"اگر شہر کی طرف جارہے ہوں تو اسپرنگ نائٹ کلب میں چھوڑ دیجئے گا.... میری گاڑی آج ہی سروس کے لئے گئی ہے۔"

"بہت بہتر۔"

"آپ کا اسٹوڈیو کہاں ہے؟" سائرہ نے پوچھا۔

"تارجام میں.... تنہائی پسند آدمی ہوں۔ کبھی شہر بھی آجاتا ہوں۔"

"رات کا کھانا نہ کھایا ہو تو میرے ساتھ کھایئے اسپرنگ میں۔"

"میں ممبر نہیں ہوں۔"

"کسی بھی ممبر کے ساتھ آپ وہاں جاسکتے ہیں۔"

"میرے لئے پہلا اتفاق ہوگا۔ دراصل میری تفریحات مختلف ہیں۔ ہرے بھرے میدان گھنے جنگل میری تفریح گاہیں ہیں۔"

"آرٹسٹ ہی ٹھہرے۔"

"جھٹپٹے میں جنگلوں کی سرگوشیاں ہی میرے لئے اعلیٰ ترین موسیقی ہیں۔"

"آپ شاعر بھی معلوم ہوتے ہیں۔"

"ارے نہیں....!" حمید نے خاکساری برتی۔

"تو پھر آپ میرے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں یا نہیں۔"

"ارے کہاں تکلیف کریں گی۔"

"آپ کے انکار پر مجھے افسوس ہوگا۔"

"خیر...." حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

یہ سب کچھ غیر متوقع طور پر ہوا تھا.... حمید سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی جلدی کامیابی ہوگی۔ نہ قاسم کی ذہنی رو بہکتی اور نہ موقع نصیب ہوتا۔ بہرحال حمید دل ہی دل میں اپنی پیٹھ ٹھونک رہا تھا۔



لیڈی پرکاش ابھی سوئی نہیں تھی۔ ہٹ میں تنہا تھی اور اس کا چمپینزی صوفے پر پڑا اونگھ رہا تھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور وہ اچھل پڑی۔ وہ دروازہ مقفل کر کے لیٹی تھی۔ لیکن یہ دہرا قفل تھا۔ باہر سے بھی قفل کھولا جاسکتا تھا.... لیکن اس کی کنجی کسی کو بھی نہیں دی تھی۔

پورا دروازہ کھل جانے کے بعد کوئی داخل ہوا.... گہری نیلی.... اور مدھم روشنی میں وہ اندازہ نہ کرسکی کہ آنے والا کون ہے۔ پھر دفعتاً کمرے کا دوسرا بلب روشن ہوگیا اور آنے والا وضاحت کے ساتھ اس کی نظروں کے سامنے تھا۔ سرتاپا سیاہ۔ صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے جن سے دو خوفناک آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ چمپینزی غراتا ہوا اٹھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک کریہہ سی آواز کے ساتھ ڈھیر ہوگیا۔ آنے والے کا بے آواز ریوالور اس کی طرف اٹھا تھا۔ ہلکی سی "ٹرچ" سنائی دی تھی اور بس چمپینزی پھر نہ اٹھ سکا۔

"یہ.... یہ.... کک کیا؟" لیڈی پرکاش نے کانپتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

سیاہ پوش کا ہاتھ اس طرح اٹھا جیسے وہ اسے خاموش رکھنا چاہتا ہو۔ لیڈی پرکاش دم بخود رہ گئی۔

وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ ایک ہاتھ سے ریوالور سیدھا کئے ہوئے دوسرا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی گردن پکڑلی اور اسے دباتا رہا۔ حتیٰ کہ لیڈی پرکاش کی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ پتہ نہیں کیسی گرفت تھی کہ ذراسی دیر میں وہ بے جان سی ہوکر رہ گئی۔ سیاہ پوش نے اسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور سوئچ بورڈ تک آیا۔ پھر کمرے میں گہری تاریکی چھا گئی۔

پھندا

سرسنہا کی کار کمپاؤنڈ میں داخل ہورہی تھی کہ حمید ڈرائنگ روم سے نکل کر پورچ میں داخل ہوا۔ شاید روزا اسے رخصت کرنے ہی برآمدے تک آئی تھی۔ حمید نے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا۔ سرسنہا کی کار پورچ کے باہر ہی رک گئی تھی وہ حمید کو جاتے دیکھتا رہا اور حمید کے انداز سے ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے اس نے اسے دیکھا ہی نہ ہو۔

اس کی گاڑی پھاٹک سے گزر گئی.... روزا سرسنہا کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر برآمدے ہی

میں رک گئی تھی۔

سر سنہا نے اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے برآمدے کے زینے طے کئے اور اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ وہ اب بھی اسے ناخوش گوار انداز میں گھورے جا رہا تھا۔

"یہ یہاں روزانہ کیوں آتا ہے۔" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"روزانہ تو نہیں۔"

"جھوٹ مت بولو.... مجھے علم ہے۔"

"کس بات کا علم ہے۔"

"یہی کہ روزانہ یہاں آتا ہے۔"

"وہ.... وہ.... لاش جو یہاں پائی گئی تھی؟"

"بکواس.... اس کے متعلق مجھ سے پوچھ گچھ کرنی چاہئے۔"

"یہی تو میں بھی سوچتی ہوں کہ آخر مجھ سے کیوں پوچھتا ہے۔ میں تو یہاں تھی بھی نہیں۔"

"چلو اندر چلو....!" وہ اسے دروازے کی جانب دھکیلتا ہوا بولا۔ روزا کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ شاید اس کے باپ کا یہ رویہ اس کے لئے نیا تھا۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے سامنے والے صوفے کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

روزا استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میری بیٹی کسی پولیس آفیسر سے دوستی کرے.... اور پھر جبکہ وہ بہت زیادہ بدنام بھی ہے۔"

"وہ کلچر سنٹر کا ممبر بھی ہے۔"

"کچھ بھی ہو! میں اسے پسند نہیں کرتا۔"

یک بیک روزا کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار نظر آئے اور اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آخر آپ کو میری اتنی پرواہ کب سے ہو گئی ہے۔"

"کیا مطلب....!" سر سنہا کی بھنوئیں تن گئیں۔

"آپ کو کبھی اس کی پرواہ نہیں ہوئی کہ میں کیا کرتی ہوں۔ کہاں جاتی ہوں اور کب واپس آتی ہوں۔"

"اچھا تو پھر....!" سر سنہا کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"کچھ بھی نہیں....!" روزا نے سرکش انداز میں کہا۔ "میں اپنے طور پر پلی بڑھی ہوں۔

میری تربیت میں میرے والدین نے حصہ نہیں لیا۔"

"تم کیا بک رہی ہو۔"

"تلخ حقیقتوں کا اظہار کر رہی ہوں....!"

"میں برداشت نہیں کر سکتا....؟" سر سنہا غرایا۔

"آپ کی مرضی....!" روزا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اچھی بات ہے۔" سر سنہا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب اگر وہ یہاں آیا تو اسے خود ہی معلوم ہو جائے گا۔"

"کیا معلوم ہو جائے گا؟"

"یہی کہ سر سنہا کی لڑکی اتنی سستی نہیں ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں....!" روزا چیخ کر بولی۔

"میں ملازموں کو کہہ دوں گا وہ جب بھی یہاں آئے اٹھا کر اسے باہر سڑک پر پھینک دیں۔"

"آپ ایسا نہیں کر سکتے۔"

"کیوں؟"

"آپ میرے کسی دوست کی توہین نہیں کر سکتے۔"

وہ تیزی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

روزا دم بخود بیٹھی رہی۔ سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی بار باپ سے اس طرح گفتگو ہوئی تھی۔ ایسے موڈ میں اس نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ کبھی اتنی بلند آواز میں بولتے سنا تھا۔ اس کی دانست میں وہ خود ہی ایسی سچویشن پیدا نہیں ہونے دیتا تھا جس سے اس کو غصہ آئے اور دوران خون میں تیزی پیدا ہونے کی بناء پر خون کا دباؤ بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔

بہرحال اس وقت غصے سے بدحال ہو رہی تھی۔ دفعتاً اٹھی اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگی پھر ماؤتھ پیس میں بولی۔ "ہیلو.... ہوٹل ڈی فرانس.... روزا فریڈرک کے نام سے ایک کمرہ بک کر دو۔ میں تھوڑی دیر بعد پہنچ رہی ہوں۔" ریسیور رکھ کر وہ اپنے کمرے میں چلی آئی اور ایک سوٹ کیس میں کپڑے رکھنے لگی۔



بالآخر حمید آئی۔ جی کے دفتر میں طلب کر لیا گیا.... فوراً پیشی بھی ہو گئی۔ آئی جی تنہا تھا اس نے سر کے اشارے سے حمید کو بیٹھنے کی اجازت دی۔ سب سے پہلا سوال فریدی ہی سے متعلق تھا۔

"مجھے علم نہیں ہے.... جناب کہ وہ کہاں ہیں۔ میں اس سلسلے میں پہلے ہی اپنا تحریری بیان دے چکا ہوں۔"

"تم نے لیڈی پرکاش کی رپورٹ دیکھی تھی۔"

"جی ہاں.... جناب....!"

"لیڈی پرکاش سے متعلق کوئی مزید اطلاع؟"

"میں نے اس کی طرف دھیان ہی نہیں دیا.... جرأت ہی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خود ڈی۔ آئی۔ جی صاحب اس کے معاملے کو دیکھ رہے ہیں۔"

"وہ پچھلی رات سے غائب ہے۔ اس کا پالتو چمپینزی ہٹ میں مردہ پایا گیا ہے کسی نے اسے گولی ماردی تھی۔ ہٹ میں پائے جانے والے آثار ظاہر کرتے ہیں کہ وہ زبردستی کہیں لے جائی گئی ہوگی۔"

حمید نے خوامخواہ چہرے پر سراسیمگی کے آثار پیدا کر لئے۔

"لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس میں فریدی کا ہاتھ ہوگا....؟" آئی۔ جی نے حمید کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

"لیکن....!" حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں.... ہاں۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"میں نے لیڈی پرکاش کی رپورٹ دیکھی تھی.... اور اب سوچ رہا ہوں کہ اس کے بیان کی روشنی میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکے گا کہ یہ کرنل کی انتقامی کاروائی تھی۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ کسی اور نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔"

"ں طور پر میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"ب پھر کرنل کے لئے کوئی پریشانی کی بات نہیں۔"

"ر وہ حضرت کس چکر میں ہیں۔"

"کچھ دن پہلے جس چکر میں تھے وہ میری سمجھ میں بھی نہیں آیا....!"

"کیسا چکر....!"

حمید نے اسے اشاروں اور فریدی کی فوٹوگرافی کے متعلق بتایا۔ پھر یہ بھی بتایا کہ کس طرح اس سے کیمرہ چھین لیا گیا تھا۔ لیکن اس لاش کا تذکرہ نہیں کیا جو سر سنہا کی کوٹھی کے سامنے ڈالی گئی تھی۔ کیمرے کی واپسی کا ذکر آیا۔ پھر اس کے دھماکے کے ساتھ پھٹنے کی کہانی بھی دہرائی گئی۔ اور جب ان دو لاشوں کا تذکرہ آیا جن کے ذریعہ خط اور کیمرہ واپس آیا تھا تو آئی۔ جی مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا....

"لاشوں کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ والے زہر اور اس سوئی کے زہر میں کوئی فرق نہیں جو میں نے کیمیائی تجزیے کے لئے دی تھی۔" حمید نے کہا۔

"تمہیں وہ سوئی کہاں ملی تھی۔" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"وہ سوئی مجھے اسی کیفے کے باورچی خانے سے ملی تھی۔" حمید نے مصلحتاً غلط بیانی سے کام لیا۔

آئی۔ جی بیٹھ گیا لیکن اس کے چہرے پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔ دفعتاً اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ اردلی اندر آیا۔

"کنفیڈنشنل ریکارڈ کیپر کو بھیج دو۔" اس نے کہا۔

اور مطلوبہ آدمی کے آنے تک خاموشی رہی۔

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "بلیو سیل پیپرز کا بیگ لاؤ۔"

وہ چلا گیا اور پھر کمرے کی فضا پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ کچھ دیر بعد ریکارڈ کیپر پھر واپس آیا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک سربمہر چرمی تھیلا تھا جو آئی۔ جی کی میز پر رکھ دیا گیا۔ ریکارڈ کیپر کو واپس جانے کا اشارہ کرتے ہوئے آئی۔ جی نے تھیلے کی سیل توڑنی شروع کی اور کچھ دیر بعد اس میں سے چند کاغذات نکالے اور ان کا جائزہ لیتا رہا۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار ہیں۔

تقریباً بیس منٹ تک اس نے وہ کاغذات دیکھے اور پھر انہیں دوبارہ تھیلے میں رکھتا ہوا کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "وہ ہماری عزت ہے.... بخدا محکمے کی ناک ہے.... یہ بات میری ہی ذات تک محدود رہے گی۔"

"تو آپ انہیں لیڈی پرکاش والے واقعے کا ذمہ دار نہیں سمجھتے۔"

"قطعی نہیں.... اگر اس نے کچھ کیا بھی ہوگا تو مصلحتاً....!"

"وہ تارجام میں ہیں۔"

"ٹھیک ہے.... اب میں مطمئن ہوں...." آئی۔ جی نے طویل سانس لی۔

"میں نہیں جانتا کہ وہ ان اشارہ بازوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ عنقریب تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا۔" آئی۔ جی مسکرایا اور بولا۔ "اب تم جا سکتے ہو۔"

حمید نے اٹھ کر سلیوٹ کیا اور باہر آ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا آخر لیڈی پرکاش کو کون لے گیا۔ کیا میجر چوہان کو اس کا علم ہو چکا تھا کہ وہ انہیں سب کچھ بتا چکی ہے۔

کچھ دیر بعد وہ اس نئی خبر کے ساتھ تیزی سے تار جام کی طرف اڑا جا رہا تھا۔



لیڈی پرکاش کی گہری نیند صبح تک جاری رہی تھی.... ہوش میں آنے کے بعد اس نے خود کو ایک ایسے کمرے میں پایا تھا جس میں بظاہر کوئی دروازہ نہیں تھا لیکن ٹمپریچر کہہ رہا تھا کہ وہ جگہ ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ صرف ایک روشندان تھا۔ اگزاسٹ فین گردش کر رہا تھا۔

وہ ایک آرام دہ اسپرنگ والے بستر پر پڑی تھی.... بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتی رہی۔ پھر پچھلی رات کے واقعات یاد آئے.... اور وہ کانپ کر رہ گئی۔ چمپنزی کی موت....؟ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے اسے اس وقت سے پالا تھا جب وہ صرف چھ دن کا تھا۔ نیروبی کے دورانِ قیام میں سر پرکاش کے ایک شکاری دوست نے تحفتاً پیش کیا تھا۔ اس کا دل بھر آیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

پھر دفعتاً ایک ہلکی سی آواز نے اسے چونکا دیا۔ کمرے کی ایک دیوار میں دریچہ سا نظر آیا۔ وہ اٹھ کر اس کی طرف جھپٹی تھی کہ پچھلی رات والا سیاہ پوش اسی دریچے سے گزر کر کمرے میں داخل ہوا۔

"اتنی بے صبری؟" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"مجھے جانے دو.... ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" لیڈی پرکاش تیز لہجے میں بولی۔

"کچھ ایسا برا بھی نہ ہوگا....!"

"تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

"بس تھوڑی سی معلومات۔"

"میں نہیں سمجھی! کیسی معلومات....!"

"تم اس درمیان فریدی سے ملی ہو؟"

"کیوں؟ تم سے مطلب....؟"

"میری بات کا جواب دو....!" وہ غرایا۔

"ہاں.... اس نے زبردستی مجھے اپنی گاڑی میں ڈال کر لے جانا چاہا تھا۔ میں نے شور مچا دیا تھا.... لوگ دوڑ پڑے تھے.... اور اسے ناکام وہاں سے بھاگنا پڑا تھا۔ پھر میں نے اس کے خلاف رپورٹ درج کرا دی تھی۔"

"میں اس کے بعد والی ملاقات کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔"

"کیا مطلب....؟"

"اس کے بعد بھی تم اس سے ملی تھیں۔"

"اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ایسی صورت میں جبکہ اس کے خلاف رپورٹ درج کرا چکی تھی۔"

"تو پھر وہ تمہیں زبردستی لے گیا ہوگا....؟"

"یہ غلط ہے۔ بکواس ہے.... اس دن سے پھر وہ مجھے نہیں دکھائی دیا۔"

"وہ تمہیں تمہارے ہٹ سے اسی طرح زبردستی لے گیا ہوگا جیسے میں لایا ہوں۔"

"کھلی ہوئی بکواس ہے۔"

"دیکھو.... وہ فریبی ہے....!" نقاب پوش نے سمجھانے کے سے انداز میں کہا۔

"اگر اس نے تم سے لگاوٹ کی باتیں کی ہیں تو یہی سمجھو کہ وقتی ضرورت کے تحت محض کام نکالنا چاہتا ہے۔"

"وہ میرے شوہر کے دوست کا بیٹا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے ایسے لغو الفاظ نہیں سن سکتی۔"

"اوہ.... اسی لئے بھاگا تھا۔" سیاہ پوش نے قہقہہ لگایا۔

"تم ہو کون؟ کیا یہ میجر چوہان کا دوسرا روپ ہے۔ تم سامنے کیوں نہیں آتے۔ شکل دکھاؤ اپنی.... یہ تو میں محسوس کر رہی ہوں کہ آواز بدل کر بول رہے ہو۔"

"میجر چوہان گدھا ہے۔ اس کی حماقتوں کی بناء پر یہ سب کچھ ہوا ہے۔"

"اوہ.... تو تم اس کے بھی باس ہو۔"

"ہاں....!"

لیڈی پرکاش دفعتاً زرد پڑ گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "میں نے تنظیم سے غداری نہیں کی۔ میجر چوہان کی ہدایت پر فریدی کو ختم کر دینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔"

"میں جانتا ہوں؟"

"پھر میں کس خطا پر یہاں لائی گئی ہوں۔"

"تم اس کے بعد بھی فریدی سے ملی تھیں اور اسے اسپرنگ نائٹ کلب کے متعلق بتایا تھا۔"

"اگر تم یقین نہیں کر سکتے تو بھلا میں کس طرح تمہیں مطمئن کر سکوں گی۔"

"میں نے ایک رات کیپٹن حمید کو بھی تمہارے ہٹ سے نکلتے دیکھا تھا۔ وہ کیوں آیا تھا۔"

"اوہ.... وہ....!" دفعتاً لیڈی پرکاش ہنس پڑی۔ "فریدی کے ساتھ وہ بھی اس وقت گاڑی میں موجود تھا.... لیکن میں نے اپنی رپورٹ میں اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا.... اسی کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا۔"

"تو کیا تم سمجھتی ہو کہ وہ سچ مچ شکریہ ادا کرنے آیا تھا۔"

"ہرگز نہیں....!"

"وہ تمہارے ہٹ میں داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن فریدی کے لئے یہ کام ناممکن ہے کیوں؟"

"میں کب کہتی ہوں کہ ناممکن ہے۔ لیکن وہ مجھ سے پھر نہیں ملا۔ مجھے خود بھی حیرت ہے۔"

"ناقابل یقین ہے۔ لیڈی پرکاش....!" سیاہ پوش غرایا۔ "ایک ایسے آدمی سے دشمنی مول لے کر تم تنہا اس ہٹ میں رہتی ہو.... آخر اس اطمینان کی کوئی وجہ تو ہوگی۔"

"کیا وہ بدبخت میری حفاظت نہ کر سکیں گے جن کے لئے میں نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا.... مجھے یقین ہے کہ تنظیم کے بعض افراد میرے ہٹ کی نگرانی کرتے ہوں گے۔"

"کیا تمہیں کسی نے اس کے متعلق یقین دلایا تھا۔"

"میجر چوہان نے؟" لیڈی پرکاش بولی۔ "اس نے کہا تھا کہ میں بے خوف و خطر وہاں مقیم رہوں کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گا۔"

سیاہ پوش تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "مناسب ہے کہ اب تم یہاں قیام کرو.... میری حفاظت میں۔"

لیڈی پرکاش نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ اس سے پہلے جا چکا تھا اور دیوار برابر ہو گئی تھی۔



قاسم بہت دیر سے حمید کا تعاقب کر رہا تھا۔ لیکن حمید سمجھ کر نہیں۔ حمید سمجھتا تو شاید قتل کر دیتا۔

حمید اسی میک اپ میں تھا جس میں سائرہ عشرت کو ورغلا کر قاسم سے دور لے گیا تھا۔ شاید اسی دن کے بعد سے وہ قاسم سے نہیں ملی تھی۔ آج قاسم کو اینگل بیچ میں وہ نظر آ گیا تھا اور اس نے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ حمید واقف تھا اس تعاقب سے۔ لیکن اس سے دیدہ دانستہ لاپروائی برت رہا تھا۔ ظاہر کر رہا تھا جیسے اس سے قطعی لاعلم ہو۔

سائرہ نے وعدہ کیا تھا کہ نو بجے بیچ ہوٹل میں ملے گی۔ لہٰذا حمید اِدھر اُدھر وقت گزارتا پھر رہا تھا۔ ابھی آٹھ ہی بجے تھے۔

ساحل پر وہ اوپن ایئر ہوٹل میں جا بیٹھا تھا۔ قاسم کے لئے شاید اب خاموشی ناقابلِ برداشت ہو چکی تھی لہٰذا وہ بھی "سلاما لیکم" کا ڈنڈا رسید کرتا ہوا اسی میز پر جم گیا۔

"فرمائیے....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔"

"میں نے آپ کو نہیں پہچانا....!" قاسم نے کسی جلے تن بوڑھی عورت کی طرح ہاتھ نچا کر کہا۔ "اپنی خالہ کو تو پہچانتے ہونا۔"

"آپ کیا بک رہے ہیں۔"

"بتاؤ.... سائرہ کہاں ہے۔" قاسم آنکھیں نکال کر غرایا۔

"آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔"

"نہیں آج بھی بھنگ پیئے ہوئے ہوں اور تمہیں کرسی سمیت اٹھا کر پھینک دوں گا۔"

"اوہ....!" حمید مسکرایا۔ "آپ وہ ہیں....!"

"ہاں وہی ہوں.... بتاؤ۔"

"دیکھو برخوردار...." حمید آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔ "میں محکمہ آبکاری کا سپرنٹنڈنٹ ہوں۔"

"ہوا کرو.... میں تو پولیس والوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتا۔"

"ہو سکتا ہے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "بڑے آدمی ہو.... میں جانتا ہوں۔ لیکن سنو۔ میں تمہارے والد صاحب کو بھی بند کرا سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے....!" قاسم آنکھیں نچا کر غرایا۔

"ڈیڑھ سیر چرس چپکے سے کوٹھی میں رکھوا کر چھاپہ مار دیا... اور دھر لئے گئے.... بعد میں ہوا کرے ضمانت اور مقدمہ.... اخبار میں تو چھپ ہی جائے گا کہ سیٹھ عاصم چرس سے بھی شوق فرماتے ہیں۔"

"اے تم کیسی اول جلول باتیں کر رہے ہو۔"

"اور تمہیں تو چٹکی بجاتے بند کرا سکتا ہوں.... چلتے پھرتے تمہاری جیب میں تولہ بھر چرس رکھوا دی.... اور وہیں دھر لیا.... دوسرے دن چلا آ رہا ہے اخبارات میں کہ سیٹھ عاصم صاحب کے صاحبزادے بھی چرسی ہیں۔"

قاسم چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر یک بیک اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"کیوں....؟" حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"قق کچھ نہیں.... میں بہت بدنصیب آدمی ہوں.... جو بھی آتی ہے چلی جاتی ہے۔" قاسم رُہانسی آواز میں بولا۔ "پھر پلٹ کر نہیں آتی.... اچھا تم تو آب کاری کے آفیسر ہو۔ مجھے بتاؤ کہ مل کتنی افیم کھا لینے پر مر جاؤں گا۔"

حمید کو ہنسی آ رہی تھی۔ بڑی دشواریوں سے خود پر قابو پا سکا تھا۔ اس نے نیچے سے اوپر تک قاسم کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "کم از کم.... ڈیڑھ سیر.... اس سے کم سے نہیں مرو گے۔"

"نہیں ٹھیک سے حساب لگا کر بتاؤ۔" قاسم رو میں بولا۔

"تم کیوں مرنا چاہتے ہو۔" حمید نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔ اور قاسم پھوٹ پڑا۔ شادی سے لے کر اب تک کے سارے واقعات بتائے۔ بس ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے اب رویا اور تب رویا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے؟" حمید نے کہا۔ "میں تمہارے لئے کسی دوسری محبوبہ کا انتظام کردوں گا۔ یہ عورت تو مجھے پسند آگئی ہے۔"

"کھیر.... کھیر....!" قاسم سرہلا کر بولا۔ "مگر ایسی ہی ہونی چاہئے.... دھالڑ.... مم مطلب یہ کہ.... ہاں....!"

"میں نہیں سمجھا؟"

"اے وہ یعنی کہ خوب تگڑی....!"

"ذبح کرکے کباب لگاؤ گے کیا؟"

"اے جاؤ چلد ہو بالکل.... اتنا بھی نہیں سمجھے۔"

"کیا نہیں سمجھے؟"

"اب کیسے سمجھاؤں.... یعنی کہ ہی ہی ہی....!" قاسم نے شرمیلے انداز میں دانت نکال دیئے۔

"اچھا.... اچھا.... اٹھو.... میں تمہارے لئے کچھ کرہی دوں۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"چلو.... چلو....!" قاسم نے بے حد خوش ہوکر میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

وہ وہاں سے اٹھ کر ساحل کے قریب آئے.... بہتیرے لوگ ٹہل رہے تھے ان میں عورتیں بھی تھیں.... اور چست لباس والی لڑکیاں بھی....

"انہیں تو بس پیچھے سے دیکھو....!" قاسم بڑبڑایا۔

حمید اس کی طرف دھیان دیئے بغیر آگے بڑھتا رہا.... دراصل وہ کسی ویران گوشے میں پہنچ کر قاسم کی خبر لینا چاہتا تھا۔ قاسم بھی اس کے ساتھ چلتا رہا۔ ایک جگہ وہ رکے.... یہاں اندھیرا تھا.... ساحل کے برقی قمقمے بہت پیچھے رہ گئے تھے دفعتاً حمید کو ایسا لگا جیسے کوئی چیز گردن کے گرد لپٹ گئی ہو۔ ہاتھ ابھی تک گردن تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ جھٹکا سا لگا اور وہ سنبھلنے کی کوشش کے باوجود بھی نیچے چلا آیا۔ گردن میں پڑا ہوا پھندا تنگ ہوتا جارہا تھا اور جواب دیتی ہوئی قوت سامعہ قاسم کی گھوں گھوں سمیت بتدریج مضمحل ہوتی جارہی تھی.... پھر اندھیرا.... اندھیرا....

جہنم کے قریب

پھر دوبارہ آنکھ اندھیرے ہی میں کھلی تھی اور حمید نے گرد و پیش کی زمین ٹٹولنے کے بعد

اندازہ لگایا تھا کہ وہ ساحل پر نہیں ہے.... مزید اطمینان کے لئے اس نے زمین پر ہاتھ مارا تھا اور پختہ فرش کی سی گونج فضا میں محسوس ہوئی تھی۔

وہ ٹٹولتا ہوا دیوار تک پہنچا.... اور پھر دیوار ہی کے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ دیوار کے جوڑ تک پہنچا اور دوسری دیوار شروع ہوگئی.... انداز کہہ رہا تھا کہ وہ کسی کمرے میں ہے.... ورنہ فرش پر ہاتھ مارنے سے گونج نہ سنائی دیتی۔ وہ بڑھتا رہا.... پھر پنڈلیاں کسی سخت چیز سے ٹکرائیں.... بے اختیار جھکا اور ہاتھ شاید کسی مسہری کی پٹی پر ٹک گیا۔

پھر ٹٹولتے ہوئے کچھ اور آگے بڑھے.... بال.... اوہ.... نرم بالوں کا ڈھیر اور پھر دفعتاً اس کے ہاتھ جھٹک دیئے گئے۔

"کون ہے....!" یہ ایک خوفزدہ سی نسوانی آواز تھی۔

حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ایک شریف آدمی۔"

دوسرے ہی لمحے میں ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اس مسہری پر سے اٹھا ہو۔ اچانک کمرے میں دھندلی سی روشنی پھیل گئی جو کارنس کے جوڑ سے پھوٹ رہی تھی۔

"اوہو....!" دفعتاً حمید کے منہ سے نکلا اور پھر اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

یہ عورت لیڈی پرکاش تھی اور اس دھندلی سی روشنی میں پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔

"تم کون ہو....؟" اس نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔

"مم.... میں....!" دفعتاً حمید کو خیال آگیا کہ وہ میک اپ میں تھا۔ شاید اب بھی ہے.... اسی لئے وہ پہچان نہیں سکی۔

"میں....!" اس نے بڑے ادب سے کہا۔ "یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا کہ آپ ناشتہ میں کیا کھائیں گی۔"

لیڈی پرکاش نے تکئے کے نیچے سے گھڑی نکال کر دیکھی اور اُسے غصیلی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "دماغ تو نہیں خراب ہوگیا.... ڈیڑھ بجے رات کو ناشتے کی بات کررہے ہو.... جاؤ نکلو یہاں سے ورنہ....!"

لیکن حمید نے چاروں طرف نظر دوڑا کر مایوسی سے کہا۔ "کیسے جاؤں.... دروازہ تو نظر ہی نہیں آتا۔"

وہ چند لمحے اسے غصیلی نظروں سے دیکھتے رہنے کے بعد بولی۔ "کیا چاہتے ہو.... جلدی بکو۔ مجھے سونا ہے۔"

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں محترمہ....!" حمید نے لجاجت سے کہا۔ "میں یہاں خود سے

نہیں آیا۔ ایگل بیچ میں ٹہل رہا تھا دفعتاً کسی نے گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر کھینچا.... اتنا یاد ہے کہ میں گر پڑا تھا.... یہاں کس طرح پہنچا اس کا ہوش نہیں۔"

"اوہ....!" یک بیک وہ بھی نرم پڑ گئی۔ اس کے قریب آئی اور آہستہ سے پوچھا۔ "کیا تم بھی اسی تنظیم سے متعلق ہو۔"

"میں کسی بھی تنظیم سے متعلق نہیں محترمہ.... آرٹسٹ ہوں.... کبھی جی بہلانے کے لئے کبھی پیٹ پالنے کے لئے تصاویر بناتا ہوں۔ لیکن ایک بات ضرور پوچھوں گا۔"

"کیا دنیا میں کوئی ایسی بھی تنظیم ہے جن کے ارکان کو پھندہ ڈال کر گھسیٹا جاتا ہو۔"

"کچھ نہیں میں نے یونہی پوچھا تھا۔"

"اب آپ بتایئے کہ میں کہاں ہوں اور آپ کون ہیں....!"

"میں ایک خوبصورت عورت ہوں اور خود بھی نہیں جانتی کہ کہاں ہوں۔" لیڈی پرکاش مسکرائی۔ چند لمحے عجیب نظروں سے حمید کی آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر انگڑائی لے کر بولی۔

"نیند آرہی ہے....!"

وہ مسہری کی طرف مڑ گئی تھی۔ دلکش انداز میں چلتی ہوئی مسہری تک گئی اور داہنی کہنی تکیئے پر ٹیک کر نیم دراز ہو گئی۔ داہنا گال ہتھیلی پر ٹکا ہوا تھا۔ اور وہ آدھ کھلی آنکھوں سے حمید کی جانب دیکھے جا رہی تھی۔

حمید نے سوچا یہ تو قطعی نامناسب بات ہو گی۔ لہٰذا اس نے اپنے جیب سے اپنی نوٹ بک نکالی اور اس پر لکھنے لگا۔ "میں کیپٹن حمید ہوں۔ خود بھی اسی جال میں آپھنسا ہوں۔ تمہارے غائب ہو جانے کے بعد سے فریدی صاحب کی تلاش کی مہم اور تیز ہو گئی ہے.... اب یہاں ہماری مطلب کی گفتگو بذریعہ تحریر ہی ہو گی مجھے شبہ ہے کہ دیواروں میں مائیک پوشیدہ ہیں۔"

اس نے آگے بڑھ کر ڈائری اس کی طرف بڑھا دی۔ وہ پڑھتی رہی۔ پھر اٹھ بیٹھی چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔

حمید سے قلم لے کر اس نے دوسرے صفحے پر لکھنا شروع کیا۔ "یہ ایک نقاب پوش ہے جو مجھے زبردستی یہاں اٹھا لایا ہے.... لیکن میرا یہ دعویٰ ہے کہ یہ میجر چوہان نہیں ہے۔ خود کو اس کا باس کہتا ہے۔ کہتا ہے کہ میجر چوہان میرے ہی لئے کام کرتا ہے۔"

دوسری بار حمید نے لکھ کر پوچھا کہ وہ آخر اسے لایا ہی کیوں ہے۔ جواب میں لیڈی پرکاش نے لکھا۔ "وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ فریدی کے خلاف رپورٹ درج کرا دینے کے بعد میں اس سے ملی تھی یا نہیں۔ میں نے انکار کر دیا ہے۔ میں نے ابھی تک اعتراف نہیں کیا۔ ویسے ڈر ہے کہ

کہیں تشدد پر نہ اتر آئے۔"

حمید نے اسے اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ اس کی موجودگی میں ایسا نہیں ہو سکے گا۔ ویسے خود اپنے متعلق سوچ رہا تھا کہ دیکھئے کیا حشر ہوتا ہے۔ اس نے آرٹسٹ سمجھ کر تو پکڑا نہ ہو گا۔



روزا ہوٹل ڈی فرانس میں مقیم تھی.... اور بس اپنے کمرے ہی تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ کھانا کمرے ہی میں کھاتی تھی۔ ڈائننگ ہال میں کسی وقت بھی نہیں دیکھی گئی۔ اس وقت اس نے فون کے ذریعے چائے طلب کی تھی اور آرام کرسی میں نیم دراز ویٹر کی منتظر تھی.... رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ ابھی تک نیند نہیں آئی تھی۔ ذہنی تھکن سے نڈھال ہو کر سوچا تھا شاید چائے ہی کچھ سکون مہیا کر سکے۔

دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی اور اس نے تھکی تھکی سی آواز میں کہا۔ "آ جاؤ۔" لیکن دروازہ کھلتے ہی اچھل پڑی۔

آنے والا دراز قد اور بھاری بھر کم آدمی تھا۔ اوور کوٹ کا کالر کان کی لوؤں کے اوپر تک اٹھا ہوا تھا.... اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر اس طرح جھکا ہوا تھا کہ چہرہ صاف نہیں دکھائی دیتا تھا۔

روزا لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے پیچھے ہٹی۔ لیکن وہ اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ آنے والے نے مڑ کر دروازہ بند کر لیا اور جب روزا کی طرف مڑا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے دوبارہ زندگی مل گئی ہو۔

یہ کرنل فریدی تھا۔ اب فلٹ ہیٹ اس کے ہاتھ میں تھی اور کوٹ کا کالر نیچے گرایا جا چکا تھا۔

"آپ....!" روزا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مجھے افسوس ہے کہ اتنی رات گئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں؟"

"اوہ.... نہیں ٹھیک ہے۔ تشریف رکھئے۔" روزا جلدی سے بولی۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" اس نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں.... لیکن.... لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔"

"ہمیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی پڑتی ہیں.... ویسے کوئی خاص بات نہیں۔"

اتنے میں شاید ویٹر نے دستک دی.... روزا نے دروازے کے قریب جا کر کہا کہ وہ ایک کپ اور لائے۔

"تکلف نہ کیجئے.... مجھے خواہش نہیں ہے۔" فریدی نے کہا۔

روزا کچھ نہ بولی۔ یک بیک وہ پھر نروس نظر آنے لگی تھی۔ اس نے اسے ایسی ہی نظروں سے

دیکھا جیسے معلوم کرنا چاہتی ہو کہ وہ کیوں آیا ہے؟

"آپ گھر سے اس طرح کیوں چلی آئی ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "حالانکہ یہ آپ کا نجی معاملہ ہے لیکن حالات ایسے ہیں کہ پوچھنا ہی پڑ رہا ہے کہ....!"

"بس یونہی.... زندگی کی یکسانیت سے اکتا کر....؟" اس نے کہا اور اتفاقاً فریدی سے نظر مل گئی۔ ایسے لگا جیسے الیکٹرک شاک لگا ہو۔ پورا جسم ہل کر رہ گیا.... اور کوشش کے باوجود بھی اپنی نظریں اس کے چہرے سے نہ ہٹا سکی۔ ایسا لگتا تھا جیسے مسحور ہو کر رہ گئی ہو۔

"آپ کب اور کس طرح ان لوگوں میں شامل ہوئی تھیں۔" فریدی نے ایسی آواز میں پوچھا جو تیز قسم کی سرگوشی سے مختلف نہیں تھی۔

"چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔" وہ غیر ارادی طور پر بولی۔ "میں سو کر اٹھی تو تکئے پر ایک کاغذ رکھا پایا.... جس پر وہی چار لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ جن کے متعلق آپ لوگ اب تک پوچھتے رہے ہیں۔ دوسری صبح پھر ایسا ہی کاغذ ملا۔ اس بار لکیروں کے نیچے تحریر تھا۔ "میں تمہیں بھی قتل کر سکتا ہوں.... اسی طرح جیسے یہ کاغذ کا ٹکڑا تمہارے تکئے تک پہنچا ہے۔ وہی ہاتھ جو اسے یہاں تک پہنچاتے ہیں تمہارا گلا بھی گھونٹ سکتے ہیں۔ میں ڈر گئی لیکن نہ جانے کیوں کسی سے اس کا تذکرہ کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ بس پھر اس کے بعد فون پر احکامات ملنے لگے اس دھمکی کے ساتھ کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ رفتہ رفتہ میں خوف کے تحت اس کی گرفت میں آتی گئی۔ لیکن مجھ سے جو کام لئے جاتے ہیں میں ان کے سر پیر سے واقف نہیں ہوتی۔"

"مثلاً....!"

وہ کچھ سوچنے لگی.... پھر بولی۔ "مثلاً فلاں سڑک پر فلاں وقت سے فلاں وقت تک کھڑی رہو۔ تمہارے بالوں میں پھول ہونا چاہئے۔"

"ہوں.... اس موٹے آرٹسٹ کے یہاں آپ کو کس سلسلے میں وارننگ ملی تھی؟"

"اس سلسلے میں کہ میں کیپٹن حمید سے نہ ملوں۔"

"اسپرنگ نائٹ کلب سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"کچھ بھی نہیں.... میں ایسی جگہوں پر نہیں جاتی۔ آج تک نہیں گئی....!"

"تو آپ کو فون پر احکامات ملتے ہیں۔"

"جی ہاں.... اور.... اور....!"

"ہاں کہئے.... کہئے....!"

"وہ جس کی لاش ہمارے پھاٹک پر ملی تھی.... میرا بڑا اچھا دوست تھا.... اور شاید میری ہی

طرح وہ بھی اس نامعلوم آدمی کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔"

"مجھے علم ہے....!" فریدی نے کہا۔

"اور.... اور.... مجھے اپنے باپ سے شدید نفرت ہے۔" یک بیک اس کی آواز تیز ہو گئی۔

"میں نہیں سمجھا....!"

"میں اس لئے یہاں آئی ہوں کہ دوبارہ اس کی شکل نہ دیکھ سکوں، وہ میرے لئے ایک بے رحم اجنبی ہے۔ میں نے بچپن سے اب تک کبھی یہ نہیں محسوس کیا کہ اس کے دل میں میرے لئے محبت تو بڑی چیز ہے رحم کا جذبہ بھی ہو.... میں اس کیفیت کو کس طرح الفاظ کا جامہ پہناؤں جو اس کے لئے محسوس کرتی ہوں.... مجھے شبہ ہے کہ پراسرار آدمی میرا باپ ہی ہو سکتا ہے.... جو بعض اوقات یہ نہیں چاہتا کہ میں گھر پر موجود رہوں....!"

وہ خاموش ہو گئی.... فریدی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔ "کیا آپ اپنے والد کی آواز نہیں پہچان سکتیں۔"

"اصل آواز پہچان سکتی ہوں.... لیکن وہ آواز بدلنے کے ماہر ہیں۔ کسی زمانے میں انہیں اسٹیج سے دلچسپی تھی۔"

"اچھا....!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "اگر آپ اسی کمرے تک محدود رہیں تو بہتر ہو گا.... تاوقتیکہ آپ کو میری طرف سے کوئی پیغام نہ ملے۔"



میجر چوہان نشے میں تھا اور اندھادھند کار ڈرائیو کر رہا تھا.... تیز ڈرائیونگ اس کی کمزوری تھی اور نشے کی حالت میں ایکسیلریٹر اس کا کھلونا بن کر رہ جاتا تھا۔ پھر اس وقت تو ایک یوریشین بھی پہلو میں موجود تھی۔ ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر تھا اور دوسرا اس کی کمر کے گرد۔ سڑک بھی سنسان نہیں تھی۔

"اوہ.... کیا کر رہے ہو....!" لڑکی خوفزدہ آواز میں بولی۔ "آہستہ چلو۔"

شاید اسے زیادہ نشہ نہیں ہوا تھا۔ دونوں کافی دیر تک ایک غیر معروف سی بار میں بیٹھے رہے تھے اور چوہان بے تحاشہ پیتا رہا تھا۔ لڑکیوں کی موجودگی میں عموماً وہ خود کو بہت بڑا پیکر ثابت کرنے پر تل جاتا تھا۔

لڑکی پھر منمنائی اور اس نے جھلا کر کہا۔ "میں آنکھیں بند کر کے بھی ڈرائیو کر سکتا ہوں۔"

"مجھے یہیں اتار دو.... میں نہیں جاؤں گی۔"

چوہان نے قہقہہ لگایا لیکن کچھ بولا نہیں۔ ایکسیلریٹر پر دباؤ کچھ اور بڑھ گیا۔ حد ہو گئی کہ ایک

جگہ اس نے چوراہے کے سگنل کی بھی پرواہ نہ کی.... اور ایک موٹر سائیکل سوار سارجنٹ اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔

لڑکی نے مڑ کر دیکھا اور پر مسرت لہجے میں بولی۔ "ٹریفک سارجنٹ آرہا ہے.... اب تو روکو گے۔"

"جیب میں پڑے رہتے ہیں ٹریفک سارجنٹ....!" اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور رفتار کچھ اور تیز ہوگئی.... لیکن اس کی مشاقی حیرت انگیز تھی.... بڑی صفائی سے ٹریفک کے اژدھام میں راستے بنا رہا تھا.... کبھی کبھی لڑکی اپنی بے ساختہ قسم کی چیخوں پر قابو نہ پا سکتی۔

ایک بار اسے ایسا لگا جیسے اب یہ کار اگلی گاڑیوں میں سے کسی سے ضرور ٹکرا جائے گی اور اس نے اضطراری طور پر چوہان کا وہ ہاتھ پکڑ لیا جو اسٹیئرنگ پر تھا.... اور پھر آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی.... اور ایسا محسوس ہوا جیسے سارا جسم مواد سے بھرا ہوا پھوڑا بن گیا ہو.... اذیت کے شدید ترین احساس کے ساتھ ہی ہوش جاتے رہے....

زبردست ٹکراؤ ہوا تھا.... چوہان کی گاڑی اگلی کار کی ڈکی پر چڑھ گئی۔ دونوں بے حس و حرکت ہوگئے تھے۔

دونوں جانب کا ٹریفک رک گیا؟



سیاہ پوش بہت احتیاط سے قدم بڑھا رہا تھا.... اسپرنگ نائٹ کلب کی عمارت کا عقبی پارک تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ عمارت کے پچھلے دروازے کے قریب پہنچ کر رک گیا.... چند لمحے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر دروازے کو دھکا دیا اندر گہری تاریکی تھی.... لیکن اس نے تاریکی کے اور گہرے ہو جانے کی پرواہ کئے بغیر دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا اور ٹٹولتا ہوا بائیں جانب بڑھنے لگا۔

اب وہ تنگ سے زینے طے کرتا ہوا اوپر جا رہا تھا.... ان زینوں کا اختتام چھت پر ہوا.... لیکن آگے جانے کا راستہ نہیں تھا.... چھٹویں یا ساتویں ہی زینے پر اس کا سر چھت سے ٹکرانے لگا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے کسی قسم کے میکنزم کو حرکت دی۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ چھت کا کچھ حصہ بائیں جانب سرک گیا اور گہری نیلی روشنی زینوں پر پڑنے لگی۔ بقیہ زینے طے کر کے وہ میجر چوہان کی خواب گاہ میں داخل ہوا.... وہ مسہری پر لیٹا ہوا نظر آیا۔ داہنا بازو.... اور چہرہ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ سیاہ پوش نے اس کے پیر پر ہاتھ رکھ کر جنبش دی۔

"کون....؟" میجر چوہان چت ہو کر دہاڑا۔

"آہستہ میں ہوں....!"

"اوہ....!" میجر چوہان نے اٹھنے کی کوشش کی۔

"ٹھہرو....!" سیاہ پوش نے جھک کر اسے سہارا دیا اور وہ اٹھ بیٹھا۔

"تم ہسپتال سے اتنی جلدی کیوں چلے آئے....!" اس نے پوچھا۔

"احساس ذمہ داری.... میری دانست میں حالات ایسے نہیں کہ....!"

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے۔"

"ڈاکٹر کو بھاری رشوت دینی پڑی۔ پولیس کو بیان دے چکا ہوں۔ لڑکی مر گئی۔ کیس چلے گا۔"

"پرواہ مت کرو.... اسے میں دیکھوں گا؟ کیا اس وقت تم میرے ساتھ باہر چل سکو گے۔"

"کیوں نہیں.... میرے پیر بالکل ٹھیک ہیں۔" میجر چوہان نے کہا۔

"کیا اب بھی تم غیر محتاط ہو کر پیو گے۔"

"ہرگز نہیں.... یہ لڑکیاں مجھے بہکا دیتی ہیں۔"

"خیر چلو.... میں تمہیں دکھاؤں گا کہ کام کیسے کئے جاتے ہیں۔"

"کیا فریدی بھی ہاتھ آگیا....؟" چوہان نے خوش ہو کر پوچھا۔

"جلدی ہی وہ بھی گرفت میں ہوگا۔ جال پھیلا چکا ہوں۔ یونہی چلو.... دل چاہے تو سلیپنگ گاؤن ڈال لو۔"

چوہان تیار ہو کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ بایاں ہاتھ اس کے شانے پر تھا۔ اندھیرے ہی میں انہوں نے زینے طے کئے اور تھوڑی دیر بعد عقبی پارک میں تھے۔

اب ایک سیاہ گاڑی انہیں نامعلوم منزل کی طرف لئے جا رہی تھی۔

تقریباً آدھے گھنٹے چلتے رہنے کے بعد گاڑی شہر کی ایک ہائی کلاس آبادی میں داخل ہوئی اور ایک عظیم الشان عمارت کے سامنے رک گئی۔

"اترو....!" سیاہ پوش نے کہا۔ "آج میں تمہیں اپنا ایک ٹھکانا دکھانے جا رہا ہوں۔"

"شکریہ جناب....!" میجر چوہان نے لجاجت سے کہا۔

"یہاں بھی دور دور تک اندھیرا تھا.... پتہ نہیں کیوں یہاں روشنی نہیں تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کئی الیکٹرک پولس کے بلب بیک وقت فیوز ہوگئے ہوں۔"

عمارت کا بیرونی حصہ بھی تاریک تھا.... میجر چوہان سیاہ پوش کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اندھوں کی طرح آگے بڑھتا رہا۔

اندر راہ داری روشن تھی۔ لیکن عمارت سنسان معلوم ہوئی.... وہ ایک کمرے میں آئے.... کمرے میں کسی قسم کا فرنیچر نہیں تھا۔ فرش بھی ننگا ہی نظر آیا.... سیاہ پوش نے سامنے

والی دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دوسرے ہی لمحے میں فرش دھنستا ہوا سا معلوم ہونے لگا.... پورا فرش جو کسی لفٹ کی طرح نیچے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد دھچکے کے ساتھ رک گیا۔ سامنے ایک کھلا ہوا دروازہ تھا.... سیاہ پوش نے اس کی جانب اشارہ کیا.... چوہان نے پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ حالانکہ یہاں روشنی تھی پھر بھی شاید وہ سہارے کے بغیر چلنے میں دشواری محسوس کر رہا تھا۔

یہ ایک وسیع ہال تھا.... یہاں تین آدمی کرسیوں سے بندھے بیٹھے تھے۔ لیکن ان کے چہرے سامنے نہیں تھے۔ ان میں سے ایک عورت معلوم ہوتی تھی۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ان کے سامنے آ گئے۔

"ارے...." دفعتاً میجر چوہان کے منہ سے نکلا۔

سیاہ پوش نے زہریلے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "لیڈی پرکاش.... تم جانتے ہی ہو گے.... کیپٹن حمید سے بھی واقف ہو گے.... اور یہ.... یہ ہیں محکمہ سراغ رسانی کے انسپکٹر جنرل صاحب۔"

"مگر لیڈی.... پرکاش....!" چوہان ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا۔

اس نے فریدی کو معلومات فراہم کی تھیں۔

"یہ جھوٹ ہے بکواس ہے....!" لیڈی پرکاش چیخی۔

"شٹ اپ....!" سیاہ پوش غرایا۔ "ابھی میں تمہیں بڑی بھیانک سزا دوں گا۔ تم تینوں کان کھول کر سن لو۔ اگر میرے سوالات کے صحیح جواب نہ دیئے تو بہت بُرا حشر ہو گا۔"

"میں لیڈی پرکاش کے لئے مغموم ہوں۔" میجر چوہان کی آواز میں غم کی جھلکیاں تھیں۔

سیاہ پوش نے اس کی طرف توجہ دیئے بغیر انسپکٹر جنرل سی آئی ڈی سے پوچھا۔ "بلیو سیل کاغذات کہاں رکھے ہیں۔"

انسپکٹر جنرل اُسے خونخوار نظروں سے دیکھتا رہا۔ کچھ بولا نہیں۔

"میں تمہیں صرف دس منٹ دے سکتا ہوں.... اس کے بعد.... یہ دیکھو۔" اس نے دیوار کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک پش سوئچ کے بٹن پر انگلی رکھ دی اور سامنے کی دیوار میں ایک اسٹیج نما دریچہ نمودار ہو گیا۔ اب سیاہ پوش نے ایک خالی کرسی اٹھا کر اسٹیج نما دریچے میں پھینکی جس کے فرش پر گرتے ہی ایک شعلہ سا لپکا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ راکھ کا ڈھیر تھی.... تینوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"آنریری کیپٹن حمید....!" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "کیا تم آنریری کرنل فریدی کا پتہ نہیں بتاؤ گے۔"

"ب.... بتاؤں گا....!" حمید ہکلایا۔ "وہ اپنے ایگریکلچرل فارموں میں سے کسی ایک میں پناہ گزیں ہیں۔"

"کیا تم مجھے فارموں کے پتے بتا سکو گے۔"

"یقیناً بتا سکوں گا...." حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور آئی۔ جی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔"

"ابھی میری شادی نہیں ہوئی جناب۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "لہٰذا جوانی ہی میں راکھ ہو جانا قطعی پسند نہ کروں گا۔"

"گڈ سمجھ دار آدمی ہو۔ لیڈی پرکاش تم کیا کہتی ہو۔"

"میں فریدی سے نہیں ملی تھی۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ غراتا ہوا اس کی کرسی کی طرف بڑھا اور اسے کرسی سمیت اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ میجر چوہان ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ٹھہر جایئے.... مجھ سے نہ دیکھا جائے گا۔"

"اچھا تو پہلے تم ہی جاؤ۔" وہ سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔

"میں نہیں سمجھا....؟"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں احمق ہوں۔ تم جیسے گدھے کو اپنی قیام گاہ دکھاؤں گا جس کی حماقتوں کی بناء پر یہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔"

"میری وجہ سے کیوں....؟" چوہان نے حیرت سے کہا۔

"تم نے عورتیں پالنی شروع کر دیں اور انہیں تصرف میں بھی لاتے رہے۔ حالانکہ وہ صرف اس لئے تھیں کہ کام کے آدمیوں کو ہماری طرف لائیں۔ میجر چوہان ان تینوں سے پہلے میں تمہیں جہنم میں جھونکوں گا۔"

"اوہ....!" چوہان نے طویل سانس لی اور ہنس پڑا.... ہنستا رہا.... پھر سنجیدگی سے بولا۔

"تمہارے جہنم کا نمونہ دیکھ چکا ہوں.... آؤ کوشش کرو...." سیاہ پوش اُسے گھورتا ہوا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو....!" دفعتاً چوہان ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں بُری طرح زخمی ہوں۔ کیا تم میرے صحت یاب ہونے کا انتظار نہیں کرو گے۔"

سیاہ پوش جھپٹ پڑا.... دونوں کے جسم ٹکرائے اور پھر نہ جانے کیا ہوا کہ سیاہ پوش کئی فٹ اونچا اچھل کر منہ کے بل فرش پر آ رہا۔

کمرے میں ایک زہریلا سا قہقہہ گونج رہا تھا.... لیکن یہ آواز....؟ حمید کرسی سمیت اچھل

پڑا۔ یہ آواز فریدی کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"بریور.... او....!" اس نے حلق پھاڑ کر نعرہ لگایا۔

چوہان کے چہرے پر بندھی ہوئی پٹیاں پھسل کر نیچے آرہیں.... فریدی سیاہ پوش کو حقارت سے دیکھ رہا تھا۔

"اوہ تم....!" آئی جی کے حلق سے مسرت آمیز چیخ نکلی.... ٹھیک اسی وقت لیڈی پرکاش نے قہقہہ لگایا۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی نہ دیکھ سکا کہ سیاہ پوش نے ریوالور نکال لیا ہے۔ ہلکی سی آواز سنائی دی مگر فریدی اسی طرح کھڑا رہا۔ سیاہ پوش نے بوکھلا کر دیوار کی طرف دیکھا اور پھر ٹریگر دباتا ہی چلا گیا۔ فریدی مسکرا رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "فضول ہے دوست.... یہ تو اسی وقت خالی ہو چکا تھا جب میں تمہارے شانے پر ہاتھ رکھے چوہان کی خواب گاہ سے نیچے اتر رہا تھا.... سیاہ پوش نے لیٹے ہی لیٹے کسی ہلکی اور مختصر جسامت رکھنے والے سانپ کی طرح جست لگائی اور فریدی کی پنڈلیاں پکڑ کر جھٹکا دیا.... شاید وہ اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لڑکھڑایا اور اسی پر آرہا.... اب دونوں فرش پر ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے۔ سیاہ پوش بھی کمزور نہیں معلوم ہوتا تھا.... اس پر تو جیسے دیوانگی کا دورہ پڑ گیا ہو۔ فریدی کو بُری طرح نوچ کھسوٹ رہا تھا۔ فریدی کوشش کر رہا تھا ایک ہاتھ سے اس کے دونوں ہاتھوں کو قابو میں رکھے اور دوسرے سے نقاب اتار پھینکے۔

"فریدی.... میں بے بس ہوں۔" دفعتاً کرسی سے بندھے ہوئے آئی جی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ فکر نہ کیجئے...." فریدی بولا.... اور سیاہ پوش کو حمید کی کرسی کی طرف لیتا چلا آیا... حمید کے پیر بہر حال آزاد تھے۔ جیسے ہی فریدی نے سیاہ پوش کا بایاں ہاتھ کھینچ کر پھیلاتے ہوئے فرش پر رکھا اچانک اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کی نقاب نوچ پھینکی۔ "پیٹر....!" آئی جی متحیرانہ آواز میں چیخا۔ "ڈی۔ آئی جی جوزف پیٹر....!"

یہ فریدی کے محکمے کا یہودی ڈی۔ آئی۔ جی مسٹر پیٹر تھا۔

"مار ڈالوں گا.... تم سبھوں کو مار ڈالوں گا۔" دفعتاً ڈی۔ آئی۔ جی پیٹر اس طرح اچھلا جیسے ابھی تک سوتا رہا ہو.... اس وقت اس پر فریدی کی گرفت مضبوط نہیں تھی لہٰذا وہ سنبھلنے کی کوشش کے باوجود بھی دوسری طرف جا گرا.... پیٹر نے نکاسی کے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی لیکن قبل اس کے کہ اس کے پیر دوبارہ زمین سے لگتے.... اس کی دونوں ٹانگیں فریدی کی

گرفت میں آگئیں۔

"بریوو.... او....!" اس بار لیڈی پرکاش چیخی.... پیٹر منہ کے بل فرش پر گرا تھا اور اس کی دونوں ٹانگیں اب فریدی کی گرفت میں تھیں.... اس نے پلٹنا چاہا لیکن فریدی کی ٹھوکر سر پر پڑی اور وہ ایک کریہہ سی آواز کے ساتھ پھر ڈھیر ہو گیا۔

اس بار اس کا جسم بے حس و حرکت ہو گیا تھا.... فریدی نے ٹانگیں چھوڑ دیں اور آئی۔ جی کی کرسی کی طرف بڑھا۔

"اسے دیکھو....!" آئی۔ جی نے بیہوش مجرم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ایسی جگہ ٹھوکر لگی ہے کہ ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔" فریدی نے کہا اور رسی کے بل کھولنے لگا.... آئی۔ جی کے چہرے پر عجیب آثار تھے.... اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں جانتا تھا کہ تم جاگ رہے ہو۔"

فریدی کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ کس طرح یہاں پہنچا تھا۔ "آفیسرز کلب میں کافی پی رہا تھا کہ دفعتاً آنکھیں نشے سے بوجھل ہونے لگی تھیں اور جب دوسری بار ہوش آیا تھا تو خود کو اس تہہ خانے میں پایا تھا۔"

"مجھے اس کی خوشی ہے کہ آپ یہاں موجود تھے۔" فریدی نے کہا۔ "ورنہ میں کسی کو بھی یقین نہ دلا سکتا کہ ان حرکات کی پشت پر ہمارا ڈی۔ آئی۔ جی تھا۔"

"میں سوچ بھی نہ سکتا۔" آئی۔ جی نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "کہ یہ بلیو سیل کاغذات کی فکر میں ہوگا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ لیڈی پرکاش اور حمید کو بھی رسی سے نجات دلانے کے بعد چند لمحے چاروں طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "میں بہت دنوں سے ان لوگوں کی فکر میں تھا.... چونکہ بلیو سیل پیپرز کے ذریعے ان کا طریق کار میرے علم میں آچکا تھا.... اس لئے ان کے اشارہ باز ایجنٹوں نے بہت جلد مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔"

"تو کیا یہ صرف بلیو پیپرز حاصل کرنے کے لئے اتنا کچھ کر گزر رہا تھا۔" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"نہیں جناب.... جاسوسی کا ایک لامتناہی سلسلہ پھیلا ہوا تھا.... اور یہ جوزف پیٹر ہی اس تنظیم کا سرغنہ ثابت ہوا ہے۔ یہ پر اسرار سیاہ پوش....!" فریدی بیہوش مجرم کی طرف ہاتھ اٹھا کر خاموش ہو گیا۔ وہ سبھی خاموش تھے۔ لیڈی پرکاش کبھی فریدی کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی بیہوش سیاہ پوش کی طرف۔



دوسرے دن شام سے پہلے فریدی سے ملاقات نہ ہو سکی۔ حمید کئی الجھنوں میں مبتلا تھا۔ پہلی تو یہی کہ آخر یہ بلیو سیل پیپرز کیا بلا ہیں۔ دوسرے یہ کہ سائرہ عشرت پر نظر رکھنے کو کہا گیا تھا؟ تیسرے یہ کہ مجرم خود اپنی موت کو اپنے ساتھ تہہ خانے میں کیوں لایا تھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ میجر چوہان کسی حادثے کا شکار ہو کر صاحب فراش ہو گیا ہے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ کیا فریدی پہلے سے جانتا تھا کہ ان حرکات میں ڈی۔ آئی۔ جی پیٹر ہی کا ہاتھ ہے؟

جیسے ہی ملاقات ہوئی اس نے سوالات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔

"ذرا دم لینے دو...." فریدی ہاتھ اٹھا کر مسکرایا۔ حمید خاموش تو ہو گیا لیکن اس کے چہرے پر اضطراب کی لہریں تھیں۔ آخر فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ "یقیناً پیٹر ہی اس تنظیم کا سرغنہ تھا۔ حالانکہ ابھی تھوڑی ہی دنوں پہلے دارالحکومت میں اس کا تقرر ہوا تھا۔ لیکن اس کے گرگے بہت پہلے سے یہاں کام کر رہے تھے۔ یہاں کی تنظیم کا نائب میجر چوہان تھا جو مختلف ذرائع سے کام کے لوگوں کو اپنے پھندے میں پھانس کر حکومت کے راز معلوم کیا کرتا تھا۔ ان کام کے آدمیوں میں سے کچھ تو بلیک میل کئے جاتے تھے اور کچھ کو دوسرے ذرائع سے خوفزدہ کر کے قابو میں کیا جاتا تھا۔ کچھ ایسے بھی تھے جنہیں کسی بات کی بھی پرواہ نہ ہونے کی بناء پر اسی قسم کے نشوں کا عادی بنایا جاتا تھا جو عام نہیں تھے۔ ان کا حصول صرف اسپرنگ نائٹ کلب ہی سے ہو سکتا تھا۔ لہٰذا عادی ہو جانے کے بعد وہ پوری طرح میجر چوہان کی گرفت میں ہوتے تھے۔ ان ایجنٹوں کو باقاعدہ طور پر ٹریننگ دی جاتی تھی اور یہ اشاروں کے ذریعہ ایک دوسرے کو پیغامات پہنچایا کرتے تھے مختلف کاموں کے لئے مختلف قسم کے لوگ تھے۔ لیڈی پرکاش کی زبانی سن ہی چکے ہو کہ وہ اہم آدمیوں کو کلب سے منسلک ہو جانے کی ترغیب دیا کرتی تھی اور وہ عیاشیوں کے لالچ میں وہاں جا پھنستے تھے۔ سائرہ عشرت بھی ایک ایسی ہی عورت ہے۔ جس کا شوہر بڑے سائنس دانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جانتے ہی ہو کہ جوہری توانائی کے کمیشن کا چیئرمین بھی ہے اور صدر کا سائنسی مشیر بھی۔ ایک دوست ملک سے ہمارا ایٹمی رازوں کا تبادلہ ہوتا ہے.... یہ جوزف پیٹر دراصل انہیں رازوں کی فکر میں تھا۔ جس ملک کا جاسوس تھا اس سے ہمارے دوست ملک کے تعلقات کبھی اچھے نہیں رہے وہ نہیں چاہتا کہ وہ ایٹمی پاور میں اس پر سبقت لے جاسکے۔ اب خیال کرو کہ ایسے آدمی کی بیوی کتنی اہم ہو سکتی ہے۔ بھئی وہ عورت ہی تو تھی جس نے آدم کو جنت سے نکلوایا تھا اس کے باوجود بھی اسے پیاری رہی۔ لہٰذا اس سلسلے میں شیطان کا رول یہ تنظیم ادا کرنے والی تھی....

لیکن کامیاب نہ ہو سکی.... سائرہ عشرت ابھی اس ڈھرے پر نہیں آئی تھی کہ اسے مجبوراً ان کے لئے کچھ کرنا پڑتا۔"

"لیکن آپ نے چہرے پر پٹیاں کیوں چڑھا رکھی تھیں۔"

"یہ بھی تائید غیبی تھی کہ چوہان کار کے حادثہ میں بہت زیادہ زخمی ہو گیا۔ میں نے سوچا کچھ دن اسپرنگ کلب کے رازہائے درون پردہ کا بھی مشاہدہ کیا جائے۔ لہٰذا چوہان کی جگہ حاصل کر لینا میرے لئے مشکل نہیں تھا۔ اس طرح کے انتظامات کئے کہ چوہان کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا اور میں بحیثیت چوہان پٹیوں سے ڈھکا ہوا ہسپتال سے رخصت ہوا۔ میں جانتا تھا کہ چوہان کسی اور کے لئے یہ کام کر رہا ہے لیکن اس کی توقع نہیں تھی کہ وہ آدمی اتنی آسانی سے آٹکرائے گا لیکن چونکہ وہ چوہان کی بعض حماقتوں کی بناء پر اس کا بھی خاتمہ کر دینا چاہتا تھا اس لئے مجھے چوہان سمجھ کر اپنے ساتھ لے گیا۔"

"اچھا آپ کو پہلے سے علم تھا کہ وہ پیٹر ہی ہے۔"

"اسی تفتیش کے دوران میں بعض حالات نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ حمید صاحب یہ سب کچھ تھا لیکن اگر موقع پر خود آئی۔ جی صاحب بھی موجود نہ ہوتے تو دوسروں کو یہ باور کرانا مشکل ہو جاتا کہ خود ڈپٹی انسپکٹر جنرل ہی ایک ملک کے جاسوسوں کی سربراہی کر رہا تھا۔"

"اور یہ بلیو سیل پیپرز....!"

"یہ کاغذات ہمارے اسی دوست ملک کے محکمہ سراغ رسانی کی طرف سے ہمیں موصول ہوئے تھے۔ جن میں ہمیں ہدایت دی گئی تھی کہ جاسوسوں کا گروہ ہمارے باہمی کاموں میں روڑے اٹکانا چاہتا ہے۔ اس کی آپس کی پیغام رسانی کے طریقے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا تھا وہ جسمانی اشاروں سے کام لیتے ہیں۔"

"اور میں سمجھتا تھا کہ آپ کی جنسیت اب تصویروں پر اتر آئی ہے۔"

"شش....!" فریدی بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"اوہاں.... لیڈی پرکاش کہہ رہی تھی کہ وہ گوریلا جس قیمت پر چاہیں آپ اس کے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں....!" حمید نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"خبردار.... اگر اب کبھی وہ کھال استعمال کی تو اچھا نہ ہوگا.... برباد کر دو گے اسے۔"

"میں سچ کہتا! اس رات اگر پرکاش کا چمپینزی مرعوب نہ ہو گیا ہوتا.... تو گوریلے کی کھال سمیت میرے جسم کا ریشہ ریشہ الگ کر دیتا۔ تو پھر فروخت کر دوں لیڈی پرکاش کے ہاتھ۔" حمید نے بائیں آنکھ دبائی اور شریر سی مسکراہٹ کے ساتھ فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔

فریدی نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ دفعتاً وہ حمید کی طرف مڑا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "محبت اور تعلق کا اظہار بے حد ضروری ہوتا ہے۔ روزا سمجھ رہی تھی کہ اس کا باپ ہی ان سارے جرائم کا ذمہ دار ہے.... وہ کبھی اس کی طرف اس طرح متوجہ نہیں ہوا جیسے کسی باپ کو ہونا چاہئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس سے نفرت کرنے لگی اور یہ نفرت اس حد تک بڑھی کہ وہ اسے پھانسی کے پھندے تک پہنچا دینے پر آمادہ ہو گئی۔"

حمید کے استفسار پر اس نے روزا کی کہانی دہرائی اور بولا۔ "بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کے لئے جسمانی زندگی کی آسائش مہیا کر دینے تک ہی ان کے فرائض کی حدود ہیں۔ بچوں کی ذہنی زندگی سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ یہ بیحد خطرناک ہے۔ حمید صاحب بے حد خطرناک۔"

ختم شد